حضرت خواجہ محمد معصومؒ بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہما کے دوران سفر حرمین الشریفین کے ملفوظات و کرامات

جامع

حضرت مروج الشریعت محمد عبید اللہؒ بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ

ترجمہ فارسی

محمد شاکر بن ملا بدر الدین سرہندیؒ

تحقیق و تعلیق و ترجمہ اردو

محمد اقبال مجددی

مکتبہ سراجیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ ○ موسیٰ زئی شریف

ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (پاکستان)

اورنگزیب عالمگیر کی جنگ تخت نشینی کے ایک اہم ماخذ کی اولین اشاعت

حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہما کے سفر حرمین الشریفین کے ملفوظات و مکاشفات

جامع

حضرت مروج الشریعت محمد عبید اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی

ترجمہ فارسی

محمد شاکر بن ملا بدر الدین سرہندی

تحقیق و تعلیق و ترجمہ اردو

محمد اقبال مجددی

مکتبہ سراجیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف
ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان

۱۹۸۱ء

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۸

کتاب ــــــــ حسنات الحرمین
مولف ــــــــ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی
جامع (عربی) ــــــــ خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعت
ترجمہ فارسی ــــــــ محمد شاکر بن ملا بدرالدین سرہندی
تحقیق و تعلیق و ترجمہ اُردو ــــــــ محمد اقبال مجددی
کتابت سرورق ــــــــ حافظ محمد یوسف سدیدی
کتابت متن ــــــــ محمد ریاض تلمیذ الحاج محمد اعظم منور رقم
ناشر و پروف ریڈر ــــــــ محمد سعد سراجی مُرشد بابا
طبع اوّل ــــــــ ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء
مطبع ــــــــ حمایت اسلام پریس لاہور
قیمت ــــــــ Price Rs.39/-

لائبریری کیٹلاگ کارڈ

محمد معصوم، خواجہ سرہندی:
حسنات الحرمین (ملفوظات و مکاشفات ....)
تصوف ـ تاریخ I ـ محمد عبید اللہ بن خواجہ محمد معصوم سرہندی، جامع
II ـ محمد شاکر بن بدرالدین سرہندی، مترجم فارسی III ـ محمد اقبال مجددی، تحقیق و اردو ترجمہ
IV ـ عنوان
۲۹۷ ء ۴۰۹

ملنے کے پتے

۱ـ راجہ برادرز بک سیلر، رحیم بازار ـ ڈیرہ اسماعیل خان
۲ـ میاں احمد ـ معرفت قاری شاہ نواز، مسجد سیداں والی پاکستانی چوک اچھرہ لاہور
۳ـ حافظ محمد سعید ـ جامعہ قادریہ جامع مسجد رحیم یار خان

فہرستِ عنوانات

عکسیات شامل حسنات الحرمین

(ماخوذ از کتابچہ سرہند)

انتساب

پروفیسر حافظ محمود شیرانی مرحوم کے نام
جن کی تحقیقی کاوشوں سے متاثر ہو کر مرتب
کتاب ہذا نے اس "گلشنِ ہمیشہ بہار"
میں قدم رکھا۔

احقر
محمد اقبال مجددی

عرضِ ناشر

دورِ حاضر میں جبکہ تحقیق و تدقیق کے کام نے جانبداری و طرفداری کا نام پا لیا ہے اور بررسی کو ذاتی خیالات و رجحانات کے ترجمہ و ترجمانی کا فرض سمجھ لیا گیا ہے اور مستشرقین و مستغربین کی شکر چڑھی گولیوں نے جدید تعلیم یافتہ معاشرے کے دل و دماغ کو اپنے مہلک اثرات کے گھیراؤ میں لے لیا ہے تو اس امر کی ضرورت اور شدید ہو جاتی ہے کہ ایسی نادر و خطی کتب کی اشاعت عام تام کی جائے جو ماخذ و مراجع اور کتب حوالہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور جن کی علمی و تاریخی حیثیت و اہمیت مسلم و مقدم ہے اور جن کی عدم طباعت و اشاعت کے سبب اپنے اور بیگانے شعوری و لاشعوری طور پر تاریخی مسلمات کا چہرہ مسخ کر رہے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب — حسنات الحرمین — اسی قسم کی ناگزیر کتاب ہے جو ابھی تک غیر مطبوعہ حالت میں گوشۂ خفا میں مستور و مہجور رہی جبکہ اس کی اشاعت اب سے بہت پہلے ہو جانی چاہیے تھی لیکن کل امرٍ مرھونٌ باوقاتھا کے مصداق یہ تعطل و انقطاع بھی تو ناگزیر تھا۔

کارکنانِ مکتبہ سراجیہ کے لیے اس دُرِّ بے بہا کی منظرِ عام پر جلوہ گری بہجت و مسرت کا پیام اور وقار و افتخار کا انعام ہے۔ الحمد للہ ثم و ثم۔

مُحمد اقبال صاحب مجددی سلمہ بے شمار آفرین کے حقدار اور بسیار تحسین کے سزاوار ہیں کہ آپ نے علمی و تاریخی معادن سے اس گوہر گراں مایہ کا سراغ لگایا اور مکتبہ سراجیہ کی گزارش پر اس کا ترجمہ و مقدمہ اور حواشی تحریر کر کے اس کے ہر رُخِ تاباں کو اور نمایاں کر دیا۔

بادی النظر میں یہ کتاب حضرت قبلہ مولانا خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات حسنات کا مجموعہ ہے لیکن تصوف و رُوحانیت سے متعلق احباب کے لیے ایک ارمغان رُوحانی کی حیثیت رکھتی ہے جبکہ تاریخی و تحقیقی کام کرنے والے حضرات کے لیے ایک علمی و تاریخی سوغات ہے۔ یہ نادر کتاب ایک ایسا آئینہ ہے جو مغل دورِ حکومت کی تین مشہور شخصیتوں شاہجہان، داراشکوہ اور اورنگ زیب عالمگیر کے باہمی تعلقات و مناقشات اور خانوادہ مجددیہ کا کردار حکومتِ وقت میں نت نئے ظہور پذیر ہونے والے تغیرات پر اس خانوادہ مبارکہ کے اثرات اور امتِ اسلامیہ ہندیہ کے حق میں رونما ہونے والے ثمرات و نتائج کی بھرپور رُونمائی کرتا ہے اور ساتھ ہی اس حقیقت کا انکشاف بھی ہوتا ہے کہ خانوادہ مجددیہؒ اور اس کے متعلقین و منتسبین کا تحریری سرمایہ کھنگالے بغیر اس دور کی صحیح ترین اور مکمل ترین تاریخ مرتب نہیں کی جا سکتی۔ فقط

المخلص

خاکسار محمد سعد سراجی مرشد بابا

مالک مکتبہ سراجیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ

موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

۲۸ ربیع الاوّل ۱۴۰۲ ہجری

اِفتتاحِ سُخن

۱۹۶۷ء کے اوائل کی بات ہے راقم ابتدائی درجے کا ایک طالب علم تھا جبکہ نجیب اشرف ندوی مرحوم کے نوشتہ مقدمہ رقعات عالمگیر کے مطالعہ کا موقعہ ہاتھ آیا۔ جس سے اورنگ زیب عالمگیر کی شخصیت کے خاکے نقوشِ ذہن پر مرتسم ہونا شروع ہوتے اور ۱۹۷۳ء تک اس گراں قدر مقدمے کا کئی مرتبہ بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ جس سے نہ صرف اورنگ زیب کی پختگیٔ کردار بلکہ اسلام کے دفاع کے لیے اس کے ابتدائی دور کی خدمات کا وہ نقش دل و دماغ پر ثبت ہوا کہ راقم کے شب و روز اس قسم کی کتابوں کی تلاش میں بسر ہونے لگے۔ اس دوران میں اورنگ زیب عالمگیر کو "محی الدین" بنانے والے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی سیاسی اور سماجی خدمات سے آگاہ ہونے کا جذبہ بھی پیدا ہوا اور آج یہی جذبہ جنون کے ابتدائی مراحل طے کر کے طالب علمی کے پہلے زینے پر قدم رکھ چکا ہے ——————

۱۹۷۵ء کے آغاز میں جب اللہ تعالیٰ نے پاکستان میں اس سلسلہ کے ذاتی کتب خانوں سے استفادہ کا موقعہ ارزانی فرمایا تو پیشِ نظر کتاب "حسنات الحرمین" کے خطی نسخوں کا سراغ لگانا شروع کیا۔ ۱۹۷۷ء کے ایران و افغانستان کے علمی سفر کے دوران اس کتاب کے خطی نسخوں کی تلاش برابر جاری رہی اور اب تک بحمد للہ اس کے پانچ خطی نسخوں کے وجود کا علم ہو چکا ہے۔

گذشتہ ایک سال سے جناب صاحبزادہ محمد سعید سراجی مرشد بابا در ابن حضرت

مولانا خواجہ محمد اسمٰعیل سراجی مجددی سجادہ نشین خانقاہ احمدیہ سعیدیہ[1] موسیٰ زئی شریف پاکستان
اس کتاب کو مرتب کرنے کا برابر اصرار کر رہے تھے۔ ان کی اس تشویق و ترغیب نے
اس کام کو آگے بڑھانے میں مہمیز کا کام کیا اور آج اس سلسلہ کا یہ اہم ماخذ اسی طریقہ کی
مشہور خانقاہ میں اُن کے قائم کردہ مکتبہ سراجیہ کے زیرِ اہتمام طباعت و اشاعت کی
سعادت حاصل کر رہا ہے۔ مکتبہ سراجیہ اب تک کئی اہم کتابیں شائع کر چکا ہے اور
مستقبل قریب میں بعض اہم کتابوں کی طباعت و اشاعت کا ارادہ ہے۔

مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ نے اس کتاب کے مقدمہ کے بعض حصوں کا
مطالعہ کیا اور مفید مشورے دیئے۔ اسی طرح شیخ اکبر ابنِ عربی کے بعض رموز کے سلسلہ
میں جناب مرزا غلام قادر کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کیا، جناب مولانا
عبدالحکیم شرف قادری نے اس کتاب میں شامل بعض احادیث کی تخریج میں رہنمائی
کی، دوست عزیز میاں احمد صاحب نے کتاب کی طباعت کے سلسلہ میں تعاون
کیا۔ خداوند کریم ان تمام اصحاب کو جزائے خیر دے۔ آمین

کارکنانِ کتب خانہ انڈیا آفس، لندن بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے میری
درخواست پر حسنات الحرمین کے نسخے کا روٹوگراف ارسال کیا اور دیگر نسخوں سے
تقابل کی اجازت دی۔

دار المورخین
گیلانی سٹریٹ، منور عزیز پارک
نیو دسن پورہ۔ لاہور

مخلص محمد اقبال مجددی
۲۸ صفر ۱۴۰۲ھ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۱ء
(یوم وصال حضرت مجدد الف ثانی)

---

[1] خانقاہ احمدیہ سعیدیہ حضرت قبلہ شاہ احمد سعید احمدی دہلوی مہاجر مدنی کے خلیفۂ نامدار حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندھاری (رحمۃ اللہ علیہما) کی قائم کردہ ہے اور ان کے جانشین یکے بعد دیگرے حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی حضرت خواجہ محمد سراج الدین اور حضرت حافظ محمد ابراہیم قلندر رہ نمائی فرماتے رہے اور [illegible] جاری و ساری ہے۔
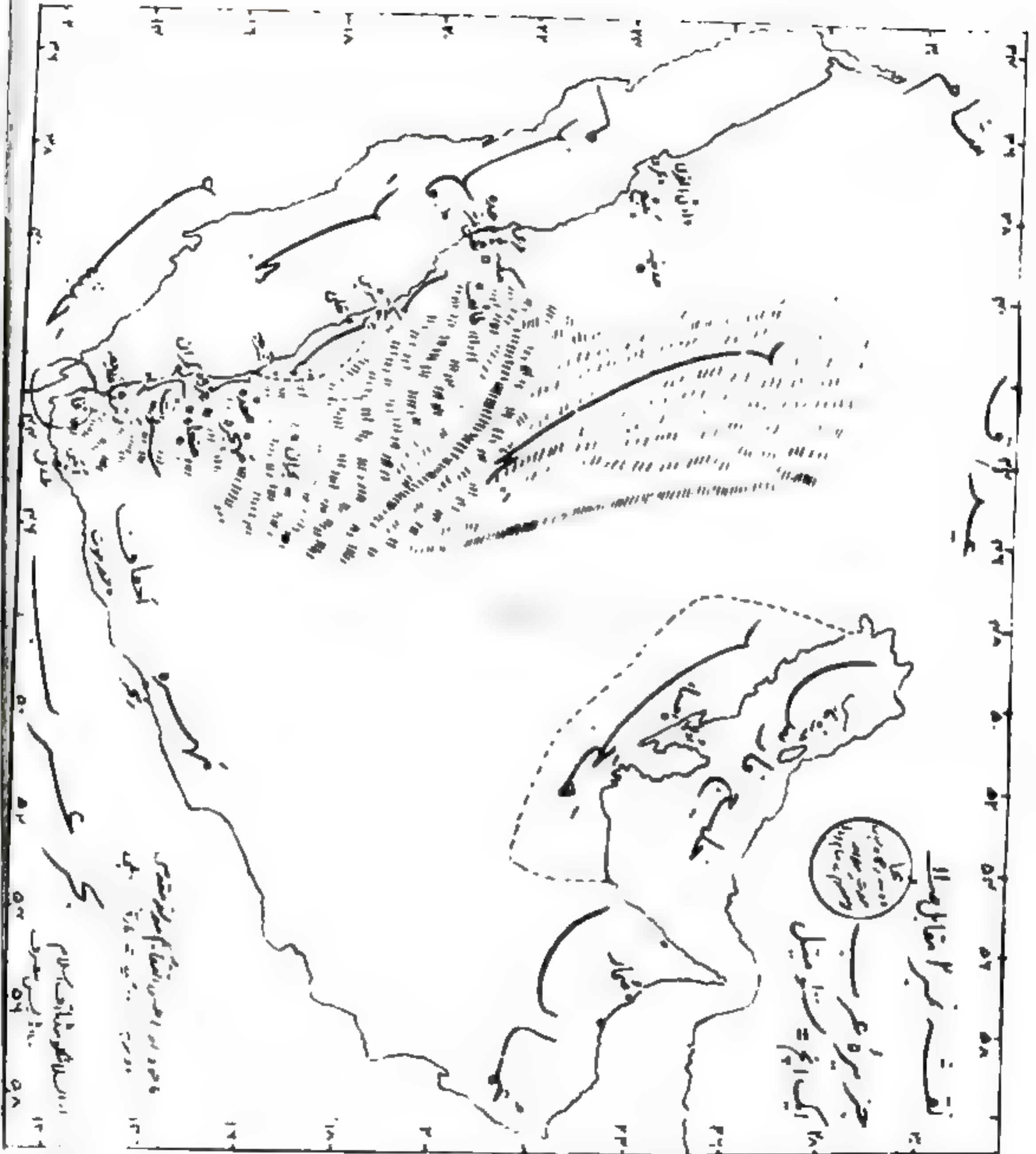
۱۔ نقشہ جزیرہ عرب و بندرگاہ مخا جہاں حضرت خواجہ محمد معصوم نے قیام فرمایا۔

حضرتِ خواجہ محمّد معصُوم قدّس سرہ

حضرتِ خواجہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین، مرجع خلائق، مصلح، انتہائی پابند شرع، قاطع بدعت، اسلاف کے صحیح ترین مقلد، سیاسی امور میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے متبع اور "عروۃ الوثقیٰ" کی جامع ترین تصویر تھے۔

ولادت

حضرت خواجہ محمد معصوم کی ولادت بستی ملک حیدر (قریباً دو میل خام از سرہند) میں شوال ۱۰۰۷ھ/ مئی ۱۵۹۹ء کو ہوئی۔[1] اسم گرامی محمد معصوم، کنیت ابو الخیرات، لقب مجد الدین اور خطاب عروۃ الوثقیٰ ہے۔ آپ سولہ سال کی عمر میں تحصیلِ علم سے فارغ ہو گئے۔ حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری[2] (ف ۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰ء) خلیفہ

---

[1] صفر احمد معصومی: مقاماتِ معصومیہ۔ قلمی (نسخہ ب) ص ۸۲
سال ولادت میں اختلاف ہے۔ مولف حضرات القدس (۲/ ۲۶۲) نے ۱۰۰۹ھ لکھا ہے اور اس کی اتباع جواہر علویہ، مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ اور مولف خزینۃ الاصفیا نے کی ہے حالانکہ مولف حضرات القدس سے سہو ہوا ہے۔ انہوں نے خود حضرت مجدد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ محمد معصوم کی ولادت میرے لیے بہت مبارک ثابت ہوئی ہے کیونکہ اس ولادت سے چند ماہ بعد مجھے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی ملازمت نصیب ہوئی۔ یہ مسلمہ ہے کہ حضرت مجدد، حضرت خواجہ سے ۱۰۰۷ھ میں منسلک ہو گئے تھے۔ لہٰذا حضرت خواجہ محمد معصوم کا صحیح سالِ ولادت ۱۰۰۷ھ ہے۔ زبدۃ المقامات اور مقاماتِ معصومیہ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ زید ابو الحسن: مقاماتِ خیر ۵۹)

[2] صفر احمد: مقاماتِ معصومیہ ص ۱۱۳

حضرت مجدد اور اخوند سجاول سرہندی (مولف شرح وقایہ) اور سلطان العلماء ملا بدرالدین سلطانپوری[1] سے آپ نے تحصیلِ علم کی۔ اور قیام حرمین الشریفین کے دوران آپ نے اپنے خلیفہ مولانا سید زین العابدین محدث مدنی سے اجازتِ حدیث بھی لی تھی۔[2]

منصبِ ارشاد

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے وصال سے قبل ہی اپنے فرزند حضرت خواجہ محمد معصوم کو اپنا جانشین مقرر فرما دیا تھا اور اپنے ایک مکتوب بنام حضرت خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم میں بہت واضح طور پر تحریر فرمایا :

"بعد نماز بامداد مجلس سکوت داشتم ظاہر شد کہ خلعتے کہ داشتم از من جدا شد و خلعت دیگر بمن متوجہ شد کہ بجائے آن خلعت نشیند بخاطر آمد کہ این خلعتِ زائلہ را بکسے خواہند دادیانہ و آرزوے آن شد کہ اگر آن را بدہند بہ فرزندی ارشدی محمد معصوم بدہند بعد از لمحہ دید کہ بفرزندی مرحمت فرمودند و آن خلعت او را بتمام پوشانیدند و این خلعت زائلہ کنایت از معاملہ قیومیت بودہ است کہ بہ تربیت و تکمیل تعلق داشتہ[3] .... الخ

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت فرما دی ہے کہ اس خلعت سے مراد منصب قیومیت ہے جو ارشاد و تعلیم و تربیت سے عبارت ہے۔

حسنات الحرمین اور روضۃ القیومیہ میں ہے کہ قیامِ حرمین کے دوران آپ

---

[1] صفر احمد : مقاماتِ معصومیہ ص ۸۲

[2] ایضاً : ص ۸۸

[3] مجدد الف ثانی : مکتوبات ۲/۱۰۴

کو الہام ہوا کہ "تمہیں محض خلقت کے ارشاد کے لیے پیدا کیا گیا ہے"[۱]

چنانچہ آپ سے خلقِ کثیر نے ظاہری و باطنی علوم میں فیض پایا اور طالبانِ حق کو اس فیض سے بہرہ ور کرتے رہے[۲]

آپ کا وصال ۹ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ / ۱۷ اگست ۱۶۶۸ء کو سرہند میں ہوا۔

اولاد و خلفاء

حضرتِ خواجہ کے چھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں یعنی حضرت صبغت اللہ، حضرت محمد نقشبند ثانی حجۃ اللہ، خواجہ عبید اللہ مروج الشریعت، شیخ محمد اشرف، خواجہ سیف الدین اور خواجہ محمد صدیق۔ دخترانِ عفت مآب میں امۃ اللہ، عائشہ، عارفہ، عاقلہ اور صفیہ کے اسمائے گرامی ان کی اولادِ مبارک اور ان سب کے احوال و مقامات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے[۳]

ان سب حضرات کے حالات و کمالات اس مختصر مقدمہ میں لکھنا ممکن نہیں ہے ہم نے صرف حضرت محمد عبید اللہ مروج الشریعت جو حسنات الحرمین کے مولف ہیں کے مفصل حالات لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے نفس گرم، توجہ مبارک اور صحبت میں کچھ ایسی برکت دی تھی کہ آپ کے حینِ حیات ہی آپ کے خلفاء پورے عربستان، ماوراء النہر

۱۔ روضہ ۹۸/۲ و حواشی حسنات الحرمین۔

۲۔ تفصیل کے لیے دیکھئے مقدمہ ہذا تحت "اولاد و خلفاء"

۳۔ ان حضرات کی اولاد گرامی کے حالات و انساب کے لیے ملاحظہ ہو:

احمد کی : ہدیۂ احمدیہ - کانپور

محمد حسن جان : انساب الانجاب - طبع ٹنڈو سائیں داد سندھ

زید ابوالحسن : مقاماتِ خیر - طبع دہلی ۱۳۹۲ھ ص۱۰۶

محمد فضل اللہ مجددی : عمدۃ المقامات - طبع ٹنڈو سائیں داد سندھ ۱۳۵۵ھ۔

اور افغانستان سے سرہند تک اس طرح پھیل گئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ دعوت و عزیمت کے مبارک منصب پر فائز ہو کر آپ جہان کو منور فرما رہے ہیں۔ حضرت شاہ احمد سعید نے لکھا ہے کہ آپ کے دستِ مبارک پر نو لاکھ افراد نے بیعت کی اور آپ کے خلفاء تقریباً سات ہزار تھے۔[1]

مولفِ مقاماتِ معصومیہ نے جو آپ کے نواسے تھے، آپ کے بہت سے خلفاء کے نام ان کی وطنی نسبتوں سمیت تحریر کیے ہیں جن میں سے بعض کی صحبت انہیں میسر آئی تھی۔ انہوں نے ان میں تیس خلفا کے مفصل حالات بھی لکھے ہیں۔[2]

حضرتِ خواجہ کی تصانیف

اگرچہ حضرتِ خواجہ کو دعوت و ارشاد کے سلسلہ میں بے پناہ مصروفیت کے باعث علمائے اسلام کی طرح تصنیف و تالیف کے مواقع میسر نہیں آئے لیکن اس کے باوجود آپ نے طالبانِ حق کی راہنمائی کے لیے اپنے مکتوبات کی تین ضخیم جلدیں اور کئی رسائل یادگار چھوڑے ہیں۔

مکتوباتِ معصومیہ

اپنے والد بزرگ حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی طرح آپ نے بھی اپنے مکتوبات جمع کروانے کا اہتمام فرمایا تھا اور یہ تینوں جلدیں آپ کے حینِ حیات ہی میں یعنی بترتیب ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۷۳ھ میں مرتب ہو کر ہدایت و روحانی رہنمائی

---

[1] احمد سعید مجددی : مناصب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ۔ ۳۴

[2] آپ کے بعض عرب اور مقیم عربستان خلفاء کے کمالات کے لیے ملاحظہ ہو مقدمہ ہذا تحت "حضرت خواجہ کا قیام حرمین"

کے سرچشمہ کا کام دینے لگی تھیں۔ آپ کے مکتوبات کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں مکتوبات حضرتِ مجدد کے بعض مغلق مقامات اور بعض توضیح طلب امور کو نہایت ہی واضح الفاظ میں بیان کر کے اس سلسلہ علیہ پر بڑا احسان کیا ہے[1]۔

یواقیت الحرمین

رسالہ ہذا۔ اس کی تفصیل متعلقہ مقام پر ملاحظہ فرمائیں۔

مکاشفاتِ غیبیہ

یہ رسالہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاشفات پر مشتمل ہے حضرت مجدد نے متفرق اوراق پر اپنے مکاشفات تحریر فرمائے تھے۔ جسے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ نے مستقل رسالہ کی شکل دے دی۔ مقاماتِ معصومیہ میں ہے،

"مکاشفاتِ غیبیہ را حضرت ایشان (خواجہ محمد معصوم) قدسنا اللہ تعالےٰ بسرہ الاقدس و مبداء و معاد را خواجہ محمد صدیق بدخشی قدس سرہ جمع نمودہ اند، یعنی خطبہ آنہا از خود ساختہ و رسائل یافتہ من البدایت الی النہایت عبارت حضرت مجدد الف ثانی است رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2]...."

حضرتِ خواجہ نے یہ رسالہ ۱۰۵۱/۱۶۴۱ء میں مرتب فرمایا تھا[3]۔

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ کی یہ تینوں جلدیں دو مرتبہ شائع ہو چکی ہیں۔ دوسری مرتبہ جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے مرتب فرما کر شائع کیے۔

[2] صفر احمد: مقاماتِ معصومیہ ۷۷

[3] خطبہ حضرت خواجہ محمد معصوم در ابتدا مکاشفاتِ غیبیہ۔ طبع کراچی ۵

ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان صاحب کے مختصر مقدمہ[1] کے ساتھ یہ رسالہ ۱۹۶۵ء میں ادارہ مجددیہ کراچی نے پہلی مرتبہ مع اُردو ترجمہ مکاشفاتِ غیبیہ مجددیہ کے نام سے شائع کیا۔

اذکارِ معصومیہ

حضرتِ خواجہ نے شب و روز کے اذکارِ مسنونہ کو ایک رسالہ کی صورت میں مرتب فرمایا تھا۔ حضرت خواجہ میرزا خان کو غفلت سے اجتناب کرنے اور رسالہ مذکورہ کے مطابق عمل کرنے کا حکم اس طرح فرمایا ہے :

این فقیر رسالہ اذکار و ادعیہ ماثورہ موقتہ و غیر موقتہ با ذکر فضائل بعضے از ان کتب احادیث معتبر نوشتہ است نقل آنرا فرستادہ مطالعہ خواہند فرمود[2]......... الخ

حضرت خواجہ نے اپنے ایک مکتوب بنام مولانا محمد حنیف میں اس کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں :-

---

[1] حضرت ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان صاحب مدظلہ نے اس رسالہ کے سرورق اور اپنے مقدمہ میں اسے خواجہ محمد ہاشم کشمی کا مرتبہ رسالہ لکھا ہے۔ حالانکہ رسالہ کے مطالعہ سے یہ بات عیاں نہیں ہوتی کہ اسے خواجہ کشمی نے ترتیب دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ص۱۵ میں مندرج اجازت نامہ برائے خواجہ کشمی سے یہ قیاس فرمالیا ہے (مقدمہ ص۲) جبکہ اس رسالہ میں شامل دیگر اجازت ناموں میں بھی اجازت دہندگان کے اسماء اسی طرح درج ہوئے ہیں۔ پھر حضرت خواجہ کے نواسے میر صفر احمد کی شہادت مذکورہ بالا کے بعد قیاس آرائی کی گنجائش نہیں رہتی۔ اسی طرح اس رسالہ کا نام مکاشفات غیبیہ جو قدیم کتابوں میں درج چلا آرہا ہے یکسر بدل دینا بھی درست معلوم نہیں ہوتا۔

[2] محمد معصوم خواجہ : مکتوبات ۲/۱۰۱

بعضے ازیں قسم وظائف اوراد و اعمال را ایں فقیر جمع نمودہ است[1]

یہ رسالہ چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔ اسے حکیم سیفی مرحوم نے باعانت محکمہ اوقاف لاہور ۱۳۸۴ھ میں خوبصورت کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کیا۔

بیاض حضرت خواجہ محمد معصومؒ

اس بیاض میں حضرت خواجہ نے اپنے والد و مرشد بزرگ حضرت مجدد کے وہ اسرار و مکاشفات تحریر فرماتے تھے جو آپ نہ تو خلفاء کے سامنے بیان کرتے تھے اور نہ ہی عموماً ان اسرار کا اظہار کرتے تھے۔ بعد میں حضرت خواجہ اپنے مکاشفات بھی اسی بیاض میں تحریر کرتے رہے۔ حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی کی نظر سے یہ بیاض کئی مرتبہ گزری تھی، لکھتے ہیں:-

ایں مخدوم زادہ (خواجہ محمد معصوم) را غایت اطلاع است بر اسرار و معارف پدر بزرگوار خود چہ آن معارف کہ داخل مکتوبات گردیدہ و چہ غیر آن از اسرار خاصہ کہ در خلوات از زبان مبارک آنحضرت شنودہ اند و بعضے را از انہا در بیاضۂ خاصہ خود تسوید فرمودہ، چوں بایں بندہ نظر

---

[1] محمد معصوم خواجہ: مکتوبات ۱۴/۱

محترم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صاحب نے مقدمہ مکتوبات معصومیہ (۱۵) میں مکتوب (۱۴/۱) کی مندرجہ بالا عبارت سے سہواً اس رسالہ کو مولانا محمد حنیف (مکتوب الیہ) کا جمع کردہ رسالہ قیاس فرمالیا ہے حالانکہ حضرت خواجہ کی عبارت بہت واضح ہے ــــــــ

نیز صاحب عمدۃ المقامات (۲۹۸) نے حضرت خواجہ کے رسالۂ زبادر فن حدیث در کیفیت ادعیہ ماثورہ موقتہ و غیر موقتہ ...... کا جس طرح ذکر ہے اس سے عام قاری کو التباس ہو سکتا ہے کہ حضرت خواجہ نے فن حدیث پر ایک رسالہ تالیف کیا ہوگا لیکن ساتھ ہی مؤلف عمدۃ المقامات نے اس رسالہ کا جو موضوع بتایا ہے وہ واضح کر دیتا ہے کہ یہ زیر بحث رسالہ اذکار ہی ہے۔

عنایتی داشتند و محرم می دانستند باکثر آنہا اطلاع بخشیدہ بودند بہ نقل بعضی اجازت فرمودہ[1]......

وبائے طاعون کے دوران بھی یہ بیاض حضرت خواجہ کے پاس تھی۔ اس وبا کے دوران بھی اس میں مکاشفات کا اندراج ہوا تھا۔ ایک مکاشفہ خواجہ کشمی نے حضرت خواجہ سے نقل کیا ہے[2]۔ اس مبارک بیاض سے مولانا بدرالدین سرہندی نے بھی حضرات القدس کی تالیف کے دوران استفادہ کیا تھا[3]۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں اس بیاض کی نقلیں اس سلسلہ کے بعض حضرات نے حاصل کر لی تھیں۔ مقاماتِ معصومیہ کے مؤلف جو حضرت خواجہ کے نواسے ہیں اس بیاض کے بکثرت اقتباسات دیتے ہیں۔ جس سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ بیاض مقاماتِ معصومیہ کی تالیف (۱۱۳۴ھ/۱۷۲۲ء) تک موجود تھی۔ اگر روضۃ القیومیہ (حدود ۱۱۶۴ھ/۱۷۵۰ء) اور عمدۃ المقامات (۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء) کے مؤلفین نے زبدۃ، حضرات اور مقاماتِ معصومیہ سے نقل کرنے کی بجائے اس بیاض کے اقتباسات براہِ راست بیاض سے دیتے ہیں تو یہ اس کے ۱۸۱۸ء تک موجود ہونے کا ثبوت ہے۔

حضرات کا سفر حرمین الشریفین

صوفیۂ کرام اور خصوصاً مشائخ نقشبندیہ کی تحریرات میں اس پاک سرزمین پر

---

[1] محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات۔ طبع نولکشور ۳۱۸

[2] ایضاً ۲۷۲، ۱۹۱-۱۹۲

[3] بدرالدین سرہندی، حضرات القدس ۲/۱۰۸
اگر زبدۃ المقامات، حضرات القدس اور مقاماتِ معصومیہ میں سے اس بیاض کے اقتباسات یکجا کیے جائیں تو اس کا ایک خاکہ ضرور سامنے آسکتا ہے۔

حاضر ہونے کی خواہش اور بسا اوقات نہایت اضطراب کے ساتھ حرمین شریفین کے بارے میں "مکاشفاتِ غیبانہ" کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ اسی مقدس سرزمین پر حاضری کے ارادہ سے نکلے تھے لیکن "کعبۂ مقصود" دہلی ہی میں مل گیا، پھر سرہند شریف میں "نزولِ کعبہ" کا واقعہ اور مکاشفہ اس ذوق وشوق کی نشاندہی کرتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷ء میں حج کے لیے ہندوستان سے روانہ ہوئے لیکن آپ کے ایک مکتوب سے جو ۱۰۵۷ھ/۱۶۴۷ء کا تحریر کردہ ہے آپ کے یہ سفر اختیار کرنے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے [۱]

حضرت خواجہ اپنے ایک خلیفہ شیخ بایزید بن بدیع الدین سہارنپوری کو اپنے ارادۂ سفر کی اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

امید دارم کہ اواخر ایں ماہ کہ ذی الحج باشد از بست و دوم تا بست و نہم انتقال از سرہند واقع شود و از راہ بندر سورت بہ کعبۂ مقصود وصول میسر آید .... ہر چند عقل عقیل نظر بہ عالم اسباب پابند می شود لیکن در راہ عشق پارہ از بند عقل باید برآمد [۲] .... الخ

مکتوب کے اس اقتباس سے مفصلہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں :-

حضرت خواجہ حج کے ارادہ سے ۲۲ ذی الحج کو سرہند سے روانہ ہوئے اور حدود ۲۹ ذی الحج کو بندر سورت سے گزرنے کی قیاسی تاریخ بتائی۔

حضرت خواجہ جب روانہ ہوئے تو یقیناً اس وقت سال روانگی ۱۰۶۷ھ تھا جیسا کہ حسنات کے ابتدائیہ میں مترجم نے وضاحت کی ہے۔ اس لیے اس مکتوب کا سال تحریر ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷ء متعین ہو جاتا ہے۔

---

[۱] محمد معصوم ، مکتوبات ۲/ ۷۰

[۲] ایضاً ۲/۴/۷

حضرات صاحبزادگان ہندوستان کے مختلف شہروں کے طویل سفر اور سلسلہ مجددیہ کے بزرگوں کے مزارات کی زیارت کرتے ہوئے سورت پہنچے تھے۔

حضرات جب سرہند شریف سے رخصت ہوئے تو پہلا قیام پانی پت کی بڑی مسجد میں ہوا[1] بہت سے مزارات کی زیارت کے لیے بھی گئے۔ سب سے پہلے اپنے جد بزرگ حضرت شیخ عبدالاحد، پھر امام رفیع الدین[2] اور حضرت مجدد اور پھر پانی پت میں مزار حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر اور شیخ احمد ترک، دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت نظام الدین اولیا، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، امیر خسرو وغیرہ[3]

حضرات دیگر کئی مزارات پر بھی گئے حضرت خواجہ محمد نعمان بدخشی خلیفہ حضرت مجدد، اور حضرت مجدد کے شہرۂ آفاق سوانح نگار مولانا محمد ہاشم کشمی کے مزار پر خصوصیت سے جانے کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت وحدت لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ محمد سعیدؒ قدس سرہ نے جب برہانپور کے قیام کے دوران خواجہ کشمی کے مزار پر جانے کا قصد کیا تو عالم مثال میں وہ ہمارے استقبال کے لیے آتے ہوتے معلوم ہوتے جس کا انہوں نے دور سے ہی ادراک کر لیا:

قال سیدنا الشیخ (محمد سعید) فی برهانپور لما اردت زیارت قبر خلیفه مجدد الالف الثانی خواجه هاشم البدخشی استقبلنی من مقامه فادرکنی علیٰ مسافة[4] ...... الخ

---

[1] صفر احمد : مقاماتِ معصومیہ ۴۸۴

[2] وحدت عبدالاحد سرہندی : لطائف المدینہ ۔ قلمی ورق ۱۲-ا

[3] ایضاً : ورق ۱۲-ب-۱۳-ا ہر مزار کی خصوصیات اور ان پر اپنے مکاشفات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

[4] ایضاً : ورق ۱۳-ب

اسی طرح یہ حضرات اس سلسلہ کے دوسرے اصحاب کے مزارات پر بھی حاضر ہوئے جن کی تفصیل حضرت وحدت نے لطائف المدینہ میں دی ہے۔

مختلف مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً تمام صاحبزادگان اس سفر میں شریک ہوئے۔ اگر روضۃ القیومیہ کے اس بیان پر اعتماد کیا جائے تو یہ ایک بہت بڑا اہل اللہ کا لشکر تصور کیا جائے گا۔ وہ لکھتے ہیں :

> حضرت خواجہ اپنے دونوں بھائیوں (حضرت خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد یحیٰی) اور سات ہزار خاص مریدوں جن میں دو ہزار آپ کے خلفاء اور سات سو حضرت مجدد کے، جن میں سو بڑے خلفاء بھی تھے .... روانہ ہوئے[1] .....

حضرت خواجہ کے خلفا ساکن حرمین

حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے کئی خلفا حرمین الشریفین میں مقیم اور ارشاد و تبلیغ اور درس و تدریس میں مصروف تھے ان سب کے حالات اور کمالات کا احاطہ اس مقدمہ میں مشکل ہے چند شخصیات کا مجمل تعارف کروایا جا رہا ہے۔

شیخ محمد مراد شامی[2]

اگرچہ ان کا قیام شام اور دمشق میں تھا لیکن اکثر حرمین الشریفین میں مقیم رہتے تھے۔ عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کے ماہر تھے۔ ان کے والد شیخ علی "سمرقند کے نقیب الاشرف" تھے۔ یہ شیخ محمد مراد ہندوستان آئے اور حضرت خواجہ محمد معصوم سے

---

[1] کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ ۸۹/۲

[2] ان کا پورا نام و نسب اس طرح ہے۔ شیخ مراد بن علی بن داؤد، بن کمال الدین بن صالح ابن محمد حسینی حنفی بخاری نقشبندی (مرادی : سلک الدرر ۱۲۹/۴)

استفادہ کیا۔ واپسی پر بلادِ عجم کا سفر بھی کیا، سمرقند اور بلخ کے مشائخ سے ملے اور مشہور شاعر مرزا صائب سے ایران میں ملاقات ہوئی۔ دوسرے حج کے بعد ۱۰۸۰ھ/۱۶۷۰ء میں وہ دمشق گئے۔ ۱۰۹۲ھ/۱۶۸۱ء میں رُوم اور قسطنطنیہ کے سفر کے بعد ۱۰۹۷ھ/۱۶۸۶ء میں تیسری مرتبہ حج کیا اور ایک سال حرمین الشریفین میں مقیم رہے۔ ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۸ء میں انہوں نے چوتھی مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی۔ انہوں نے اپنے علاقے میں ایک مدرسہ قائم کیا جو مدرسہ نقشبندیہ کہلاتا تھا۔

شیخ محمد مراد کو دس ہزار احادیث مع اسناد حفظ تھیں۔ ان کی وفات ۲۱ ربیع الآخر ۱۱۳۲ھ/۱۷۲۰ء میں جامع ابی ایوب خالد انصاری میں ہوئی اور مدفن درس خانہ مدرسہ المعروفہ محلہ نیشانجی پاشا قسطنطنیہ ہے[1]۔

شیخ محمد مراد کے جو حالات ان کے علاقائی مآخذ میں بیان ہوتے ہیں ان کی روشنی میں سرہند میں تالیف ہونے والے اعتقادی تذکروں میں بہت سی غلطیوں کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ مثلاً سب سے زیادہ مبالغہ مؤلفِ روضۃ القیومیہ[2] نے کیا ہے کہ شیخ مراد امی محض تھے، حالانکہ شیخ مراد کی قریب العہد اور ان کے پوتے کی تالیف سلک الدرر کے حوالے سے ہم لکھ آئے ہیں کہ وہ حافظ حدیث تھے۔ انہوں نے ان کے اساتذہ کے نام بھی لکھے ہیں۔ مقاماتِ معصومیہ میں ان کے نام کی نسبت "کشمیری ثم شامی" سے

---

[1] مرادی محمد خلیل : سلک الدرر ۴/۱۲۹-۱۳۰
شیخ مراد کے سال وفات میں تذکرہ نویسوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مؤلف مقامات معصومیہ نے حدود ۱۱۲۴ یا ۱۱۲۵ھ لکھا ہے (۸۴۳) ظاہر ہے کہ مؤلف سلک الدرر شیخ مراد کے اخلاف میں تھے اس لیے ہم نے ان کے مندرجہ سال وفات ۱۱۳۲ھ کو ترجیح دی ہے جب کہ مؤلف مقاماتِ معصومیہ نے صحیح سال کے تعین کی بجائے "حدود" لکھ کر اس باب میں اپنی اپنی لاعلمی کا اظہار فرمایا ہے۔

[2] روضہ ۲/۲۳۷ ہم نے مقاماتِ معصومیہ کے حواشی میں ایسے متضاد بیانات کی نشاندہی کر دی ہے۔

اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اصلاً کشمیر کے ہوں گے یا کشمیر آکر مقیم ہوتے ہوں لیکن ان کے علاقائی مآخذ اس کی تصدیق نہیں کرتے اور نہ ہی رجال کشمیر کے سلسلے میں کشمیری مآخذ[1]

مؤلف روضۃ القیومیہ نے لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ حج کے لیے حجاز مقدس میں حاضر ہوتے تو شیخ مراد بھی کئی ہزار شامیوں کے ہمراہ حضرت کے استقبال کے لیے مکہ میں حاضر ہوتے[2] تاہم یہ امر مسلمہ ہے کہ ان کی وجہ سے شام اور ترکی میں سلسلہ نقشبندیہ کو بڑا فروغ ہوا۔ شیخ محمد مراد بھی کئی کتابوں کے مؤلف بھی تھے انہوں نے مکتوبات حضرت مجدد کے بعض حصوں کا عربی میں ترجمہ بھی کیا تھا[3]۔ ایک رسالہ فی آداب الطریقۃ النقشبندیہ[4] اور نقشبندی سلسلہ کے آداب پر بہت سے رسائل اور مکتوبات وغیرہ ہیں[5]۔

شیخ محمد مراد کی سب سے مشہور تالیف "المفردات القرآنیہ" ہے، جو دو جلدوں میں ہے۔ اس میں آیات کی تفسیر اس طرح ہے کہ پہلے عربی میں پھر فارسی اور آخر میں ترکی زبان میں کی گئی ہے ۔۔۔ یہ کتاب سلک الدرر کی تالیف تک علماء میں

---

[1] تاریخ کشمیر اعظمی میں جن شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری نقشبندی کے حالات ملتے ہیں ان کے والد کا نام مفتی محمد طاہر ہے جب کہ زیر نظر شخصیت کے والد کا نام شیخ علی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ہمارا مقالہ شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری (مشمولہ نور اسلام۔ اولیائے نقشبند نمبر) البتہ فہرست سازوں نے جامع المفردات کے بیان میں مؤلف کے نام کے ساتھ کشمیری لکھا ہے۔ جس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید شیخ مراد نے خود بھی اپنے نام کے ساتھ کشمیری لکھا ہو۔

[2] روضہ ۹۳/۲

[3] صفر احمد : مقامات معصومیہ ۸۴۱

[4] بغدادی، اسمٰعیل : ہدیۃ العارفین ۳۱۶/۲ طبع بیروت

[5] مرادی : سلک الدرر ۱۳۰/۴
کحالہ عمر رضا : معجم المؤلفین ۱۱/۱۲ طبع بیروت

بہت ہی مقبول تھی۔[1]

ہمیں بعض مستند ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ جامع المفردات کے چند نہایت خوشخط قلمی نسخے ترکی کے کتب خانوں میں اب تک محفوظ ہیں۔

شیخ مراد کے دو صاحبزادوں میں سے شیخ مصطفےٰ نے بھی حضرت خواجہ محمد معصوم سے کسب فیض کیا تھا۔[2] ہمارے خیال میں حضرت کا جو طویل عربی مکتوب[3] جس شیخ مصطفےٰ کے نام ہے وہ یہی شیخ مصطفےٰ مرادی ہیں۔

شیخ محمد مراد کے دوسرے صاحبزادے شیخ محمد دمشقی مرادی[4] (م ۱۱۶۹ھ / ۱۷۵۵ء) حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی کے خلیفہ تھے۔[5]

شیخ محمد مراد، حضرت خواجہ کے فرزندوں کا بھی اسی طرح احترام کرتے تھے۔ جب حضرت خواجہ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ محمد صبغۃ اللہ حج کے لیے گئے تو شیخ محمد مراد نے حاضر خدمت ہو کر ایک لاکھ روپے بطور نذر پیش کیے۔[6]

سیّد زین العابدین یمنی محدث مدنی

حضرت خواجہ کے عرب خلفاء میں ان کا نام بھی سرفہرست ہے۔ روضۃ القیومیہ کے ایک بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ سید زین العابدین عرب سے سرہند میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوتے تھے۔[7] حضرت خواجہ نے اپنے قیام حرمین الشریفین کے دوران

---

[1] مرادی : سلک الدرر ۴/ ۱۳۰

[2] صفر احمد : مقامات معصومیہ ۸۴۲ (ان کا نام روضۃ القیومیہ سے ماخوذ ہے ۲/ ۲۳۷)

[3] محمد معصوم : مکتوبات ۲/ ۵۲

[4] مرادی : سلک الدرر ۴/ ۱۱۴ - ۱۱۶ (مفصل حالات)

[5] کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ ۴/ ۲۹۷

[6] صفر احمد : مقامات معصومیہ ۸۴۲ [7] کمال الدین محمد احسان : ۲/ ۲۴۴

ان سے اجازتِ حدیث لی تھی[1] حضرت خواجہ کا ایک عربی مکتوب بھی ان کے نام ہے[2]
ان کے علاوہ بھی حضرت خواجہ نے کئی علماء حرمین کو اجازتِ ارشاد دی تھی، ان میں سے بعض کے اسماء تذکروں میں محفوظ ہیں۔

شیخ عمر شافعی یمنی نے بھی آپ سے خلافت پائی اور اپنے پیر کی اتباع میں حنفی مسلک اختیار کرنا چاہا لیکن حضرت نے منع کیا۔ یمن میں ان سے اس سلسلہ کو بڑا فروغ ہوا۔ خواجہ محمد صادق بخاری بھی حضرت کی طرف سے عرب میں ہی مصروف کار تھے[3] مولانا عبداللہ حجازی بھی آپ کے خلیفہ تھے اور شیخ محمد مراد کے ہمراہ حضرت خواجہ کی حرمین الشریفین سے واپسی کے وقت مکہ میں حاضر تھے[4] اسی طرح مولانا محمد امین بدخشی جو حضرت شیخ آدم بنوڑی کے خلیفہ، ان کے سوانح نگار اور حضرت خواجہ سے بھی منسلک تھے وہ عربستان میں نہ صرف سلسلۂ نقشبندیہ کی اشاعت میں مصروف تھے بلکہ ان کی بدولت مخالفین سلسلہ مجددیہ کی مخالفت فرو ہوئی اور انہوں نے اس سلسلہ میں تحریری طور پر بہت اہم کام کیا[5]

حضرت خواجہ کے قیام حرمین کے اثرات

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے سفرِ حرمین کے بڑے مثبت اثرات مرتب

---

[1] صفر احمد : مقاماتِ معصومیہ ۴۸

[2] محمد معصوم : مکتوبات ۲/ ۱۴۱۔ ان کی نسبت یمنی روضۃ القیومیہ سے اور محدث مدنی کا لقب مقاماتِ معصومیہ سے ماخوذ ہے۔

[3] محمد احسان : روضہ ۲/ ۲۴۴

[4] ایضاً : ۲/ ۱۱۴

[5] تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمۂ ہذا تحت حضرت خواجہ کے قیام حرمین کے دوران تالیف ہونے والی کتب سلسلہ مجددیہ۔

ہوئے تھے اور ان اثرات کے بہت سے پہلو ہیں۔ ہم صرف دو نکات پر بحث کر رہے ہیں۔

اوّل اس سفر کے دوران تالیف ہونے والی کتب سلسلہ نقشبندیہ۔

دوم اس سلسلہ کی نشر و اشاعت عربستان میں۔

آپ کے قیام حرمین کے دوران تالیف ہونے والی کتب سلسلہ

ان سنین (۱۰۶۷-۱۰۶۸ھ/۱۶۵۷-۱۶۵۸ء) میں سلسلہ مجددیہ پر ہندوستان اور عرب میں کئی اہم کتابیں مرتب ہوئیں۔ جن میں اوّل کتب مناقب و احوال دوم حضرت خواجہ اور اعیان سلسلہ کی تائید میں مؤثر کتب اور سوم حقیقتِ کعبہ کے مسئلہ پر کئی رسائل اس دوران تالیف ہوئے جن کا مختصر تعارف یہ ہے :۔

(۱) لطائف المدینہ ۔ حضرت شیخ عبد الاحد وحدت سرہندی نے اپنے والد حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی کے احوال، ملفوظات اور سفر حرمین کے دوران آپ کے مکاشفات فصیح عربی زبان میں ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء کو ہی مرتب کر لیے تھے۔ مولانا محمد امین بدخشی نے نتائج الحرمین میں حضرت خواجہ محمد سعید کے جن مکاشفات کو حضرت وحدت کے حوالہ سے نقل کیا ہے وہ اس رسالہ سے ماخوذ ہیں ہم نے تحقیق و حواشی سے اس اہم رسالہ کو مرتب کر لیا ہے انشاء اللہ جلد طبع ہو جائے گا۔

(۲) مولانا بدخشی نے لکھا ہے کہ مخدوم زادوں نے اپنے قیام حرمین کے دوران اپنے مکاشفات پر کئی رسائل لکھے تھے۔ ان میں حضرت وحدت کے نام کے ساتھ علامہ محمد فرخ مجددی کے رسالہ مکاشفات کا بھی ذکر کیا ہے۔[1]

---

[1] بدخشی محمد امین : نتائج الحرمین ورق ۲۲۴ ب ۲۲۵ - ا
بدخشی : مقامات احمدیہ و معصومیہ ۴۵ (اردو ترجمہ طبع لاہور)

(۳) مولانا بدخشی نے ہی صراحت کی ہے کہ اس قیام کے دوران حضرت خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم نے حضرت خواجہ کے مناقب لکھ کر بدخشی کو دیے کہ وہ انہیں نتائج الحرمین میں شامل کر لیں[۱]۔

(۴) مؤلفِ حضرات القدس مولانا بدرالدین سرہندی کے فرزندوں نے حضرتِ خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد کے حالات پر اس دوران کئی رسائل تالیف کیے۔ مولانا بدخشی لکھتے ہیں :

"شیخ بدرالدین و فرزندان او در مناقب ایشان رسالہا و مکتوبہا و کرامتہا جمع کردہ اند"۔[۲]

(۵) تالیفات مولانا محمد امین بدخشی : حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت شیخ آدم بنوڑی کے خلیفہ مولانا بدخشی نے بھی اس دوران میں کئی اہم کتابیں تالیف کیں۔ ان کی کتابوں کی خاصی تعداد ہے۔ ان میں ہم صرف متعلقہ کتابوں کا ذکر کر رہے ہیں۔

مقاماتِ احمدیہ و مناقب حضرات المعصومیہ۔ یہ کتاب مولف نے حضرت خواجہ کے حرمین الشریفین میں حاضر ہونے پر عربی زبان میں لکھی تھی۔ نتائج الحرمین کی تکمیل حدود ۱۰۹۳ھ/۱۶۸۲ء کے بعد اس کا خلاصہ فارسی زبان میں بھی کیا تھا۔ نیز انہوں نے وضاحت کی ہے کہ مجھے "علوم و معارف و مناقب حضرت خواجہ پر کئی رسائل لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی"۔[۳]

---

[۱] بدخشی ، مناقب احمدیہ و مقامات معصومیہ ۴۸

[۲] بدخشی : نتائج الحرمین ۔ ورق ۲۹۳ ۔ ا ، ب

[۳] بدخشی : نتائج الحرمین ۔ ورق ۲۷۸ ۔ ب

رسالہ مناقب احمدیہ و مقاماتِ معصومیہ کا ایک بہت ہی غیر مربوط اور متن سے خاصا مختلف سا اُردو ترجمہ لاہور سے ۱۹۴۰ء میں طبع ہوا تھا۔

مولانا بدخشی کی سب سے اہم کتاب نتائج الحرمین ہے جو تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کا بنیادی موضوع حضرت شیخ آدم بنوڑی (ف ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء) کے احوال، مناقب اور افکار کا بیان ہے لیکن ضمناً اس میں سلسلہ مجددیہ کے بارے میں ایسی معلومات درج ہو گئی ہیں جن سے دوسرے مآخذ یکسر خالی ہیں مثلاً اس کی تیسری جلد میں حضرت مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اسرارہم کے حالات و کمالات کا بہترین طریقہ سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ خصوصاً حضرات کے سفر حج کی سب سے زیادہ تفصیلات اس میں درج ہوئی ہیں کیونکہ اس کے مؤلف حضرت خواجہ کے قیام حرمین کے دوران ہمہ وقت حضرتِ خواجہ کے ہمراہ رہتے تھے۔ نیز حضرت شیخ آدم بنوڑی کے ہجرت حرمین (۱۰۵۲ھ) سے لے کر سال تکمیل (۱۰۹۳ھ/۱۶۸۲ء) تک حرمین الشریفین میں سلسلہ نقشبندیہ کی نشر و اشاعت کیلئے جو سعی کی گئی اس کی سب سے زیادہ معلومات کی حامل بھی یہی کتاب ہے۔

(۶) مناقب کے ساتھ ساتھ اس قیام کے دوران بعض حاسدین نے حضرت خواجہ کی "مذمت" میں بھی رسائل لکھے تھے[۱] جن کے جواب علماء نے موثر طور پر دیے تھے اور ردّ و قبول کا یہ سلسلہ حضرت سے پہلے اور وصال کے بعد تک بھی جاری رہا، کتاب "مواہب القیوم فی تائید احمد و معصوم" اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

(۷) حضرت کے حرمین الشریفین پہنچنے سے پیشتر ہی وہاں حقیقتِ کعبہ کا مسئلہ علماء کے درمیان زیرِ بحث تھا۔ نقشبندی حضرات کا خیال تھا کہ "کعبہ سنگ و کلوخ کا نام نہیں ہے بلکہ حقیقتِ کعبہ تمام حقائق سے افضل ہے حتیٰ کہ حقیقتِ

---

[۱] بدخشی : مناقب احمدیہ ۴۰

انبیاء کرام سے بھی۔"

یہ مسئلہ اس وقت شدت سے بحث کا موضوع بن جاتا ہے جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے خلیفۂ اجل حضرت شیخ آدم بنوڑی ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء میں ہجرت کر کے حرمین الشریفین میں مقیم ہو جاتے ہیں اس وقت سے حضرات مخدوم زادگان کے حرمین پہنچنے تک (یعنی ۱۰۶۸ھ) اس موضوع پر کئی رسائل تائیدی و تردیدی وجود میں آ چکے ہوتے ہیں۔ خود حضرات سرہند نے ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷ء میں سرہند سے اس موضوع پر مفصل رسائل تالیف کر کے حرمین کے علماء کے پاس بھیجتے تھے[۱] جن میں انہوں نے اپنے مذکورہ بالا مسلک کی تائید میں پُر زور دلائل بھی دیئے۔ مولانا محمد امین بدخشی خلیفۂ حضرت شیخ آدم بنوڑی نے اس موقع پر سب سے اہم کردار ادا کیا اور اس موضوع پر ایک مفصلہ رسالہ "المفاضلہ بین الانسان والکعبہ" کے نام سے لکھ کر اس قسم کے تمام تالیف شدہ رسائل کا جائزہ لیا ہے[۲]۔ انہوں نے عربی و فارسی میں اس موضوع پر کئی اہم رسائل تالیف کرنے کا بھی ذکر کیا ہے اور اپنی سب سے مشہور کتاب نتائج الحرمین میں اس مسئلہ کے لیے تقریباً چالیس صفحات وقف کیے ہیں[۳]۔ اگر معاملہ یہاں تک ہی رہتا تو زیادہ اختلاف پیدا نہ ہوتا لیکن جب حاسدین سے اس موضوع پر دلائل نہ بن سکے تو وہ سلسلہ مجددیہ کی مخالفت کے لیے دوسرے ذرائع استعمال کرنے لگے[۴] اور یہ سلسلہ عرصہ تک وہاں چلتا رہا۔ دونوں اطراف سے تائیدی و تردیدی رسائل

---

[۱] بدخشی : المفاضلہ ورق ۱

[۲] یہ رسالہ ابھی تک طبع نہیں ہوا۔ اس کے بہت سے اقتباسات نتائج الحرمین میں پائے جاتے ہیں۔

[۳] بدخشی : نتائج الحرمین۔ نسخہ۔ ل ورق ۱۹۴-۲۱۶

[۴] بدخشی : المفاضلہ (اس رسالہ میں اس سلسلہ کی نشر و اشاعت کی راہ میں جو رکاوٹیں پیش آئیں ان کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔)

لکھے جاتے رہے[1]۔

عربستان میں سلسلہ مجددیہ کی ترویج

جس طرح سلسلۂ علیہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت ہندوستان، ماوراُالنہر، ایران اور مغربی علاقوں میں ہوئی اس طرح عرب میں یہ سلسلہ بڑی سرعت سے رائج ہوا سلسلہ نقشبندیہ کے فعال ترین بزرگ مصنف حضرت خواجہ محمد پارسا (ف ۸۲۲ھ/۱۴۲۰ء) مدفون جنت البقیع (مدینہ منورہ) حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلیفۂ اجل شیخ تاج الدین سنبھلی کا قیامِ حرمین اور اس سلسلہ کی معروف کتاب رشحات کا عربی ترجمہ[2]، پھر مکتوبات حضرت مجدد کے عربی تراجم نے مل کر اس سلسلہ کی ترویج کے لیے ایسا ماحول پیدا کر دیا جس سے اس میں روز بروز اتنی ترقی ہوئی کہ حضرت خواجہ محمد معصوم ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء میں جب حرمین الشریفین پہنچے تو ان کا جس طرح خیر مقدم کیا گیا اس کا مفصل تذکرہ اور آپ کے بہت سے عربی خلفاء میں سے چند ایک کا تعارف بھی کروایا جا چکا ہے۔

مولانا محمد بن فضل اللہ محبی نے خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی والعشر میں، شیخ محمد خلیل مرادی نقشبندی (جن کے جدِ اعلیٰ حضرت محمد مراد مذکور حضرت خواجہ کے خلیفہ تھے) نے سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی والعشر میں اور مولانا محمد امین بدخشی نے نتائج الحرمین میں ایسی تمام سرگرمیوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے جن کا تعلق اس سلسلہ کی ترویج سے ہے اور اس سلسلہ سے وابستہ بہت سے اصحاب کے بلند احوال اور کمالات کا دلنشین پیرایۂ بیان میں تذکرہ کیا ہے، جن کی روشنی میں ان اثرات کا جائزہ لینا بہت آسان ہو جاتا ہے جو ان نفوس قدسی کے دم قدم سے اس پاک سرزمین پر مرتب ہوئے۔

---

[1] ہم نے اس موضوع پر ایک مفصل مقالہ "حضرت مجدد کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں" لکھا ہے، مشمولہ معارف اعظم گڑھ ۱۹۸۲ء

تعلقاتِ حضرت خواجہ محمد معصومؒ اور حضرت شیخ آدم بنوڑیؒ

ایک غلط فہمی کا ازالہ

روضۃ القیومیہ کے ذریعہ عوام وخواص میں یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ اور حضرت شیخ آدم بنوڑیؒ کے تعلقات بہت کشیدہ تھے بلکہ ڈاکٹر ایس ایم اکرام نے تو ان سرہندی حضرات کی دو پارٹیاں بنانے کی کوشش کی ہے۔ تعجب ہے کہ ڈاکٹر اکرام صاحب روضۃ القیومیہ پر ہر قسم کی تنقید کرتے ہوئے اُسے غیر محتاط، غالی معتقد، کم علم اور غیر ثقہ سب کچھ کہے جا رہے ہیں اور قارئین کو احتیاط کے ساتھ اس کے مطالعہ کی تلقین بھی مسلسل کرتے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جہاں مجددی سلسلہ کے خلاف کوئی روایت ملتی ہے جس سے ان کے موقف کو سہارا ملتا نظر آتا ہے اُسے تو روضۃ القیومیہ پر تبصرہ کیے بغیر قبول کر لیتے ہیں اور جہاں کہیں ان کے اپنے خیالات پر زد پڑتی ہے وہاں روضۃ القیومیہ انہیں رطب و یابس کا مجموعہ نظر آنے لگتا ہے۔

بالکل ایسا ہی معاملہ روضۃ القیومیہ کی ان متضاد روایات کے بارے میں ہے۔ جو حضرت خواجہ اور حضرت شیخ آدمؒ سے متعلق ہیں۔ اس لیے ہمارے نزدیک ان روایات کا بھی بڑی تنقید کے ساتھ مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

روضۃ القیومیہ میں ۲۶ سال قیومیت (۱۰۵۱ھ) کے تحت لکھا ہے:

..... جب شیخ صاحب (آدم بنوڑی) کے مرید تعداد میں زیادہ ہو گئے۔ چنانچہ ہزارہا پٹھان آپ کے مرید ہو گئے تو آنحضرت (خواجہ محمد معصوم) کی اطاعت سے سر پھیر لیا اور علانیہ کہنے لگے کہ جو کچھ میرے نصیب میں تھا

مجھے حضرت قیوم اوّل سے مل چکا ہے۔ مجھے اب کسی اور کی ضرورت نہیں۔ شیخ صاحب کے مرید بھی انہیں حضرت مجدد الف ثانی کا نائب خیال کرتے اور انہیں حضرت قیوم ثانی رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے تھے ...... آنحضرت کے ناراض ہونے کی دوسری وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ شاہ جیو شیخ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانیؒ بنوڑ گئے تو انہوں نے شیخ آدم سے ایسی گفتگو سنی جس کا مطلب یہ تھا کہ حضرت جیو مجدد سے فیض حاصل کریں....... اسی بات کو بہت لمبا چوڑا کر کے اور کچھ باتیں ملا کر لوگوں نے حضرت قیوم ثانی کو لکھیں۔

صاحب روضۃ القیومیہ نے حضرت شیخ آدمؒ کے متعلق خواجہ محمد معصومؒ کا ایک مکتوب بنام حضرت شاہ جیو بھی کہیں سے نکال لیا ہے۔ مکتوب یہ ہے۔

بعض نامکمل اور ادھورے سالک اپنے خواب اور واقعات پر گمان کر کے اکابر دین کی برابری کرتے ہیں لیکن برابری کہاں ان سے برابری کی خواہش ایک خیال محال ہے جو محض نادانی اور خام خیالی ہے۔ بہت سے نادان از روے جہل مرکب اپنے واقعات پر بھروسہ کر کے خیالاتِ فاسدہ میں خود بھی مبتلا ہیں اور اوروں کو بھی گمراہ کیا ہے۔ ایسے لوگ گمراہ ہیں۔ انہوں نے ضائع کیا، کھویا اور گنوایا۔ اصل تو درکنار ابھی شاخ کے خیال تک کو نہیں پہنچے۔ محض خواب ہیں ان کی مثال چوہے کی سی ہے، جو ہلدی کی گانٹھ پر پنساری بن بیٹھا ہے[1]

صاحب روضۃ القیومیہ نے ۱۰۵۱ھ کے واقعات میں یہ سب کچھ لکھا ہے جیسا کہ مولانا بدخشی نے خود وضاحت کی ہے کہ وہ ان ایام میں خانقاہ سرہند میں مقیم تھے۔ اگر اس

---

[1] کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ ۲/۶۴

قسم کا کوئی واقعہ پیش آتا تو کہیں اشارتاً ہی اس کا ذکر کرتے۔ بلکہ نتائج الحرمین کے مطالعہ کے بعد تو یہ بات بہت واضح ہو جاتی ہے کہ صاحبزادگان سرہند اور حضرت شیخ آدمؒ کے درمیان تعلقات میں کسی قسم کی کشیدگی نہیں تھی۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت شیخ آدم بنوڑیؒ کے حضرت خواجہ محمد سعیدؒ بن حضرت مجددالف ثانیؒ کے ساتھ بہت اچھے مراسم تھے چنانچہ شیخ آدمؒ نے اپنے مریدوں اور فرزندوں کو تعلیم و تربیت کے لیے حضرت خواجہ کے پاس بھیجا تھا اور شیخ آدم، حضرت خواجہ کو حضرت مجدد کا قائم مقام جانتے اور تعظیم کرتے تھے۔ ان دنوں (۱۰۵۰ھ) مولانا بدخشی بھی خانقاہ سرہند میں مقیم تھے فرماتے ہیں :-

"ایشان (خواجہ محمد سعید) حضرت سیدی (شیخ آدم) را بسیار دوست می داشتند و فرزندان و فقرائے ایشان تربیت می کردند لہذا سیدی فرزندان خود را بایشان سپردہ بودند توجہ می خواستند و خود ہم تواضع نمودہ در حلقہ و خلوت ایشان می نشستند و بجای پیر خود تعظیم می کردند ایں جامع علیہ الرحمۃ در سال ہزار و پنجاہ زایشان مہربانی بسیار دیدہ [۱]"

حضرت خواجہ غلام محمد بن شیخ آدمؒ کو خود شیخ آدمؒ نے اپنے مخدوم زادوں کی خدمت میں حصولِ علم ظاہر و باطن کے لیے سرہند بھیجا ہوا تھا مولانا بدخشی ۱۰۵۰ھ میں سرہند میں مخدوم زادہ غلام محمد کے درس ہدایہ و مطول میں خود شریک تھے، فرماتے ہیں :

"مخدومی شیخ غلام محمد اکثر علوم را بخدمت حضرات پیرزادہائے خود بزرگوار یعنی مولانا خواجہ محمد سعید و سیدنا خواجہ محمد معصوم و سیدی شاہ محمد یحییٰ سلمہم اللہ تعالیٰ تحصیل علوم ظاہری و باطنی میکردم بخدمت ایشان (شیخ غلام محمد) ہم آشنائی و خصوصیت داشتم و در درسِ ایشان در ہدایہ و مطول شریک بودم از ایشان

---

[۱] محمد امین بدخشی : نتائج الحرمین نسخہ ۱، ورق ۲۹۳-۱

بغایت مہربانی میدیدم...... چوں در سہر ند ملازمت حضرت عزیزاں میفرستادند سفارش تربیت باطنی ایشان راہم میکردند[1]"

حضرت شیخ ابونصر ابانی[2] جنہوں نے باطنی تربیت حضرت مجدد الف ثانیؒ سے پائی تھی۔ حضرت مجدد قدس سرہ کی وفات کے بعد حضرت شیخ آدم کی خدمت میں مزید باطنی تربیت کے لیے حاضر ہوئے تو شیخ آدم نے یہ قبول نہیں کیا اور کہا میرے پیر بزرگوار کے مخدوم زادگان کے پاس جاؤ، کیونکہ وہی مریدوں کے مربی ہیں۔ بدخشی، شیخ ابونصر کی زبانی لکھتے ہیں :

"بعد از وفات ایشان قدس سرہ (حضرت مجدد الف ثانی) پیش حضرت خلیفۃ الزمانی علیہ الرضوان (شیخ آدم) آمدم ایشان را قبول نکردند و گفتند پیش حضرات مخدوم زادہ ہائے پیر بزرگوارِ ما بروید کہ ایشان مربی مریداں اند و حضرت ایشان لازم ترند[3]"

حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت شیخ آدم میں کوئی اختلاف نہیں تھا حضرت خواجہ محمد معصوم اپنے مریدوں کو شیخ آدم کی صحبت اختیار کرنے کی تاکید فرماتے تھے اور حضرت شیخ آدم اپنے مریدوں کو حضرت خواجہ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کی تلقین مکرر فرماتے تھے، لکھا ہے :

"در صحبتِ مخدومی و سیدی بودم امور مکروہہ و اغراض نفسانیہ از ہیچ یک ندیدم بلکہ ہر یک مرید خود را بدیگری ترغیب میکردند چنانچہ بارہا شنیدہ ام کہ سیدی بمریدان میگفتہ اند کہ حضرات مخدوم زادہای ما بکمالات صوری و

---

[1] محمد امین بدخشی : نتائج الحرمین ورق ۱۳۲ ب

[2] ایضاً : ورق ۲۲۵-۱

[3] ایضاً : ورق ۲۴۹-ب

معنوی آراستہ اند ہر کہ راغبت صحبت ایشان باشد ہیچ مانعی نیست اگر خواہند من اورا بردہ سفارش کنم[1]"

روضۃ القیومیہ کے مصنف نے نتائج الحرمین کا ایک اقتباس نقل کرتے ہوتے لکھا ہے کہ حضرت شیخ آدم بنوری نے کہا کہ "حضرت خواجہ محمد معصوم کی صحبت اختیار کرو اگر کوئی مجھ سے شرم کرتا ہے تو میں خود اس کی سفارش کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ آپ نے بعض کی سفارش حضرت خواجہ سے کی لیکن جواب کا شرف حاصل نہ ہوا[2]"

نتائج الحرمین کے منقولہ بالا اقتباسات کی روشنی میں حضرت شیخ آدم پر یہ محض بہتان ہے۔ خود مولانا محمد امین بدخشی نے حضرات مخدوم زادگان سرہند سے تین سال تک مسلسل سرہند میں رہ کر ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی تھی۔ ۱۰۵۱ھ میں حضرت خواجہ نے اپنی ایک خاص مجلس میں مولانا بدخشی سے کہا کہ میاں شیخ آدم بڑے بزرگ ہیں ان دنوں ان کی مجالس خوب گرم ہیں اور انہوں نے قادری سلوک بھی حاصل کیا ہے۔ اگر تمہیں ان کی صحبت اختیار کرنے کا اشتیاق ہے تو کوئی ممانعت نہیں۔ حضرت خواجہ نے بات یہیں پر ختم نہیں کر دی بلکہ صحبت شیخ آدم اختیار کرنے کے سلسلہ میں "ترغیب" کر" سے کام لیا فرماتے ہیں :

چند سالی کہ در ملازمت حضرات مخدوم زادہای بزرگوار بودم و تحصیل ضروریات دین میکردم دریں مدت چند سال ہرگز چیزی نشنیدم کہ موجب استخلاف شد بلکہ ہمیشہ تعلیم یک دیگر باشند میکردند خصوصاً شیخ محمد معصوم جیو نشستہ بودم باوجود حظ وافر در خاطر شوق بنور خطور میکرد بناگاہ ایشان مطلع گردیدہ مرا مخاطب نمودند کہ یا فلانی میاں شیخ آدم بسیار بزرگ اند

---

[1] ایضاً : ورق ۲۴۹ ب

[2] کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ ۲/۶۴

مجلسہای گرم دارند۔ اکنون شنیدہ می شود کہ ایشان میگویند کہ از حضرت میراں محی الدین ہم پیشتر گذشتہ ام اگر باشد ہیچ مانعی نیست و دریں ترغیب تکرار میکردند از یں سخن کمال انصاف وغایت نیک نفسی ایشان معلوم میشود۔ آنرا از طفیل آن خاطر رحمانی واجازت آن ناصح ربانی صحبت آن عارف ربانی در اشرف مکان بحصول پیوست"۔[1]

مولانا بدخشی نے حضرت شیخ آدم بنوڑی کے ہمراہ حرمین کا سفر اختیار کرنے کے لیے باقاعدہ حضرت خواجہ محمد معصوم سے اجازت لی تھی فرماتے ہیں :

"مقصود آن است کہ در صحبت سیدی (شیخ آدم) و رضای مخدومی (خواجہ محمد معصوم) آمدم شاہد آنکہ ہر دو عزیز را بہ خود مہربان دیدہ افادہ ہا یافتم در علوم و معارف و مناقب ایشان رسالہ ہا نوشتم"۔[2]

روضۃ القیومیہ کے مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ "شیخ آدم کے مرید بھی انہیں حضرت مجدد الف ثانی کا نائب خیال کرتے اور انہیں حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ سے افضل سمجھتے تھے"۔[3]

مندرجہ بالا مبحث کے بعد اس مہمل اقتباس پر تبصرہ کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ کہہ دینا لازم ہے کہ نتائج الحرمین میں شیخ آدم کے جتنے خلفاؑ کے حالات مندرج ہیں کسی نے ایسی کوئی بات نہیں کہی بلکہ شیخ کے خلفاء تو مبتدیوں کو خانقاہ سرہند میں استقامت کے ساتھ مقیم رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ خود مولانا بدخشی کے ایک ہم سبق مولانا شیخ عثمان پشاوری جو شیخ آدم کے خلیفہ بھی تھے، مولانا کو خانقاہِ سرہند میں قیام

---

[1] بدخشی : نتائج الحرمین ورق ۱۸۷ ب - ۱۸۸-۱

[2] ایضاً : ورق ۲۷۸ ب

[3] کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ ۲/ ۶۳

پر مجبور اور مستقل مزاج رہنے کی تلقین کرتے رہے۔ لکھا ہے:

"در خانقاہِ سہرند پیش فقیری آمدند و باقامت و استقامت در ہمیں خانقاہ ترغیب میکردند و میگفتند آنچہ ما از بنوڑ حاصل کردیم شما ہم داریم۔"[1]

نتائج الحرمین میں متعدد ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے ان دونوں حضرات کے مخلصانہ تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ ایک مثال اور ملاحظہ ہو:

"چنانکہ مخدومی فقیر را بسیدی ترغیب کردند...... و سیدی ہم جمعی را بہ مخدومی ترغیب میکردند و میگفتند کہ حضرات مخدوم زادہای بکمالات صوری و معنوی آراستہ اند ہر کرا رغبت بصحبت ایشان باشد مبارک است اگر خواہد من اورا بردہ سفارشش کنم۔"[2]

صاحب روضۃ القیومیہ نے حضرت شیخ آدم بنوڑی کی اہانت کے سلسلہ میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ سے جو منقولہ بالا مکتوب منسوب کیا ہے۔ اسے ڈاکٹر ایس ایم اکرام نے بغیر کسی ردّ و قدح کے قبول کر لیا ہے۔ یہ تعجب کا مقام اس لیے نہیں ہے کہ مکتوب نقل کرنے سے پیشتر ڈاکٹر اکرام، مجددی حضرات کے سیرِ مقامات پر تنقید کرتے چلے آرہے تھے کہ اچانک انہیں شیخ آدم کے سیرِ مقامات کے خلاف ایک وضعی مکتوب ملا جسے انہوں نے یہ کہتے ہوتے اپنی کتاب میں جگہ دے دی:

مجددیوں نے اپنی طرف سے ایسے واقعات کا اشتہار دیا ہے کہ عقل حیران ہوتی ہے اور خیال آتا ہے کہ اگر ان بزرگوں نے پرانے صوفیوں کی بعض غلطیوں کی اصلاح کی ہے تو کیا انہوں نے بلندیوں اور خوش اعتقادوں کو اُلجھانے کا اس سے زیادہ سامان تو نہیں پیدا کر دیا! احوال و مقامات

---

[1] محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین ورق ۲۳۰ ب۔ نسخہ ا۔

[2] ایضاً: ورق ۲۷۹۔ ا

پر بھروسہ رکھنے سے انسان جن خام خیالیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کا اندازہ اس خط سے ہو سکتا ہے جو حضرت مجدد کے جانشین خواجہ محمد معصوم نے اپنے چھوٹے بھائی کو اپنے والد کے ایک مشہور خلیفہ شیخ آدم بنوڑی کی نسبت لکھا ہے[1]:

معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر اکرام روضۃ القیومیہ سے خواجہ صاحب کا یہ مکتوب نقل کرتے وقت روضۃ القیومیہ کے غیر ثقہ اور غیر مستند ہونے کا اپنا سبق بھول گئے تھے۔ اگر بنظر تحقیق دیکھا جائے تو حضرت خواجہ کے مکتوبات کے مجموعہ میں یہ مکتوب سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ:

مخدوم زادہ سید محمد اولیاؒ بن حضرت شیخ آدم نے اپنے برادر بزرگ شیخ غلام محمدؐ کی وفات (۱۰۶۵ھ) کے بعد سجادہ نشینی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس باب میں نہایت انکسار فرمایا تو والد بزرگوار کے خلفائے کبار نے جمع ہو کر منصب مشیخت قبول کرنے کی درخواست کی تو پھر بھی انکار کر دیا۔ آخر جب مخدوم زادگان سرہند نے سنا تو خود بنوڑ تشریف لائے اور انہیں مسندِ سجادگی پر بٹھا کر اپنی دستار عنایت کی اور خلافت دے کر عزت بخشی لکھا ہے:

"تا آنکہ حضرات عزیزان سہرند شنیدہ در بنوڑ تشریف آوردہ ایشانرا سجادہ نشین ساختند و دستارِ خود را بر ایشان نہادند خلافت دادند[2]"

اگر روضۃ القیومیہ میں منقول مکتوب (درباره حضرت شیخ آدم) صحیح ہوتا تو صاحبزادگان ایسا اقدام نہ کرتے اپنی دستار و خلافت سے نہ نوازتے۔

اس لیے ہمارے نزدیک یہ مکتوب بالکل وضعی ہے اور ان حضرات کے مابین کوئی نزاع نہیں تھی۔

---

[1] اکرام ایس ایم: رود کوثر ۲۹۷ [2] محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین نسخہ ا، ورق ۱۳۶-ا
چونکہ حسنات الحرمین میں حضرتِ خواجہ کے مزارِ شیخ آدم پر جانے کا ذکر آیا ہے اس لیے ہمیں اس موضوع پر تفصیل سے لکھنا پڑا۔

۲۔ سرہند میں حضرت خواجہ محمد معصوم کے مزار کا گنبد (ماخوذ از کتابچہ سرہند)

Muhammed Ma'sum Hazretlerinin türbelerinin görünüşü
A view of Hadrat Muhammed Ma'sum's tomb
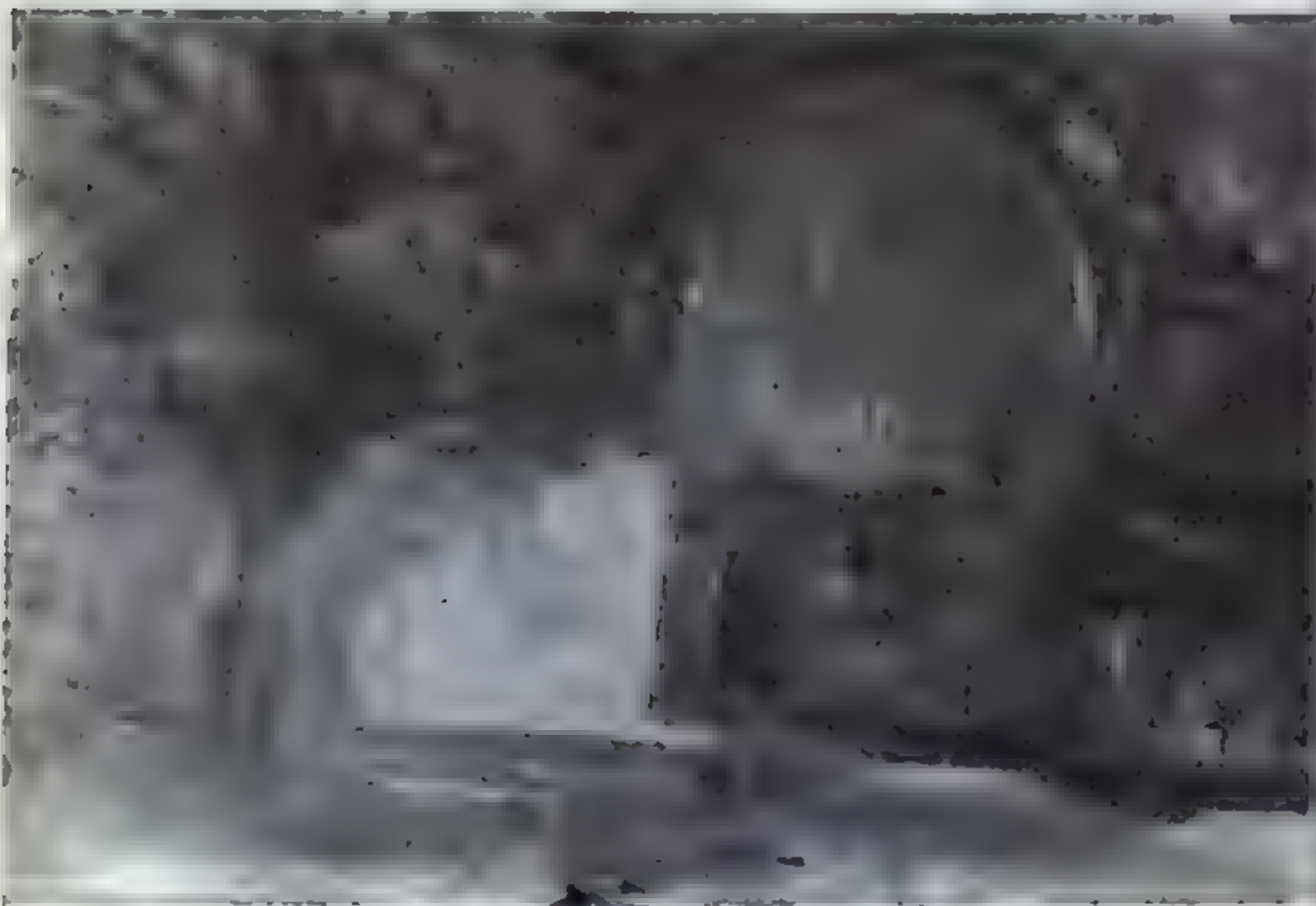
Muhammed Ma'sum Hazretlerinin türbelerinin kapısı
The gate of Hadrat Muhammed Ma'sum's tomb

۳۔ درگاہِ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کا دروازہ (ماخوذ از کتابچہ سرہند)

مؤلف حسنات الحرمین

حضرت مروج الشریعۃ محمد عبید اللہ

حضرت مروج الشریعۃ صاحب ملفوظاتِ ہٰذا حضرت خواجہ محمد معصوم کے فرزند، حضرت مجدد الف ثانی کے پرتے اور مکتوباتِ معصومیہ کی جلد اول کے جامع ہیں۔

ان کی ولادت رجب ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۹ء میں ہوئی[1]

ابتدائی اور اکثر متداول علوم کی تحصیل اپنے عم بزرگ حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمۃ سے کی، مولانا بدرالدین سلطانپوری[2] اور اپنے والد سے بھی پڑھا تھا مؤلف مقاماتِ معصومیہ کا بیان ہے:

اکثر تحصیل علوم ظاہرہ بخدمت عم اشرف خود حضرت خازن الرحمۃ و پیش جامع العلوم ملا بدرالدین نمودہ اند........ در آخر عمر مبارک حضرت ایشان رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح مسلم پیش آنحضرت می خواندند[3]

کم سنی میں ہی زیرک و حاضر جواب تھے۔ سات سال کے تھے کہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی سرہند گئے تو ان کے سوالات کے فی البدیہہ جوابات دیئے[4]

---

[1] صفر احمد معصومی: مقاماتِ معصومیہ۔ قلمی نسخہ ب ۵۵۱
سال ولادت میں اختلاف ہے۔ مؤلف روضۃ القیومیہ (۲/۲۸۷) نے ۲۱ شعبان ۱۰۳۷ھ دیا ہے۔ ہمارے نزدیک مقاماتِ معصومیہ کے بیانات کو ترجیح حاصل ہے۔

[2] حالات کے لیے ملاحظہ ہو مقدمہ ہٰذا تحت خلفائے حضرت خواجہ

[3] صفر احمد: مقاماتِ معصومیہ ۵۵۳

[4] ایضاً: ۵۵۲

درس و تدریس

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد مبارک نے درس و تدریس کے میدان میں بھی خاصا نمایاں کام کیا ہے جس پر تحقیقی مواد خاصا موجود ہے۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ سلسلہ مجددیہ کی ان خدمات کا بھی بھرپور طور پر جائزہ لیا جائے۔ چنانچہ حضرت مروج الشریعۃ کا ذوق درس و تدریس بھی قابل توجہ ہے۔ ان کے ایک معاصر مؤلف شیخ عبدالفتاح نے لکھا ہے کہ ان کے حلقہ درس میں ساٹھ ستر کے قریب طلبہ حاضر ہوتے ہیں اور نہایت خوش گوئی سے درس دیتے ہیں۔

> قبلہ اہل معرفت شیخ عبداللہ معروف بہ میاں حضرت خلف حضرت شیخ محمد معصوم سرہندی...... در حلقۂ درس ایشان قریب شصت و ہفتاد کس حاضر می شدند و بسیار خوش گو و خوش رُو و خوش خلق و خوش محاورہ بودند[1]

خود فرماتے ہیں کہ ۱۰۷۲ھ/۱۶۶۱ء میں مجھے مروج الشریعۃ کا خطاب القا ہوا لکھتے ہیں:

> روز یکشنبہ ۱۰۷۲ھ بست و چہارم ربیع الاوّل در قیلولہ نیم روزہ بہ خطاب ممتاز گردید کہ مروج الشریعت۔ بعد ازاں در ہماں تاریخ بسطے عظیم رو داد[2]

نیز ۱۰۷۶ھ/۱۶۶۵ء میں بشارت ملی کہ تمہاری ولایت، ولایت محمدی ہے:

---

[1] عبدالفتاح بن محمد نعمان بدخشی: مفتاح العارفین۔ قلمی۔ ذخیرۂ شیرانی، کتب خانہ دانش گاہ پنجاب ورق ۲۵۷۔ ا

[2] مروج الشریعۃ: خزینۃ المعارف ۱۳۱/۱۰۹

بہ یقین معلوم شد کہ ولایت تو ولایت محمدی است علی صاحبہا السلام
وکان ذالک ظاہراً اوائل ذی الحج ۱۰۷۶ھ[1]
ان کی تسبیح میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تسبیح خاص کے دو دانے
بھی شامل تھے جو انہوں نے کسی تقریب سے حاجی محمد معقول کو ارسال فرمائی تھی[2]

تالیفات

مؤلف روضۃ القیومیہ نے لکھا ہے کہ حضرت مروج الشریعت کی بہت سی
تالیفات ہیں[3] لیکن ہمیں اس وقت تک اُن کی صرف منفصلہ ذیل کتابوں کا علم ہوا ہے۔

مکتوباتِ معصومیہ جلد اوّل

حضرت مروج الشریعت نے اپنے والد، استاد اور مرشد حضرت خواجہ محمد معصوم
کے مکتوبات کی پہلی جلد کی ترتیب و تدوین کا کام انجام دیا۔
حضرت خواجہ کے مکتوبات کی تینوں جلدیں آپ کی زندگی میں ہی مرتب ہو گئی
تھیں[4]۔ پہلی جلد حضرت مروج الشریعت نے ۱۰۶۳ھ/۱۶۵۳ء میں تدوین کی۔ "جمع
کمالات نبوت" اور "درۃ التاج" دو تاریخی مادے خود ہی کہے اور مؤخر الذکر کو اس
کے تاریخی نام کی حیثیت بھی حاصل ہے لکھتے ہیں :
چوں تاریخ اختتام ایں قدسی آیات بگوش ہوش از سروش غیب "جمع
کمالاتِ نبوت" میرسد اگر ایں "درۃ التاج" را بہ ہمیں نام خوانند

---

[1] مروج الشریعت : خزینۃ المعارف ۱۰۶/ ۱۲۸-۱۲۹
[2] ایضاً ۹۷/ ۹۵
[3] کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ ۲/ ۲۰۱-۲۰۲ (اُردو ترجمہ)
[4] دوسری دو جلدیں ۱۰۷۲-۱۰۷۳ھ میں مرتب ہو کر شائقین تک پہنچ چکی تھیں۔

می شاید [۱]

اس جلد میں ۲۳۹ مکتوبات ہیں۔ مطبع نظامی کانپور سے ۱۲۰۴ھ میں طبع ہوئی۔ پھر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے کئی خطی نسخوں کے تقابل سے اس کے متن کو مرتب کیا جو مکتوبات کی تینوں جلدوں کے ساتھ ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں کراچی سے شائع ہوئی۔ تینوں جلدوں کا اردو ترجمہ مولانا سید زوار حسین شاہ مرحوم نے کیا ہے۔[۲]

یواقیت الحرمین

یہ کتاب حاضر ہے جس کا فارسی ترجمہ حسنات الحرمین شائع کیا جا رہا ہے۔ تفصیل اسی مقدمہ میں حسنات الحرمین کے تحت ملاحظہ کریں۔

رسالہ فی قرأت خلف الامام

یہ رسالہ عربی نثر میں ہے اور "قرأت خلف الامام" کے موضوع پر ہے۔ یہ رسالہ مؤلف کے فرزند شیخ محمد ہادی نے مؤلف کے مسودات میں سے مرتب کیا تھا۔ ابتدائیہ میں خود وضاحت کرتے ہیں:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله الذی انزل القرآن و وفقنا لتاویله و ارشد الاستنباط احکام الشرائع بتقرہ والصلوۃ والسلام علی رسوله الذی ...... الخ اما بعد فیقول العبد الضعیف المرتقب تفویض الصمد البادی الهادی تاج الدین ابوالحسن

۱؎ مکتوبات معصومیہ جلد اول دیباچہ از حضرت مروج الشریعت ۵۶ طبع ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان۔

۲؎ یہ ترجمہ ادارۂ مجددیہ کراچی سے طبع ہوا۔

محمد هادی وفقه الله سبحانه لما یحب ویرضی هذه قطرات ترشحة من بحار العلوم والتدقیقات واللمعات تلألأت من انوار التفقیه والتحقیقات وفقرات غسورت من مسودات سلطان المحققین امام المدققین قبلتنا بهاء الحق والدین ابوالعباس الشیخ محمد عبید الله رضی الله سبحانه عنه وارضاه فی تضعیف الجُ..... الخ

۲۱-اوراق کا یہ قلمی رسالہ حضرت مروج الشریعت کے مکتوبات خزینۃ المعارف کے اُس خطی نسخہ مخزونہ خانقاہ مجددیہ قلعہ جواد کابل کے ساتھ مجلد تھا جو حالیہ انقلاب افغانستان میں پورے کتب خانہ کے ساتھ نذرِ آتش کر دیا گیا ہے۔ راقم احقر نے ۲۳ جولائی ۱۹۷۶ء کو اس خطی نسخہ سے استفادہ کیا تھا اور حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی بن حضرت نور المشائخ ملّا شور بازار نے نہایت شفقت و محبت سے اس کی زیارت کرائی تھی۔

رسالہ در عدم تعمیل کفار

رسالہ کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ حضرت مروج الشریعت نے اپنے ایک مکتوب بنام اورنگ زیب عالمگیر میں خود وضاحت کی ہے کہ یہ رسالہ بھیجا جا رہا ہے اورنگزیب کو دینی و ملکی نصائح کے ساتھ اس رسالہ کا تحفہ بھی ارسال کیے جانے کا ذکر اس طرح کیا ہے:

> رسالہ در عدم تعمیل کفار نوشتہ بطریق تحفہ بحضور عالی فرستاد اُمید کہ بہ تمام نظر مبارک در آید [1]

---

[1] مروج الشریعت : خزینۃ المعارف ۱۲۲/۹۵

نیز حضرت مروج الشریعت کے مکتوبات کے جامع شیخ محمد ہادی نے اس رسالہ کو وضاحت سے حضرت مروج الشریعت کی تالیف بتایا ہے:

وارسالِ رسالہ در عدم تعمیل کفار کہ از مصنفات حضرت ایشان بود[1]......

اس اہم رسالہ کے کسی نسخے کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے۔

رسالہ در ردّ فخر الدین رازی

امام ہمام نے فقہ حنفی کے اثبات میں ایک رسالہ لکھا تھا، امام فخر الدین رازی نے اس رسالہ کا رد تحریر کیا، حضرت مروج الشریعت نے رازی کے ردّ کا جواب ایک رسالہ کی صورت میں دیا تھا[2] یہ رسالہ حضرت مروج الشریعت ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا۔

خزینۃ المعارف

یہ حضرت مروج الشریعت کے مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ جو ان کے فرزند شیخ محمد ہادی نے مرتب کیا تھا۔ اس کے مرتب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کا خیال ہے کہ "خزینۃ المعارف" اس کا تاریخی نام ہے جس سے اس کا سال ترتیب ۱۰۹۴ھ آمد ہوتا ہے۔

اس میں ۱۵۶ مکتوبات ہیں۔ اورنگ زیب عالمگیر کے نام مکتوب نمبر ۱۱، ۶۶، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۳۰ سے اندازہ ہوتا ہے کہ بادشاہ کے ساتھ ان کے خوشگوار تعلقات تھے اور بادشاہ کی باطنی تربیت پر ان کی توجہ تھی خزینۃ المعارف

---

[1] مروج الشریعت: خزینۃ المعارف ۹۵/۱۲۱

[2] کمال الدین محمد احسان: روضہ ۲/۲۰۱-۲۰۲

کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ خانقاہِ مجددیہ قلعہ جواد کابل افغانستان میں تھا۔ اسی نسخہ کی بنیاد پر جناب ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان نے اس کا متن مرتب کرکے کراچی سے ۱۹۷۲ء میں شائع کیا تھا۔

حضرت مروج الشریعت اپنی تحریرات کے آخر میں عموماً دستخط اس طرح کرتے تھے۔
"حررہ الفقیر محمد عبید اللہ عفی عنہ[1]"

اولاد

حضرت مروج الشریعت کے پانچ فرزند اور تین صاحبزادیاں تھیں صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔ عبدالرحمٰن، عبدالرحیم، شیخ محمد ہادی، شیخ محمد پارسا اور شیخ محمد سالم[2]۔ ان فرزندانِ گرامی میں سے شیخ محمد ہادی سب سے زیادہ نامور اور کئی اہم کتابوں کے مؤلف تھے۔

شیخ محمد ہادی

انہوں نے اپنا پورا نام تاج الدین ابوالحسن محمد ہادی لکھا ہے[3]۔ ان کی ولادت رمضان ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء میں ہوئی[4]۔ انہوں نے تحصیلِ علم کی ابتدا اپنے دادا حضرت

۱؎ مروج الشریعت: خزینۃ المعارف ۱۵۴/۱۷۳

۲؎ محمد حسن جان مجددی: انساب الانجاب۔ طبع ٹنڈوسائیں داد سندھ ۱۳۴۰ھ ۲۹
صفر احمد معصومی: مقاماتِ معصومیہ۔ نسخہ ب ۵۷۱-۵۷۳
کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲۰۲/۲ (اردو ترجمہ)

۳؎ ملاحظہ ہو رسالۂ قرآت خلف الامام۔ قلمی۔ مقدمہ ہذا

۴؎ کمال الدین محمد احسان ۲۰۲/۲

خواجہ محمد معصوم سے کی اور مطوّل کا آغاز آپ ہی کی خدمت میں کیا پھر اپنے والد سے پڑھا :

"مطوّل را شروع از جناب حضرت ایشان نمودہ بودم سبق اوّل آن کتاب از آنحضرت استفادہ نمودہ و ارادۂ ہم بلاواسطہ آنجناب حضرت ایشان داشتند ثانیاً کسب بخدمت والد بزرگوار خود اختیار نمودہ بودند[1]"

مؤلف روضۃ القیومیہ نے وضاحت کی ہے کہ شیخ محمد ہادی نے انتہائی علوم حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی ملقب بہ قیوم ثالث سے حاصل کیے تھے اور ان کی مولویت گذشتہ مجتہدوں جیسی تھی[2]۔ حضرت شیخ عبدالاحد وحدت کے ساتھ بھی ان کو بہت عقیدت تھی اور ان سے استفادہ کیا تھا[3]۔

شیخ محمد ہادی بہت سی قابل توجہ کتابوں کے مؤلف تھے خصوصاً سلسلۂ نقشبندیہ کی تاریخ ان کی تالیفات کے بغیر صحیح معنوں میں مرتب نہیں ہو سکتی۔ مولف روضۃ القیومیہ کا بیان ہے کہ شیخ محمد ہادی تصنیف و تالیف میں اس قدر مصروف تھے کہ اپنے مشائخ میں سب سے زیادہ مصروف شخصیت کہلائے[4]۔ ذیل میں ان کی تالیفات کا مختصر تعارف کروایا جا رہا ہے :

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر بقدر چالیس جزء[5]۔

---

[1] صفر احمد : مقامات معصومیہ ۵۷۲

[2] کمال الدین محمد احسان ۲/ ۲۰۳

[3] صفر احمد : مقامات معصومیہ ۵۷۳

مؤلف روضۃ القیومیہ نے مبالغہ کیا ہے کہ حضرت وحدت ان کے مرید ہو گئے تھے (روضہ ۲/ ۱۸۳)

[4] روضہ ۲/ ۲۰۳

[5] کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ ۲/ ۲۰۳

(۲) کواکب دریہ ۔ یہ اپنے سلسلہ کے شیخ مجددیہ کے حالات پر نہایت ضخیم کتاب ہے اور پانچ جلدوں پر مشتمل ہے ۔ مؤلف مقاماتِ معصومیہ کا بیان ہے :

"...... شیخ محمد ہادی را حضرت حق سبحانہ جزا خیر دہاد کہ سعادت خود دانستہ مقاماتِ پنج حضرت ایشان در چہل سال در پنج جلد طویل بہ تفصیلِ تمام نگارش فرمودہ اند[1]"

اس کتاب کے ایک جز کا نام کواکب دریہ بھی ہے ۔ اس میں حضرت وحدت سرہندی کے حالات ستر اجزا پر مشتمل ہیں[2]

(۳) محجۃ الاحوال ۔ کو روضۃ القیومیہ کے مؤلف نے الگ کتاب بتایا ہے حالانکہ اس کا موضوع اپنے مشائخ عظام کے احوال ہے[3]

(۴) ترویحہ ۔ یہ اپنے والد حضرت مروج الشریعت کے حالات پر مشتمل ہے[4]

(۵) تجدیدِ احوال ۔ در اثبات تجدید حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ[5]

(۶) رسالہ در جواب شبہات دربارۂ تصوف ۔ میر اسماعیل نبیرۂ حضرت میر محمد نعمان بدخشی کی تحریک پر تالیف کی[6]

(۷) نصوص الدقائق بجواب نصوص الحقائق ۔ انکے علاوہ بہت سی کتب معقول و منقول پر ان کے حواشی بھی ہیں[6]

---

[1] صفر احمد : مقاماتِ معصومیہ ۱۴۱

[2] ایضاً ۱۴۲

نیز روضۃ القیومیہ کے مولف نے کواکب دریہ کے بھی پانچ دفتر بتائے ہیں (روضۃ ۲/ ۲۰۳)

[3] کمال الدین محمد احسان : ۲/ ۲۰۳

[4] ایضاً ۲۰۳/۲

[5] ایضاً

[6] ایضاً

شیخ محمد ہادی کی مذکورہ بالا کسی کتاب کے وجود کا تا حال ہمیں علم نہیں ہے فقط خزینۃ المعارف اور رسالہ فی قرأت خلف الامام کے نسخے ملتے ہیں جن کا تعارف تالیفات حضرت مروج الشریعت کے تحت کروایا جا چکا ہے۔

شیخ محمد ہادی نے ۱۲ ربیع الاول ۱۱۲۳ھ / ۱۷۱۱ء میں انتقال کیا[۱]۔
حضرت مروج الشریعت نے ۱۹ ربیع الاول ۱۰۸۲ھ / ۱۶۶۹ء میں انتقال کیا[۲]۔
اس وقت آپ سنبھالکہ (من مضافات سرہند) میں تھے[۳]۔ عمر کل ۴۵ سال تھی۔

مولف روضۃ القیومیہ کا بیان ہے کہ اورنگ زیب کو حضرت مروج الشریعت کے انتقال پر بہت افسوس ہوا۔ اس نے دلجوئی کے لیے شہزادہ معظم[۴] کو سرہند بھیجا۔ وہ حضرت کے فرزندوں کو اپنے ہمراہ اورنگ زیب کے پاس لے گیا اور انہیں شاہی قلعہ کے اس خاص مقام میں ٹھہرایا جہاں حضرت مروج الشریعت رہا کرتے تھے۔ بادشاہ نے خود وہاں قلعہ میں جا کر صاحبزادوں کے ساتھ فاتحہ خوانی کی[۵]۔

اورنگ زیب کی حضرت مروج الشریعت سے والہانہ عقیدت کا اندازہ تو آپ کے مکتوبات سے بھی ہوتا ہے لیکن دیگر مآخذ بھی روضۃ القیومیہ کی اس سلسلہ میں تصدیق

---

[۱] صفر احمد، مقامات معصومیہ ۵۷۳۔ مؤلف روضۃ القیومیہ (۲/۲۰۷) نے سن وفات ۱۱۲۱ھ درج کیا ہے جو اس لیے درست نہیں کہ مولف مقامات معصومیہ نے وضاحت کی ہے کہ ان کا انتقال سرہند پر غلبہ کفار کے بعد ہوا۔ سرہند پر سکھوں کا قبضہ متفقہ طور پر ۲۶ ربیع الاول ۱۱۲۲ھ / ۲۴ مئی ۱۷۱۰ء کو ہوا (نگار گنڈا سنگھ: باندہ سنگھ بہادر ۶۷) اس لیے مولف مقامات معصومیہ کا مندرجہ سنہ وفات ۱۱۲۳ھ درست ہے۔

[۲] صفر احمد: مقامات ۵۰، روضہ ۲/۲۰۱، محمد ہادی: خزینۃ المعارف (دیباچہ از شیخ محمد ہادی ۵)

[۳] روضہ ۲/۲۰۱

[۴] شہزادہ معظم: اورنگ زیب کے بعد بہادر شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا (۱۱۱۸-۱۱۲۴ھ / ۱۷۰۷-۱۷۱۲ء) اس کی ولادت برہان پور میں ۴ اکتوبر ۱۶۴۳ء کو ہوئی۔

[۵] روضہ ۲/۲۰۱

۴۔ حسنات الحرمین کے جامع خواجہ عبید اللہ مروج الشریعت کا مزار سرہند میں (ماخوذ از کتابچہ سرہند)

کرتے ہیں۔ مقاماتِ معصومیہ کے ایک بیان سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ محمد ہادی بن حضرت مروج الشریعت اورنگ زیب کے ساتھ ایک مہم پر لشکر بیجاپور میں اُس کے ہمراہ تھے۔[1]

خانوادۂ مترجم حسنات الحرمین

حسنات الحرمین کے مترجم شیخ محمد شاکر بن ملا بدرالدین سرہندی ہیں۔ ملا بدرالدین سرہندی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے نامور خلیفہ، آپ کے سوانح نویس اور شہرۂ آفاق کتاب حضرات القدس کے مؤلف ہیں۔ اس علمی و رُوحانی خانوادے کے مختصر حالات حسب ذیل ہیں۔

شیخ ابراہیم مخزنی سرہندی

ملا بدرالدین سرہندی کے والد اور مترجم حسنات الحرمین کے دادا تھے، درس و تدریس شغل تھا۔ "محدث، مفسر اور متصوف" تھے۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ قمیص قادریؒ (متوفی ۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ء) کے مرید اور مولانا نظامی گنجوی کے دو واسطوں سے شاگرد تھے اور ان کی کتاب "مخزنِ اسرار" کو سب سے پہلے ہندوستان میں انہوں نے رائج اور شامل درس کیا اور اس کتاب کا چونکہ کثرت سے درس دیتے تھے اس لیے ان کی نسبت ہی "مخزنی" مشہور ہو گئی۔ انہوں نے اکثر علوم حاجی ابراہیم سرہندی سے حاصل کئے تھے اور صرف ایک واسطے سے مولانا جامی سے بھی تعلق خاطر تھا۔ ملا بدرالدین لکھتے ہیں :

...... والد فقیر ...... عالم و عامل محدث و مفسر و متصوفِ محقق بودہ اند

---

[1] صفر احمد: مقاماتِ معصومیہ ۲۰۲

[2] حالات کے لیے ملاحظہ ہو : غلام سرور لاہوری : حدیقۃ الاولیاء ۴۰

...... پیوستہ بہ درس کتب متداولہ ...... اشتغال می نمودند مخزن اسرار
نظامی گنجوی را در سفر یورپ بہ سند عالی بہ دو واسطہ از مصنف سند کردہ بودند
و اول کسی کہ دریں دیار آن کتاب حقائق آثار را آوردہ و ظاہر ساختہ و درس
گفتہ ایشانند ...... از کثرت اشتغال ایشان بدرس مخزن وعلو سند بہ "مخزنی"
شہرت یافتند ...... مرید و خلیفۂ حضرت شاہ قمیص قادری بودند .... بسیاری
از مشائخ عصر ہند مثل ...... شیخ عبدالاحد فاروقی رسیدہ اند[1]

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے، شجرۂ نسب اس طرح ہے:

نسب والد فقیر بحضرت صدیق اکبر میرسد، بدیں طریق کہ ایشان فرزند شیخ
عبدالرحمن المشہور بہ شیخ میتھا اندودی پسر شیخ خلیل اللہ بن شیخ محمد بن شیخ
عبداللہ بن شیخ عمر بن شیخ عثمان بن شیخ محمد بن علی بن ابوطالب بن علی بن ابو محمد
قاسم بن علی بن جعفر بن شیخ محمد بن علی بن حسن بن شیخ محمد بن نصر بن قاسم
بن شیخ محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن امیرالمومنین ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ[2] ......

شیخ بدرالدین کی والدہ کا انتقال ۱۰۲۲ھ میں اور والد یعنی شیخ ابراہیم کا وصال
۷۳ سال کی عمر میں ۲۹ شوال ۱۰۲۱ھ میں ہوا۔ اور سرہند میں روضہ شاہ ابو بخاری کے صحن
میں دفن ہوئے[3]

ملا بدرالدین سرہندی

ان کا سالِ ولادت و وفات حتمی طور پر معلوم نہیں ہے۔ اپنے والد سے تحصیلِ علم کی

---

[1] بدرالدین سرہندی: سنوات الاتقیاء۔ قلمی ورق ۳۲۱-ب ۳۲۲-ا
[2] ایضاً ورق ۳۲۳-ا [3] ایضاً ورق ۳۲۲-ا

اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے منسلک ہونے سے پیشتر سلسلہ قادریہ میں بیعت و اجازت اپنے والد سے حاصل تھی، خود لکھتے ہیں:

> ایں حقیر پیش از رسیدن بہ ملازمتِ حضرتِ ایشان (حضرت مجدد) اشتغال و اوراد قادریہ خصوصاً سیفی و اربعین (و) اسمار شطاریہ از خدمتِ والد بزرگوار خود تلقین گرفتہ بود و در حضور ایشان (والد) عمل نمودہ و اجازتِ تلقین ایں اشغال نیز از ایشان یافتہ[1]......

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے بھی انہوں نے شرح مواقف، بیضاوی اور عضدی جیسی بلند پایہ کتابیں پڑھی تھیں[2]۔ اس لیے انہیں روحانی تربیت کے ساتھ ظاہری علوم میں بھی حضرت سے تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ نوجوانی ہی میں حضرت مجدد سے وابستہ ہونے کا ذکر خود فرمایا ہے۔ اور پھر اتنا قرب میسر آیا کہ جلوت و خلوت میں حضرت کے ہمراہ رہنے لگے۔ حضرت مجدد نے خلافت سے سرفراز فرمایا تو اپنے سن رسیدہ چچا شیخ محمد کو بھی "تلقین ذکر" کی تعلیم دی۔ حضرت مجدد کے کئی مکتوبات بھی ان کے نام ہیں[3]۔

تالیفات ملا بدرالدین سرہندی

ملا بدرالدین سرہندی کئی اہم کتابوں کے مؤلف تھے۔ ان کی زیادہ کتب علم تصوف سے متعلق ہیں۔ ان کا مرکزی مطمع نظر حضرت مجدد الف ثانی، آپ کی اولاد و خلفاء کے حالاتِ زندگی مرتب کرنا تھا۔ ان کی تصانیف میں سے سیر احمدی، حضرات القدس اور وصالِ احمدی کا یہی موضوع ہے۔

---

[1] ایضاً ۳۲۲ - ۱

[2] بدرالدین سرہندی: حضرات القدس ۸۹/۲ (فارسی)

[3] محبوب الٰہی: (مقدمہ) حضرات القدس ۲/ ۱۰ - ۱۵ (ملخصاً)

حضرت مجدد الف ثانی کی معاصر دو سوانح عمریوں[1] میں ان کی حضرات القدس[2] کو خاص اہمیت حاصل ہے اور وہ اپنی ثقاہت کے اعتبار سے عالمی شہرت حاصل کر چکی ہے دیگر تالیفات یہ ہیں :

۱۔ سیر احمدی (سوانح حضرت مجدد) یہ حضرت مجدد کی زندگی میں تالیف ہوئی اس پر خود حضرتِ مجدد نے نظر ثانی فرمائی تھی اور حضرت کی اولین سوانح ہونے کا شرف بھی اسی کو حاصل ہے۔ اس کا مسودہ چوری ہو گیا تھا۔[3]

۲۔ کرامات الاولیاء۔ در اثباتِ کرامات بعد از موت۔

۳۔ فتوح الغیب کا فارسی ترجمہ

۴۔ روائح۔ در اصطلاحات صوفیہ و اشغال

۵۔ مقاماتِ غوث الثقلین (فارسی ترجمہ بہجۃ الاسرار)

۶۔ روضۃ النواظر۔ در مناقب حضرتِ غوثِ اعظم

۷۔ ترجمہ تفسیر عرائس البیان از شیخ روزبہان بقلی (ربع آن را بہ ترجمہ رسانید)[4]

۸۔ وصالِ احمدی۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ایام وصال کے احوال، آپ کے انتقال سے قبل اور بعد خوارق عادات کے ظاہر ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس رسالہ سے صاحب زبدۃ المقامات نے بھی استفادہ کیا ہے۔ یہ رسالہ طبع ہو چکا ہے۔

---

[1] یعنی زبدۃ المقامات مولفہ شیخ محمد ہاشم کشمی اور حضرات القدس

[2] حضرات القدس دو جلدوں میں ہے دونوں کا اردو ترجمہ مولانا احمد حسین امروہوی اور عرفان احمد خان انصاری نے کیا تھا لاہور سے طبع ہو چکا ہے۔ اس کے دفتر اول کا ترجمہ حال ہی میں محمد اشرف نقشبندی نے کیا ہے جو مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ سے چھپا ہے۔ مولانا محبوب الٰہی نے صرف دفتر دوم کا فارسی متن مرتب کیا تھا جو ۱۹۷۱ء میں طبع ہوا۔

[3] حضرات القدس ۲/۱۵۸، ۱۶۰ [4] ایضاً ۲/۱۵۸-۱۵۹

۹۔ سنوات الاتقیار۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر زمانہ تالیف تک کے صلحائے امت کے سنین وفات مع مختصر مناقب درج کیے گئے ہیں۔ اندازِ بیان نہایت دلکش وسادہ ہے۔ "مآثر الصدیقین" سے اس کے آغاز تالیف کی تاریخ ۱۰۳۶ھ برآمد ہوتی ہے۔ قصور (پاکستان) میں اس کا ایک ناقص نسخہ ہماری نظر سے گزرا تھا۔

۱۰۔ مجمع الاولیار۔ اس میں ایک ہزار پانچ سو صوفیہ کرام کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ ۱۰۴۴ھ میں مکمل ہوئی۔ لیکن بعد میں اس میں بعض لوگوں نے تحریف کر کے اسے پایۂ اعتبار سے گرا دیا[1]

انہوں نے یہ کتاب علی اکبر کروڑی سرہند کی استدعا پر تالیف کی تھی، لکھتے ہیں:

"سیدے از دوستانے کہ تا دہ سال کروڑی سہرند بود، ازیں مسکین استدعا نمود کہ کتابے[2] ...... الخ

یہاں اس کروڑی کا نام نہیں لکھا گیا لیکن انہوں نے اپنی دوسری تالیف سنوات الاتقیا میں اس کا نام وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اس کروڑی نے مجھ سے یہ کتاب مستعار لی اور اس میں تحریف کر کے اپنے نام سے شہرت دی۔ وہ علمی اعتبار سے عامی تھا اس نے یہ کام دوسروں کی مدد سے کیا۔ لکھتے ہیں:

مجمع الاولیاء ...... دراصل تالیف ایں فقیر بود علی اکبر کروڑی سہرند بمقابلہ احسانی از من گرفت باتفاق فضلاء۔ احوال صحابہ بآن الحاق نمود و آن را بنام خود کرد و او عامی بود خط سواد کمتر داشت[3] ......

خوش قسمتی سے مجمع الاولیار کا یہ محرف خطی نسخہ کتب خانہ انڈیا آفس لندن سے

---

[1] ایضاً ۱۵۸/۲ [2] ایضاً ۱۵۸/۲

[3] بدرالدین سرہندی: سنوات الاتقیا ورق ۲۰۰

دریافت ہوگیا ہے[1]۔ یہ نسخہ مولف کا خود نوشتہ ہے۔ اس میں جابجا کاٹ چھانٹ اور ردو بدل کیا گیا ہے گویا یہ وہی محرف نسخہ ہے جس میں علی اکبر نے اپنی خواہش کے مطابق تبدیلیاں کروائی تھیں اور اس میں اپنا نام علی اکبر اردستانی بحیثیت مولف لکھ دیا تھا، اس کتاب میں حضرت امام ربانی اور آپ کے صاحبزادوں حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم کا ذکر جس محبت و خلوص سے درج ہوا ہے وہ بھی اسی کی غمازی کرتا ہے کہ یہ ملا صاحب کی تالیف ہے نہ کہ ''کردڑی سرہند'' کی۔

ملا بدرالدین سرہندی کے صاحبزادے

ہمیں اس وقت تک ملا صاحب کے صرف تین صاحبزادوں کے نام معلوم ہیں۔ اوّل ملا محمد شاکر (مترجم حسنات الحرمین) دوم ملا محمد افضل سرہندی اور سوم شیخ محمد۔ یہ تینوں حضرت خواجہ محمد معصومؒ اور خواجہ محمد سعیدؒ سے منسلک تھے۔

ملا محمد افضل کے نام حضرت خواجہ کے دو مکتوبات ملتے ہیں[2]۔ جن سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ بھی ایک طالب صادق تھے۔ مولانا محمد امین بدخشی کے ایک بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ ملا بدرالدین کے صاحبزادے بھی سفرِ حج میں حضرت خواجہ کے ہمراہ تھے اور انہوں نے حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد کے مناقب میں رسائل لکھے اور ان کے مکتوبات بھی جمع کیے تھے:

> شیخ بدرالدین و فرزندانِ او در مناقب ایشان رسالہا و مکتوبہا و کرامتہا جمع کردہ اند[3]......

---

[1] مجمع الاولیاء۔ خطی نسخہ، کتب خانہ انڈیا آفس۔ لندن۔ فہرست ایتھے ۶۲۵-۶۲۶ (فہرست نگار نے اس کے مولف کا نام علی اکبر حسینی اردستانی لکھا ہے)

[2] محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۱/۷۰، ۱۹۲ [3] یہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں۔

اس کی تصدیق لطائف المدینہ سے بھی ہوتی ہے۔ اس کے بابِ کرامات کے آغاز میں وضاحت کی گئی ہے کہ حضرت خواجہ محمد سعید کی کرامات کا احاطہ و شمار بہت مشکل ہے، لیکن حضرات القدس کے مولف ملا بدرالدین کے فرزند شیخ محمد نے ان میں سے چند ایک جمع کی ہیں:

لکن قد تصدی لجمع جملہ منہا الاخ الصالح الباقر محمد بن بدرالدین السرھندی صاحب حضرات القدس مقامات المجدد رضی اللّٰہ عنہ[1]۔ الخ

ملا محمد شاکر سرہندی

ان کے حالاتِ زندگی تذکروں میں نہیں ملتے۔ یواقیت الحرمین کا انہوں نے حسنات الحرمین کے نام سے سرہند شریف پہنچ کر ۱۰۷۱ھ میں عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ اس ترجمے کے بغور مطالعہ سے نہ صرف یہ عیاں ہوتا ہے کہ مترجم اس سفر میں حضرات کے ہمرکاب تھے بلکہ اس عالی شان خاندان کے ساتھ ان کے کم سنی سے ہی اخلاص و محبت کے مراسم تھے۔

شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری (خلیفہ حضرت شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی) نے لکھا ہے کہ مترجم حسنات ملا محمد شاکر سرہند کے قاضی تھے[2]۔

---

[3] بدخشی، محمد امین، نتائج الحرمین۔ نسخہ ا، ورق ۲۹۳-ا، ب۔ نیز ر۔ک بہ مقدمۂ حاضر تحت حضرت خواجہ کے قیامِ حرمین کے دوران تالیفات ......

---

[1] وحدت، عبدالاحد سرہندی: لطائف المدینہ ورق ۳۰-ا (یہ اہم مخطوطہ بھی ہم نے مرتب کر لیا ہے، انشاء اللہ جلد شائع ہو جائے گا۔

[2] محمد مراد کشمیری: حسنات المقربین۔ قلمی۔ (شیخ محمد فضل اللہ ہمشیرہ زادہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ جن کا نام خود حضرتِ خواجہ نے محمد شاکر رکھا تھا، اورنگ زیب نے ان کے والد کی وفات کے بعد انہیں سرہند کا قاضی مقرر کیا مقاماتِ معصومیہ ۶۷۷) اس لیے قیاس ہے کہ شیخ محمد مراد نے سہواً مترجم حسنات کو قاضی سرہند لکھ دیا ہو، یا مترجم بھی ان کے بعد سرہند کے قاضی رہے ہوں۔

یواقیت الحرمین کے جامع حضرت مروج الشریعت نے خود ملا محمد شاکر کو اس کے ترجمے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے لکھا ہے کہ اس ترجمہ میں دیگر صاحبزادگان کے نوشتہ مکاشفات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے[1] جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان حضرات کی نظر میں ملا بدرالدین کے اس فرزند کی کتنی عزت تھی اور ان کا علمی مقام بھی مسلمہ تھا۔

حسنات الحرمین

رسالہ حسنات الحرمین حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے ان مکاشفات، احوال اور فرمودات کا مجموعہ ہے جو آغاز سفر حرمین الشریفین، قیام حجازِ مقدس اور ہندوستان کی طرف واپسی کے دوران بیان کئے۔

حضرت خواجہ ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷ء میں حرمین الشریفین کی طرف بہ نیتِ حج روانہ ہوئے تو صاحبزادگان، اعزہ اور بعض خلفا بھی ہمرکابی کا شرف حاصل کر کے وہاں حاضر ہوئے اور آپ کے صاحبزادے حضرت مروج الشریعت محمد عبید اللہ آپ کے فرمودات کو عین موقع پر ہی "عربی فصیحہ" میں قلم بند کرتے رہے اور سرہند شریف پہنچ کر اس کی تکمیل کر کے حضرتِ خواجہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرتِ خواجہ اس کے مطالعہ کے بعد روضۂ منورہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ پر حاضر ہوئے کہ ان تحریرات کے بارے میں حضرت کی مرضی معلوم کریں۔ تو بہت ہی عنایات کا کشف ہوا۔ اور عالم مکاشفہ میں بطور انعام جواہر اور یواقیت سے بھرے ہوئے "دو خوان" ایک شخص جس کے سر پر جواہرات سے مرصع تاج تک لے کر حاضر ہوا۔ پس اس مناسبت سے اس مجموعہ کا نام "یواقیت الحرمین" تجویز کیا گیا۔[2] اس کے بعد اس سلسلہ

---

[1] تفصیل اسی مقدمہ میں حسنات الحرمین کے تعارف کے تحت ملاحظہ کریں۔

[2] خاتمہ حسنات الحرمین، نیز روضۃ القیومیہ (۲/۱۱۶-۱۱۷) میں یہ حکایت مفصل طور پر بیان ہوئی ہے۔

کے کئی مشائخ کے ملفوظات کے حصوں میں ہر ملفوظ کو "یاقوت" کا نام دیا جانے لگا۔[1]

فارسی ترجمہ

ہندوستان پہنچ کر طالبانِ حق کی درخواست پر مؤلف (حضرت مروج الشریعت) نے اسے فارسی میں ترجمہ کرنے کے لیے شیخ محمد شاکر بن ملّا بدرالدین سرہندی کو حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کا "مشروح فارسی" میں ترجمہ کیا اور یہ ترجمہ ۱۰۷۱ھ/۱۶۶۱ء میں مکمل ہوا۔[2] گویا حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے عین حیات ہی یہ اہم کام پورا ہو گیا تھا۔ ملا محمد شاکر نے اس کا لفظی ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ یہ مشروح فارسی ترجمہ ہے۔ مترجم نے وضاحت کی ہے کہ اگرچہ اس مجموعہ میں زیادہ تر حضرت مروج الشریعت کے بیان کردہ مکاشفات ہیں لیکن چند ایک بیانات دیگر صاحبزادوں کے بھی اس میں شامل ہیں جن کے نام ان مواقع پر لکھ دیے گئے ہیں۔[3]

حسنات الحرمین کی مقبولیت

حضرت خواجہ کے مکاشفات کا یہ مجموعہ سالِ تالیف ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء سے لے کر آج تک بہت ہی مقبول اور اس حلقہ میں متداول ہے۔ اس رسالہ کے جامع حضرت مروج الشریعت اپنے ایک مکتوب میں اس رسالہ کی مقبولیت اور حضرت مجدّد

---

[1] حضرت شاہ غلام علی دہلوی ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء کے ملفوظات مشمولہ جواہر علویہ میں یہ مثال ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

[2] حسنات الحرمین۔ ابتدائیہ از مترجم فارسی۔ نیز روضۃ ۲/۱۱۷، مقاماتِ معصومیہ ۵۵۷ میں بھی اس ترجمہ کے خود مؤلف کی طرف سے امر کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

[3] حسنات الحرمین: ابتدائیہ از مترجم فارسی۔

الف ثانی قدس سرہ نے عالم مکاشفہ میں اس کے بارے میں جس رائے کا اظہار فرمایا تھا اس سے خود آگاہ فرماتے ہیں :

"در شب جمعہ بزیارتِ حضرت پیر دستگیر رفتہ بودیم توجہے درباب رسالۂ حسنات الحرمین کہ چیزہائے عجیب دران مندرج شدہ است داشتیم کہ آیا این ہمہ اسرار و معاملات کہ مرقوم گشتہ است صحت دارد و اظہار آن مرضی است یا نہ ؟ حضرت مجدد الف ثانی ظاہر شدہ آن قدر الطاف و عنایات نمودند کہ تا حال بہ این خصوصیت کم نمودار شدہ باشد ہر وقت در کنار گرفتند و بوسہ می دادند و از کمال شفقت گرد من می گشتند۔ راوی گوید این ہمہ اشارہ است بہ صحت آن حالات و رضا بہ اظہار آن[1]"

ہمارا دعویٰ ہے کہ اس رسالہ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ اس کی تبییض سے پہلے ہی اس کے اقتباسات لیے جانے لگے تھے۔ سلسلہ مجددیہ کے ایک عظیم محقق و سوانح نگار مولانا محمد امین بدخشی جو اس رسالہ کی ترتیب کے زمانہ ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء میں حرمین الشریفین میں موجود اور حضرت شیخ آدم بنوڑی کے حالات پر ضخیم و حجیم کتاب نتائج الحرمین کی تالیف میں مصروف تھے۔ جب حضرات سرہند کی حرمین میں حاضری کا سنا تو کشاں کشاں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان حضرات کے پاس رہنے لگے اور وہ ان دنوں نتائج الحرمین کی جلد سوم کی تدوین کر رہے تھے کہ اس کام کو روک کر انہوں نے عربی زبان میں حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی اور دیگر حضرات سرہند کے حالات پر ایک مستقل کتاب لکھی اور نتائج الحرمین کی تکمیل (حدود ۱۰۹۳ھ / ۱۶۸۲ء) کے بعد اس کا عربی سے فارسی میں ترجمہ بھی کیا تھا، انہوں نے مذکورہ کتاب، اس کے فارسی ترجمے اور نتائج الحرمین میں رسالہ حسنات الحرمین کے عربی متن سے بکثرت اقتباسات اپنی ان تینوں کتابوں میں

---

[1] مروج الشریعت : خزینۃ المعارف ۱۳۶ / ۱۵۲-۱۵۳

شامل کئے تھے۔ گویا ہماری تحقیق کے مطابق حسنات الحرمین سے نقل و اقتباس کا اوّلین شرف مولانا محمد امین بدخشی کو حاصل ہوا۔[1]

مولانا بدخشی کے بعد سلسلہ مجددیہ کے ایک اور نامور سوانح نگار شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۸ء) جنہوں نے اس سلسلہ کی تاریخ پر قابلِ توجہ کتابیں تالیف کی تھیں، اپنی کتاب حسنات المقربین (۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء) میں حسنات الحرمین کے نصف سے زیادہ حصے کو نقل کر کے محفوظ کر لیا ہے۔[2]

اسی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ پر سب سے زیادہ ضخیم و اہم کتاب مقاماتِ معصومیہ کے مولف شیخ صفر احمد معصومی (نواسہ حضرت خواجہ) نے حسنات میں سے سترہ یواقیت کو اپنی اس کتاب کی زینت بنایا۔[3]

روضۃ القیومیہ (۱۱۴۵-۱۱۶۹ھ/۱۷۳۵-۱۷۵۹ء) کے مولف نے حسنات الحرمین سے بکثرت اقتباسات دیئے ہیں اور کئی مقامات پر اس کے براہ راست عربی متن سے استفادہ کرنے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔[4]

اسی طرح حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی[5] (۱۲۴۹ھ/۱۸۳۴ء) نے بھی اپنی بعض تالیفات میں اس سے استفادہ کیا ہے۔

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے مقدمہ ہذا تحت عنوان "حضرت خواجہ کے قیام حرمین کے دوران تالیف ہونے والی سلسلہ مجددیہ کی کتابیں"۔

[2] محمد مراد ٹنگ کشمیری : حسنات المقربین۔ قلمی

[3] صفر احمد : مقامات ۱۸۹ - ۲۰۹

[4] کمال الدین محمد احسان : روضہ ۲/۱۱۷

[5] حالات کے لیے ملاحظہ ہو ملفوظاتِ شریفہ ۲۰ ، ۹۲-۹۳ حواشی

حسنات الحرمین کے خطی نسخے

حسنات الحرمین کے عربی متن کے کسی نسخے کے وجود کا تا حال علم نہیں ہے۔ اس کے پیشِ نظر فارسی ترجمے کے اس وقت تک ہمیں صرف مفصلہ ذیل قلمی نسخوں کا علم ہے۔

(۱) کتب خانہ انڈیا آفس لندن۔ ذخیرۂ دہلی، مخطوطاتِ فارسی نمبر ۷۹۴

یہ نسخہ دریافت شدہ تمام نسخوں میں کتابت کے اعتبار سے قدیم ترین ہے۔ اس کا سال کتابت ۱۰۷۲ھ ہے۔ اگرچہ ترقیمہ میں جس کا عکس اس مقدمہ میں شامل ہے سنہ ۱۰۷ھ پڑھا جاتا ہے اور عدد ۷ کے بعد کچھ نہیں لکھا گیا لیکن اس کے خط اور قدامت سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ سال ترجمہ ۱۰۷۱ھ کے فوراً بعد یا ۱۰۷۲ھ کا مکتوبہ نسخہ ہے۔ ہم نے اسی نسخہ کی بنیاد پر یہ متن تیار کیا ہے۔

(۲) کتب خانہ مولانا محمد ہاشم جان مرحوم ٹنڈو سائیں داد سندھ

اگرچہ اس میں سال کتابت درج نہیں ہے لیکن عدد ۱۲۰۰ھ کا معلوم ہوتا ہے اس نسخے کا عکس ہمیں جناب حاجی محمد اعلیٰ صاحب کراچی کی وساطت سے حاصل ہوا جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

(۳) حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی بن حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی، سجادہ نشین درگاہ عالیہ حضرت میرزا مظہر جان جاناں و حضرت شاہ ابوالخیر کے ذاتی کتب خانہ میں وہ نسخہ ہے جو ان کے حضرت والد نے مدینہ منورہ سے حاصل کیا تھا۔

(۴) کتب خانہ عارف حکمت۔ مدینہ منورہ (نسخہ نمبر ۲۲۵)

اس نسخہ کی زیادہ تفصیلات معلوم نہیں ہیں اور نہ ہی ہمیں اس کا عکس مل سکا ہے۔ فقط فہرست مخطوطات فارسی مدینہ منورہ میں اس رسالہ کا

نام درج ہے[1]۔ سلسل نمبر ۲۲۵

(۵) کتب خانہ لینن گراڈ (روس) میں بھی اس کا ایک نسخہ پایا جاتا ہے[2]۔ ہمیں اس نسخہ تک رسائی نہیں ہوئی۔

(۶) رسالہ حسنات الحرمین کے طویل اقتباسات حسنات المقربین، مقاماتِ معصومیہ، اور روضۃ القیومیہ میں پائے جاتے ہیں اس لیے ان اقتباسات سے بھی متن کی تصحیح میں خاصی مدد ملی ہے۔

ہمارے پیشِ نظر متن کی بنیاد ان اقتباسات کے علاوہ نسخہ نمبر ۱ جسے حواشی میں نسخہ ا لکھا گیا ہے) اور نسخہ نمبر ۲ (جسے نسخہ ب سے تعبیر کیا گیا ہے) پر ہے۔

حسنات الحرمین کے مختصر تعارف کے بعد آیئے پہلے ہم اس "ذہنی و مذہبی کشمکش" کا جائزہ لے لیں جو دارا شکوہ کے سہارے صوفیۂ خام نے اس عہد میں پیدا کر دی تھی تاکہ اس پس منظر میں ہم مجددی حضرات کی "تحریک احیائے دین" کی نوعیت اور حقیقت کو سمجھ سکیں ———

پیشِ نظر کتاب بھی عین انہیں ایام میں مرتب ہوئی تھی اس لیے اس کی تالیف کا سیاسی و مذہبی پس منظر بھی یہی تھا ———

---

[1] عطاردی قوچانی عزیز اللہ : مخطوطات فارسی در مدینہ منورہ۔ طبع تہران ۱۳۴۶ اش

[2] احمد منزوی : فہرست نسخہ ہای خطی فارسی جلد ہشتم مسودہ مملوکہ جناب احمد منزوی۔ تہران

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل جنان اولیائہ مھبطا للعجائب و نطق علی لسانہم
بکلام متضمن علی الغرائب جز کلامہم دواء شفاء للنوائب
والصلوٰۃ والسلام علی سید الذی لا یحیط بکنہہ الادراک کما ینبغی
لولاک لما خلقت الافلاک وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ وعلی جمیع الاولیاء
وجہو سلیم و اما بعد کمترین منتسبان الطاف ایزدی
محمد شاکر بن شیخ بدر الدین احمدی سرہندی می نماید کہ حضرت قطب الاقطاب
غوث الشیخ والشاب خازن کنوز الہدایۃ والمعرفۃ قاسم
معادن الرحمۃ والبرکۃ الواصل الی اقصی درجات الولایۃ الاعلی

۵۔ حسنات الحرمین کے قلمی نسخہ انڈیا آفس کا پہلا ورق

الی منتهی معارج النهایة الوارث الکامل والتابع البالغ المشرف
بالمحبة الذاتیة المسندة بخلعة القیومیة الجامع بین کمالات الاصالة
والظلیة المبشر بالاسرار الناشئة من صرف المحبوبیة النوریة الاتم
من الملک القیوم سیدنا وامامنا وقبلتنا حضرت خواجه محمد معصوم دام
سلمه الله سبحانه وادام برکاته وظلال ارشاده الی یوم المعلوم در
سنه هزار وشصت وهشت که از کلمه محمد بن المعصوم از الشیخ
١٠٦٨
نیز معلوم میگردد بعنایات الله جل وعلا طواف بیت الله وروضه
رسول الله وزیارت اصحاب کبار ومواضع ومزار متبرکه میسر گشت
ودران اماکن معظمه بمواهب عالیه اسرار غامضه مشرف ساختند
وبواردات والهامات بلند ومقامات وکمالات ارجمند نواختند
وانوار واسرار نسبتهای خاصه وخلعتهای فخیمه مرحمت کردند
انعالیحضرت در هنگام فرخندگی خاطر شریف بحکم واما بنعمة ربک
فحدث سطری از ورود عنایات فائزه ومکاشفات باهره

٦- حسنات الحرمین خطی نسخہ انڈیا آفس کا ورق ثانی

کہ تا حال اعتقاد مرا هم کمتر بظهور پیوسته باشد میدیدم که از
کمال مرحمت گرداگرد ما میگردیدند و اظهار فتح و سروری
مینمایند صباح آن روز بعد از نماز بامداد بحلقه ذکر و مراقبه نشسته
دیدم که دو کس دو خوان بدست گرفته از در دروازه
مسجد پیش ما آمدند و صفت یکی از آنها خوب بوضع نیکو بست
که جامه آورده بود و دیگری آن خوان را آورده پیش ما نهاد و
دیدم که چیزهای درخشیده چون جواهر و یواقیت اند دار
در آن نهاده اند درین اثنا آن شخص یک تاج بشکل
[illegible] بر سر ما گذاشت انتهی راقم حروف گوید عفی عنه
بعد سبحانه الحمد لله تسمیه این رساله بوقت
موافق این صورت افتاده و وجه برای تسمیه شد

سبحان ربک رب العزت عما یصفون وسلام

علی المرسلین والحمد لله رب العالمین

تمت هذه الرسالة الشریفة
مسمی بحسنات الحرمین
بتاریخ ۱۵ ماه رمضان
سنه ۱۰ تمام شد
[illegible]

۷۔ حسنات الحرمین کے نسخہ انڈیا آفس کے دو آخری ورق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي جعل جنان اوليائه مهبطا للعجائب ونطق على لسانهم بكلام متضمن
على الغرائب جعل كلامهم دواء وشفاء للنوائب والصلوة والسلام على حبيبه الذي
لا يحيط بغيبه الادراك كغريب نا عسا لولاك لما خلقت الافلاك وعلى آله واصحابه واتباعه
وعلى جميع الاولياء ومتوسليهم واتباعهم — كمترين منتميان الطاف ايزدي محمد
شاكر بن شيخ نور الدين احمد سرهندي مي نمايد كه چون حضرت قطب الاقطاب غوث الثقلين شيخ
والشباب خازن كنوز الهداية والمعرفة قاسم معادن الرحمة والبركة الواصل الى اقصى درجات
الولاية البالغ الى منتهى معارج النهاية الوارث الكامل والتابع البالغ المشرف بالمحبة الذاتية
المستسعد بخلعة القيومية الجامع بين كمالات الاصالة والضمنية المشير باسرار النائبة عن
حرف المحبوبية المنتهية الاتم من الملكة القيوم سيدنا وامامنا وقبلتنا حضرت خواجه محمد معصوم
سلمه الله سبحانه وادام بركاته وظلال ارشاده الى يوم المعلوم در سنه هزار و شصت و [illegible]
از كلمه محمد المعصوم [illegible] الشيخ نيز معلوم ميگردد بعنايت خداوندي جل وعلا [illegible]
در روضه رسول الله وزيارت اصحاب كبار ومواضع مزار متبركه ميسر گشت ودر آن اماكن
مواهب عاليه واسرار غامضه مشرف ساختند وبواردات والهامات بلند مقامات
وكمالات ارجمند نواختند وانوار واسرار نفيسه خواص وخلعتهاي محرمت كرده
آن عالي حضرت در ايام فرخنده كي خاطر شريف بتكميل [illegible] به يك [illegible] شطري از ورود
عنايات فاخره ومكاشفات باهره مخدوم زاده هاي كرام كه درين سفر فيض اثر رفيق
بودند

۸۔ حسنات الحرمین۔ خطی نسخہ مملوکہ مولانا محمد ہاشم جان مجددی مرحوم۔ کا پہلا ورق

اِس عہد کا مذہبی ماحول

وحدت الوجود اور وحدت الشہود[1]

یہاں ان دونوں نظریات کی تفصیل اور ان کے درمیان فرق بیان کرنے کا موقع نہیں ہے[2]۔ صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ جب ہندوؤں نے نظریہ وحدت الوجود میں اپنے فلسفہ کی آمیزش شروع کر دی تو اس سے صوفیہ خام کا طبقہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور ان کی مدد سے انہوں نے اسے باقاعدہ تحریک کی شکل دے دی۔ اس کے افکار کا مرکزی نقطہ نظر "وحدتِ ادیان" ہے۔

ان حالات میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ایسے صوفیہ کو للکارا اور اس کے انجام سے خبردار کیا۔ خود چشتی سلسلہ کے بزرگوں نے جن کے ہاں اس نظریہ کو سب سے زیادہ پذیرائی ہوئی تھی، اس نظریہ کے تمام تر مبحث کو خانقاہ تک محدود رکھنے کی پوری پوری کوشش کی، لیکن جب ان شرائط کی گرفت ڈھیلی ہوئی تو عوام تک پہنچ کر اس نظریہ نے منفی اثرات مرتب کرنا شروع کر دیے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے اس نظریہ کو آمیزش سے پاک کرنے کے لیے بہت سعی فرمائی اور اس کے مقابل "وحدت الشہود" کو پیش کیا۔

---

[1] اس موضوع پر اختصار کے پیش نظر ہم نے صرف انہیں چند عنوانات پر لکھا ہے۔

[2] ان دونوں نظریات کی تفصیل اور فرق کی وضاحت کے لیے دیکھیے ملا عبدالعلی بحر العلوم کا رسالہ وحدت الوجود مرتب و مترجم مولانا زید ابوالحسن۔ طبع دہلی و مقدمہ مقاماتِ مظہری۔

افسوس کہ خود غرض اور دُنیا پرست علما۔ وصوفیہ نے اس پر غور و فکر کیے بغیر اسے ایسے معنی پہنائے جس سے مخالفین کو مزید تقویت ملی۔

داراشکوہ نے اس معاملہ میں انتہا کر دی اور سیاسی مقاصد کے لیے ہندوؤں کی حمایت حاصل کرنے کی غرض سے وحدت الوجود اور ہندوؤں کے فلسفۂ ویدانت کو اس طرح ملانے کی کوشش کی کہ وحدت الوجود سے وحدتِ ادیان تک جانے میں کوئی مشکل نہ رہی جس کا عملی نتیجہ دارا کی تالیف مجمع البحرین ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ داراشکوہ کے زیر اثر اس نظریہ نے مباحث کی ایسی شکل اختیار کر لی تھی کہ غیر ملکی سیّاح بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ مشہور فرانسیسی سیاح برنیر جو دارا اور اورنگ زیب کی جنگ تخت نشینی کے ایام میں (۱۶۵۸ء) داراشکوہ کے لشکر میں بحیثیت طبیب کام کرتا تھا، لکھتا ہے کہ وحدت الوجود کے بارے میں ہندوستان میں بڑا غل پڑا ہوا ہے۔ نیز اس نے یہ انکشاف کیا ہے کہ پنڈت اور دوسرے فلاسفہ دارا اور اس کے بھائی شجاع کے ذہن میں یہ نظریہ القا کر رہے ہیں:

I shall explain to you the Mysticism of a great sect which has latterly made great noice in Hindoustan, inasmach as certain Pendits or Gentile Doctors had instilled it into the minds of Dara and Sultan Sujah.[۱]

گو اورنگ زیب کی کامیابی، دارا کے قتل اور مرکز کی مضبوطی نے اس نظریہ کو اورنگ زیب کے حین حیات اُبھرنے نہ دیا لیکن پھر بھی خفیہ طور پر وہ پنڈت اور ڈاکٹر (صوفیۂ خام) اس نظریہ کے پرچار اور اسے وہ رنگ دینے میں لگے رہے جس کا آغاز انہوں نے دارا کے سہارے کیا تھا۔ اس مقصد کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کے جانشینوں اور اورنگ زیب

---

[۱] Bernier, F: Travels in the Mughal Empire, London, 1891. p. 345.

نے ان کا شدید محاسبہ جاری رکھا جس کی وضاحت کے لیے اس عہد کے عقائد اور مذہبی رجحانات کا پس منظر بیان کیا جا رہا ہے۔

داراشکوہ کے عقائد کا پس منظر

اکبر کی طرح داراشکوہ بھی ابتدا میں ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا، ۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ء میں جب اس نے اپنی پہلی کتاب سفینۃ الاولیاء لکھی تو اس کی عمر ۲۵ سال تھی اس میں اُس نے اپنا نام صوفیۂ متقدمین کی تقلید میں انکسار کے ساتھ اس طرح لکھا :

"ایں فقیر حقیر محمد داراشکوہ حنفی قادری"۔

اسی کتاب میں اس نے "سرورِ کائنات بہترین موجودات صلی اللہ علیہ وسلم" کے چاروں اصحاب کو دین کا رکن، اسلام کی ملتِ مستقیم کا بُرج، ان اصحاب کے ساتھ محبت کو خُدا و رسُول کی دوستی اور ان کے ساتھ دشمنی کو خُدا و رسول کی دشمنی قرار دیا ہے اور اہلِ سنت کے چار آئمہ کو "چہار دیوار خانۂ اسلام" کا درجہ دیا ہے[۱]۔

اس کے بعد وہ کتبِ تصوف کا مطالعہ کرتا رہا اور تصوف سے اس کا تعلق محکم ہوتا چلا گیا۔ ۱۰۴۲ھ/۱۶۳۲ء میں جبکہ اس کی عمر ۱۹ سال تھی وہ اپنے والد شاہ جہاں کے ہمراہ لاہور میں قادری سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت میاں میر لاہوریؒ (ف ۱۰۴۵ھ/۱۶۳۵ء) سے دو مرتبہ ملا اور اس کے ذہن پر ان کی عقیدت نقش ہو گئی[۲]۔ وہ ۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ء میں ہی کشمیر کی سیر کے دوران حضرت میاں میرؒ کے خلیفہ ملا شاہ بدخشی سے ملنے گیا اور ان سے اتنا متاثر ہوا کہ بیعت کر کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا اور ان کے تعلقات محکم ہوتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ

۱۔ داراشکوہ : سفینۃ الاولیاء ۔ طبع نولکشور۔ کانپور ۱۹۰۰ء، ۱۲

۲۔ دارا : سکینۃ الاولیاء ۔ طبع تہران ۴۸

انہوں نے دارا کو مریدین کی تعلیم و تربیت کے لیے کہا۔[1]

اس واقعہ کے تین سال بعد ہی اس نے ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء میں حضرت میاں میر لاہوریؒ اور ان کے خلفاء کے حالات پر سکینۃ الاولیاءؔ کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی۔

اگر اس کتاب کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس کتاب کی تالیف سے اس کے شریعت کی قیود سے آزاد تصوف کی طرف رغبت کا پورا احساس ہونے لگتا ہے۔

ہمارے خیال میں ملاشاہ بدخشی جیسے شرعی حدود سے آزاد تصوّف کے علمبردار صُوفی کی صحبت میں رہ کر اس نے الحاد کی راہ اختیار کی تھی خود دارا شکوہ نے ملاشاہ کی جس زندگی کی تصویر کشی کی ہے اسلام نے اس کی کبھی اجازت نہیں دی۔[2]

ملاشاہ اپنے ابتدائی ایام سلوک میں شاید پابند شرع صوفی ہوں لیکن دارا شکوہ کے زمانۂ عروج میں وہ محض ایک آزاد مشرب تھے۔ ان کے نزدیک ایک صوفی کا سکر کی حالت میں رہنا نماز پڑھنے سے زیادہ بہتر تھا۔

"سکر حالتی بلند تر است از نماز گزاردن"[3]

انہوں نے اپنے رسالہ مرشد میں جہاں بہت سی غیر شرعی باتوں کا صوفیہ کے لیے جواز پیش کیا ہے وہاں ان کے نزدیک انا الحق کہنا بھی درست ہے۔[4] ان کے کلام کے عمومی عنوان تعریفِ آتش، تعریفِ حقہ اور تعریفِ نوروز وغیرہ ہیں۔[5] معلوم ہوتا ہے کہ ملاشاہ اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کرتے ہوئے طالب کے مذہب کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے ان کے حلقہ میں بنوائی نام کا ایک ہندو بھی تھا جو کشمیر میں ۱۰۴۴ھ/۱۶۳۴ء میں ملاشاہ

---

[1] دارا : ایضاً ۱۷۴، ۱۷۸

[2] دارا : ایضاً ۱۵۴، ۱۵۸

[3] دارا شکوہ : حسنات العارفین۔ طبع تہران ۶۴ (بسلسلہ تفسیر آیۃ لاتقربوا الصلوۃ .....)

[4] ظہور الدین احمد : پاکستان میں فارسی ادب ۱۴۱/۲ [5] ایضاً ۱۴۴

سے منسلک ہوا تھا معاصر کتاب دبستانِ مذاہب میں لکھا ہے کہ وہ ملاشاہ سے بہرہ اندوز ہوا:

"کامیاب شناخت گشت"[1]

دبستانِ مذاہب کے اندراج سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ ہندو اس وقت قصداً وحدتِ ادیان کے پرچار میں مصروف تھا اور صرف ملاشاہ سے ہی "بہرہ اندوز" نہیں ہوا تھا بلکہ کئی "درویشانِ ہند" کی صحبت اختیار کی تھی[2]

ملاشاہ بدخشی کے اشعار بھی ان کی اسی قسم کی زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان کا ضخیم کلیات بھی موجود ہے۔ داراشکوہ نے ان کے جو اشعار نقل کیے ہیں وہ یقیناً اس کے بھی پسندیدہ تھے ملاحظہ ہو:

رشتۂ تسبیحِ ما، رشتۂ زنار شد — رہ سوی میخانہ داد، مرشد دانای ما

روشنیِ کفرِ ما، ظلمتِ اسلام سوخت — تا چہ زند فتنہ ہا، سر و گر از پای ما[3]

شعرا کے تذکروں میں ملاشاہ کا یہ شعر بھی ملتا ہے ؎

پنجہ در پنجہ خدا دارم
من چہ پروائے مصطفیٰ دارم[4]

ان اشعار اور خصوصاً آخری شعر کے پیش نظر وہ اپنی آزاد مشربی کی حدود سے بھی بہت

---

[1] دبستانِ مذاہب۔ طبع بمبئی ۱۲۷۷ھ ۱۳۸

[2] اس ہندو کی اس صحبت کو محض ملاقات اس لیے نہیں قرار دیا جا سکتا کہ ملاشاہ کے حالات پر جہاں آرا بنت شاہ جہان نے جو مستقل کتاب صاحبیہ لکھی ہے اس میں اس نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ ملا صاحب "اپنے عقیدت مندوں اور اخلاص کیشوں کے علاوہ کسی دوسرے سے صحبت نہیں رکھتے۔" (محمد ابراہیم ڈار، مقالہ بر رسالۂ صاحبیہ، اورنٹیل کالج میگزین اگست ۱۹۳۷ء ۹)

[3] داراشکوہ، حسنات العارفین۔ طبع تہران ۶۷

[4] نصرآبادی، محمد طاہر: تذکرۂ شعرا۔ تہران ۱۳۱۷ش (تالیف حدود ۱۰۸۳ھ) ۶۳

آگے "کفرِ حقیقی"[1] کی تلاش میں نکل پڑے تھے۔

ان کے اپنے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اس روش سے راسخ العقیدہ علماء جنہیں انہوں نے "ملایانِ قشر" اور "زاہدانِ خشک" جیسے القاب سے یاد فرمایا ہے، نے ان کے خلاف آواز بلند کی تھی ایک مرتبہ انہوں نے "ذوقی وسیلی عظیم" کی کیفیت میں داراشکوہ سے کہا:

بعضی ملایان قشر و زاہدان خشک مارا چناں آزردہ ساختہ بودند[2]......

معلوم ہوتا ہے کہ ان "بدبختانِ شریر" نے متعدد طور پر ان کے خلاف کارروائی کی ہوگی کیونکہ ملاشاہ داراشکوہ کو انہیں تنبیہہ کرنے کے لیے خط لکھتے ہیں:

شمارا بے شک دست رسا است، و مارا فائدہ از آشنائی شما بہ ازین دیگر چہ خواہد بود؟[3]

اگر ہم ملاشاہ اور داراشکوہ کی تالیفات کا تقابلی مطالعہ کریں تو ہمیں ان پیر و مرید کے افکار میں بہت ہی مماثلت و ہم آہنگی ملے گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ملاشاہ بدخشی کے افکار کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے[4] تاکہ اس دور کی فکری فضا کے خاکے سامنے

---

[1] داراشکوہ نے اس اصطلاح کو اپنی ان تالیفات میں استعمال کیا ہے جو اس نے ملاشاہ سے منسلک ہونے کے بعد تالیف کی تھیں تفصیل آگے آرہی ہے۔

[2] داراشکوہ: سکینۃ الاولیاء۔ ۱۹۷   [3] دارا: ایضاً ۱۸۴

[4] ملاشاہ بدخشی کے احوال و افکار کے بنیادی مآخذ یہ ہیں:

(۱) کلیات ملاشاہ مع رسائل نظم و نثر و تفسیر قرآن (قلمی نسخوں کے لیے ملاحظہ ہو پاکستان میں فارسی ادب ۲/۱۳۶-۱۶۳)

(۲) جہان آرا بیگم بنت شاہجہان، رسالہ صاحبیہ (در حالات ملاشاہ) متن مرتبہ محمد اسلم مشمولہ جرنلِ ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان۔ لاہور جلد ۱۶۔ شمارہ۔ ۴، جلد ۱۷۔ شمارہ ۱۔) و تعارفی مقالہ محمد ابراہیم ڈار۔ شامل اورنٹیل کالج میگزین۔ لاہور اگست ۱۹۳۷ء

(۳) داراشکوہ: سکینۃ الاولیاء۔ طبع تہران ۱۹۶۵ء

(۴) ایضاً: حسنات العارفین (شطحیات) طبع تہران ۱۳۵۲ش ۲۵، ۴۸، ۶۴

آ سکیں اور اس ماحول میں راسخ العقیدہ علما و مشائخ کی ان کے خلاف صف آرائی کی کوششوں کو بآسانی سمجھا جا سکے۔

شیخ محب اللہ الہ آبادی

شیخ محب اللہ الہ آبادی (متوفی ۱۰۵۸ھ/۱۶۴۸ء) عہد شاہ جہانی کے سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے نامور مشائخ میں سے تھے۔ انہوں نے اپنی تعلیمات کی بنیاد شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی کے افکار پر رکھی ـــ انہوں نے اسے اپنا موضوع بنالیا تھا یہاں تک کہ وہ اس میں اجتہاد کے درجہ کو پہنچ گئے تھے، انہوں نے شیخ اکبر کے وحدت الوجود کے افکار کو ہندستانی مزاج کے مطابق اس طرح بیان کیا کہ "وحدتِ ادیان" کی شاہراہوں کے متلاشی افراد کو ان میں سے بہت سا مواد مل گیا۔

انہوں نے عربی میں فصوص الحکم کی شرح لکھی اور ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء میں فارسی زبان میں اس کی دوسری شرح کی اور شیخ عبدالرحیم خیرآبادی (جو ان کے مکتوب الیہ بھی تھے) کی وساطت سے اس کا ایک نسخہ داراشکوہ کو بھیجا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ہفت احکام، اور مناظر اخص الخواص (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء) مرتب کئے اور ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء میں عبادات الخواص،

---

(۵) ایضاً: مجمع البحرین۔ طبع محفوظ الحق۔ کلکتہ ۲۳

(۶) توکل بیگ: نسخہ احوال شاہی (حالات و مقامات ملا شاہ) ۱۰۷۷ھ قلمی نسخہ برٹش میوزیم (ورا۔ ضمیمہ نمبر ۱۳) اس رسالہ کے فرانسوی خلاصہ کے لیے دیکھیے:

Mollah-Shah et le spiritualisme oriental, par M. A. de Kremer (J. Asiatique vi sere Tome xiii, (1869) pp. 105–159.

(۷) محسن فانی: مثنویاتِ فانی، طبع امیر حسن عابدی۔ جموں ۱۹۶۴ء

(۸) دبستانِ مذاہب۔ طبع بمبئی ۱۲۷۷ھ ۱۳۸، ۳۱۹ - ۳۲۷

تفسیر القرآن، المغالطۃ العامہ اور عقائد الخواص[1] وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان سب رسائل میں ان کا بنیادی نظریہ وحدت الوجود کا پرچار اور افکارِ ابن عربی کا دفاع ہے۔

شیخ محب اللہ الہ آبادی کے مکتوبات کا ضخیم مجموعہ بھی مرتب ہوا تھا، اس میں بھی تمام تر خطوط کا ایک ہی موضوع ہے یعنی "وحدت الوجود"۔

اس مجموعہ میں داراشکوہ کے نام ان کے طویل مکتوبات موجود ہیں[2]۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب جنہوں نے سلسلہ چشتیہ پر تحقیقی کام کیا ہے اور اس سلسلہ کے افکار کا گہرا مطالعہ بھی کر چکے ہیں، وہ تسلیم کرتے ہیں کہ:

"شاہ محب اللہ الہ آبادی تصوف کے جس حلقۂ فکر کی ترجمانی کر رہے تھے، اس سے داراشکوہ کو خاص عقیدت تھی[3]۔"

دارا نے اپنے ایک خط میں شیخ محب اللہ کو لکھا ہے کہ میرے سوالات کے جواب آپ نے دیئے اس سے بڑی مسرت ہوئی اور اس سے مجھے آپ کے ساتھ اپنی ہم مشربی کا علم ہو گیا:

"مکتوب ایشان .... رسید، از مطالعہ آن مسرت وخوش وقتی روے داد، ہم مشربیِ ایشان معلوم خاطر گردید..... ایں مشرب را صاف دریافتہ باشند[4]۔"

وہ شیخ محب اللہ کے عین حیات ہی متقدمین صوفیہ کی کتابوں کا مطالعہ ترک کر چکا تھا اور ان سے اس کا دل اچاٹ ہو گیا تھا اور وہ اب اپنے دل کی گہرائیوں کا مطالعہ کرنے

---

[1] ان رسائل کے قلمی نسخوں کی تفصیل کے لیے دیکھئے تاریخی مقالاتِ خلیق احمد نظامی ۱۴۸

[2] مکتوبات کے نسخۂ علی گڑھ میں داراشکوہ کے نام جو مکتوبات ہیں وہ ۴۶ صفحات کو محیط ہیں۔ (ایضاً نظامی ۱۵۱)

[3] نظامی، خلیق احمد: تاریخی مقالات۔ دہلی ۱۹۶۶ء ۱۴۹

[4] نجیب اشرف ندوی (مرتب): رقعات عالمگیر۔ دارالمصنفین ۳۲۹

لکا تھا۔ اس خط میں شیخ صاحب کو لکھتا ہے :

بہ مطالعہ دل کہ بحریست لامحدود واز آن ہمیشہ گوہر ہائے تازہ بروں ... می آید۔[1]

دارا شکوہ نے جس طرح دیگر صوفیہ کی خدمت میں تصوف سے متعلق سوالات ارسال کر کے ان سے جواب دینے کے لیے کہا تھا اسی طرح اس کا ایک سوالنامہ بنام شیخ محب اللہ اور ان کا جواب بھی موجود ہے[2]۔ اسی قسم کے سوالات اس نے شیخ فتح علی قلندر کے پاس بھی ارسال کیے تھے[3]۔

یوں تو شیخ محب اللہ کے تعلقات اس کے ساتھ اس وقت زیادہ استوار ہو جاتے ہیں جب شیخ صاحب کے مسکن الہ آباد کی صوبیداری اس کے سپرد کی جاتی ہے لیکن اس سے قبل شیخ صاحب اسے شرح فصوص الحکم کا ایک نسخہ روانہ فرما کر اپنے خیالات سے آگاہ کر چکے تھے۔

جب اس صوبہ کی نگرانی اس کے سپرد ہوئی تو اس نے شیخ کو ایک خط کے ذریعہ اس کی خوشخبری دی اور اُسے شیخ سے استفادہ کا بہترین موقع قرار دیا[4]۔ اس کے جواب میں حضرت شیخ نے جو مکتوب لکھا اس کے الفاظ اس طرح ہیں :

..... از گرفتن صوبہ الہ آباد بیشتر خوشحالی بوجود ست، بر صاحب عالم روشن است کہ چوں فقیر بریں ہمہ اخلاق حمیدہ والطاف کہ صاف در طینت و عین ثابت آں مربی و ملاذ فقرا۔ بید عنایت رحمانی تعبیہ یافتہ نظر می کند، شکرہا می گوید کہ ہیچ شاہ و شہزادہ بہ کمالات صاحب عالم مشرف شدہ باشد،

---

[1] ایضاً ۳۳۰

[2] رقعات عالمگیر طبع ندوی ۳۲۵ - ۳۲۹
غالباً یہی سوالات وجوابات بصورت رسالہ معارج الولایت میں بھی محفوظ ہیں نسخہ آذر

[3] تفصیل اسی مقدمہ میں بعنوان "شیخ فتح علی قلندر اور دارا" ملاحظہ کریں۔

[4] یہ مکتوب نجیب اشرف ندوی مرحوم کے مرتبہ مجموعہ رقعات عالمگیر ۳۲۰ میں موجود ہے یہی مکتوب دراصل مذکورہ بالا سوالنامہ ہی ہے۔

پس زہے سعادت اہل زمانہ کہ مثل تو شہزادۂ دلربا رامی بینند و اوصاف پسندیدۂ آن صاحب می شنوند۔[1]

ہمیں اس وقت دارا شکوہ کے سیاسی رجحان کا عہد شاہ جہانی میں ہی جنگ تخت نشینی سے بہت پہلے ہی علم ہو جاتا ہے جب وہ شیخ محب اللہ سے اکبر کے عہد کے پیدا شدہ ایک سیاسی مسئلہ "آیا حکومت کو اپنی ساری رعایا کا مساویانہ خیال رکھنا چاہیے یا مسلم و کافر میں تمیز کرنی چاہیے؟"[2] کے بارے میں استفسار کرتا ہے۔

شیخ محب اللہ کے جس رسالہ پر اس وقت کی ذہنی فضا مکدر اور مذہبی زندگی میں ہلچل مچ گئی وہ رسالہ تسویہ تھا جس میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے بارے میں ایسی بحث کی تھی جو علماء کے نزدیک قابلِ اعتراض تھی۔[3] اس رسالہ کے خلاف باقاعدہ کارروائی تو ان کی وفات کے بعد اورنگ زیب کے عہد میں ہوئی لیکن معاصر ماخذ معارج الولایت کے ایک اندراج سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے حین حیات بھی ان کے نظریات کے خلاف شورش برپا ہوئی تھی اور وہ اس قدر شدید تھی کہ عوام ان کے قتل کے درپے ہو گئے تھے جب شیخ محمد رشید جونپوری کو معلوم ہوا تو وہ برق رفتاری سے جونپور سے آئے اور عوام کے نرغے سے بچایا اور ان کے کلام کی توضیح کر کے عوام کے جذبات فرو کیے۔[4]

اورنگ زیب کے عہد حکومت میں راسخ العقیدہ علماء کی درخواست پر اورنگ زیب نے ان کے رسالہ تسویہ کے تمام نسخے جلانے کا حکم صادر کیا تھا بلکہ خود اس کا مطالعہ کیا تو شاہ صاحب کے تمام مریدین کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا لیکن شاید یہ عملی طور پر ممکن نہیں تھا، ان کے

---

[1] نظامی : تاریخی مقالات ۱۵۹-۱۵۰

[2] نظامی : تاریخی مقالات ۱۵۰

[3] شیر خان لودھی : مراۃ الخیال ۔ طبع مطبع فتح الاخبار کرل ۱۸۴۸ء ۲۲۸

[4] عبدی، عبداللہ خویشگی : معارج الولایت ۔ قلمی ۔ ذخیرۂ آذر کتب خانہ دانش گاہ پنجاب نمبر ۲۵ ورق ۴۲۲ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو احوال و آثار عبداللہ خویشگی ۱۵۵)

صرف دو خلفاء میر سید محمد قنوجی اور شیخ محمدی کے حاضر ہونے کا ذکر ملتا ہے[۱]۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے صاحبزادے خواجہ خرد نے اس رسالہ کی تردیدی شرح عہد عالمگیر میں ہی لکھی۔

اس رسالہ کی کئی شرحیں لکھی گئیں۔ خود شیخ کلیم اللہ جہان آبادی نے بھی اس کی ایک شرح لکھی، سلسلۂ قلندریہ کے اصحاب نے بھی اس کی ایک ضخیم شرح طبع کروائی تھی۔ شیخ محب اللہ تو اپنے مکتوبات میں اس رسالہ کو عام کرنے سے اپنے خلفاء کو منع کرتے رہے کہ اسے اپنے تک محدود رکھیں اور اغیار کو نہ دکھائیں لیکن اس دور کی فضا ہی کچھ ایسی ہو گئی تھی کہ اس قسم کے لٹریچر کا تقاضا کیا جانے لگا تھا۔ اس لیے ان کے مریدین اس کے پابند نہ رہ سکے۔

شاہ محب اللہ الٰہ آبادی کی ساری تالیفات اور خصوصاً ان کے مکتوبات کے مجموعہ کا مطالعہ ازبس لازم ہے اس سے اس عہد کی فکری فضا اور دو متحارب مکاتب فکر جن کے ترجمان داراشکوہ اور اورنگ زیب تھے، کے بنیادی تصورات کا تجزیہ کرنے کے لیے یہ مجموعہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

محسن فانی کشمیری (۱۰۸۲ھ/۱۶۷۱ء)

محسن فانی، حضرت میاں میرؒ، ملا شاہ[۲] بدخشی اور شاہ محب اللہ الٰہ آبادی کا عقیدت مند

---

[۱] لودھی، شیرخان: مراۃ الخیال ۲۲۸-۲۲۹
اس رسالہ کے خلاف اورنگ زیب کی کاروائی کے محرک حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی (نبیرۂ حضرت مجدد) بتائے گئے ہیں (روضۃ القیومیہ ۹۲/۲) لیکن روضۃ القیومیہ کے اس بیان کو شک و شبہہ کی نظروں سے دیکھنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کیونکہ اورنگ زیب کے ساتھ ان حضرات کے جس قسم کے روابط تھے اس سے اس شرعی گرفت کے محرک یہی بزرگ ہو سکتے ہیں۔

[۲] فانی نے اس کی خود وضاحت کی ہے ؎

برپا کردم سلسلۂ پیر و مرید — ہم ملا شاہ و ہم میاں میر شدم

(پاکستان میں فارسی ادب ۳۴۲/۲)

تھا[1]۔ آزاد مشرب صوفیہ میں اس کا بلند مقام ہے۔ وہ بھی ایسے افکار کا پرچار کرنے میں مصروف تھا کہ علماء کو اس کے خلاف آواز بلند کرنا پڑی تھی، اس کے اپنے اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے خلاف فتویٰ صادر کیا گیا تھا ؎

قاضی از دیباچہ ای بر نسخۂ فانی نوشت
فتویٰ خونین رقم زد زہر را در شیر کرد[2]

اس شعر میں وہ وحدت الوجود کو وحدتِ ادیان کا رنگ دیتے ہوئے محسوس ہوتا ہے ؎

کتاب صلح کل گر درس گوید پیر میخانہ
تواں از بادۂ توحید شست اوراق مذہبا[3]

ایک شعر میں اس نے شرعی عبادات سے بے زاری اور اپنے لیے ان کو غیر ضروری قرار دیا ہے ؎

ایں عبادتہای رسمی خوش نمی آید مرا
لیک میدانم کہ کردن خوشتر از ناکردن است[4]

چونکہ فانی کے پیر نے "من چہ پروائے مصطفیٰ دارم" کا نعرہ لگایا تھا، اس لیے ان کے اس شعر سے بھی اسی قسم کی فکر کا اظہار ہوتا ہے ؎

نیست مارد تشندلان را حاجتِ طوافِ حرم
کلبۂ تاریک ما بیت الحرام ما بس است[5]

وحدت الوجودی صوفیہ کی طرح فانی بھی معتقد ہے کہ اپنی ذات کو خدا کی ذات میں فنا کر دو اور ہو بہو عین خدا ہو جاؤ ؎

---

[1] فانی: مثنوی مصدر الآثار۔ طبع میر حسن عابدی ۲۶۰ - ۲۶۲ در شامل تصنیفات فانی،

[2] ظہور الدین احمد: پاکستان میں فارسی ادب ۲، ۲۳۸

[3] [4] [5] ایضاً ۲/۳۴۳

در ذات دوست محو شو از بایدت کمال | در بحر قطرہ ناشدہ گوہر نمی شود[1]
فانی دارا شکوہ کی سرکار سے متوسل تھا، ایک شعر میں "درِ دارا شکوہ" پر سجدہ کرتے ہوئے اس کا ذکر کرتا ہے ؎

فانی کہ سجدۂ درِ دارا شکوہ کرد | دیگر سرش فرود بہ ہر در نمی شود[2]

دارا شکوہ اور فانی کے درمیان خط و کتابت بھی تھی۔ ایک خط میں دارا نے اس سے اس کے تخلص فانی کی بابت پوچھا تو اس مکتوب کے جواب میں فانی نے جو عرضداشت ارسال کی اس میں اس نے دارا کو "مرشد مسترشدان" اور "بادشاہِ دین و دُنیا" لکھنے کے علاوہ حسبِ ذیل قابلِ توجہ القاب سے نوازا :

بموقف عرض رازدانانِ ملک و ملکوت و رمز شناسان جبروت و لاہوت کہ مقربانِ درگاہ صاحبِ عالم فانی و نزدیکان بارگاہ مالک جہاں جاودانی[3].....

اس قسم کے تعلقات کی بُنیاد پر یہ بات سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے کہ دارا نے ایسے ہی صوفیہ کی صحبت میں شرعی عبادات کو رسمی عبادات کہہ کر ان سے بے زاری کا اظہار کیا تھا[4]

سرمد

وہ آرمینیہ کا باشندہ، کاشان میں مقیم رہا وہ نسلاً یہودی تھا، اسرائیلی زبانوں اور علوم کا ماہر تھا۔ وہ مشہور حکما، ملا صدرا شیرازی اور ابوالقاسم فندرسکی کا شاگرد تھا۔ ہندوستان چلا آیا، حیدر آباد میں رہا، عبداللہ قطب شاہ نے اُسے خوش آمدید کہا، وہ اپنے ٹھٹھ کے

---

[1] ایضاً ۲/ ۳۴۴

[2] فانی ؛ مثنویاتِ فانی طبع عابدی ۵

[3] ظہورالدین احمد : پاکستان میں فارسی ادب ۲/ ۳۴۰

[4] دارا نے اپنی کئی تالیفات میں اسلامی عبادات کا مذاق اڑایا ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

قیام ۴۲ ۱۰ھ/۱۶۳۲ء کے دوران ایک ہندو لڑکے ابھی چند پر ایسا عاشق ہوا کہ وہ اُسی کا ہو کر رہ گیا۔ اُسے کئی زبانیں سکھائیں، اس ہندو لڑکے نے اس کی نگرانی میں توریت کے ابتدائی حصے کا فارسی میں ترجمہ بھی کیا۔[1] دبستانِ مذاہب کا مؤلف سرمد سے ۱۰۵۷ھ/۱۶۴۷ء میں حیدر آباد میں ملا تھا اور اس سے کئی اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ اس کے اشعار و اقوال سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ وحدتِ ادیان کا قائل تھا۔ اس کا ایک شعر ہے ۔

در کعبہ و بُت خانہ سنگ او شد و چوب او شد
یکجا حجرالاسود و یکجا بت ہندو شد[2]

اگرچہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا[3] لیکن اس کے عقائد و افکار میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ بلکہ اس کی حرکات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوچی سمجھی سکیم کے تحت یہاں آیا تھا، اُسے دارا شکوہ کا سہارا ملا تو یہیں کا ہو کر رہ گیا۔

وہ ۱۰۶۴ھ/۱۶۵۴ء میں دہلی پہنچا، معاصر تذکرہ نویس شیر خان لودھی نے مراۃ الخیال (۱۱۰۲ھ/۱۶۹۰ء) میں لکھا ہے کہ چونکہ دارا شکوہ کی طبیعت اس قسم کے مجانین کی طرف راغب ہے اس لیے :

چوں خاطر سلطان دارا شکوہ بجانب مجانین میل داشت صحبت بادی در گرفت و مدتی باتر صفات او سرخوش بود تا آنکہ روزگار طرح دیگر انداخت[4]۔

تمام ماخذ متفق ہیں کہ وہ اپنے قیام ٹھٹھہ (۱۰۴۲ھ/۱۶۳۲ء) کے دوران ہی مادر زاد برہنہ ہو گیا تھا۔

ہمارا قیاس ہے کہ وہ آوارہ گردی کرتا ہوا دہلی نہیں پہنچا تھا بلکہ دارا شکوہ نے اُسے خود دہلی بلایا تھا کیونکہ اس کی دارا شکوہ کے ساتھ خط و کتابت بھی تھی۔ دارا کا ایک خط بنام

---

[1] دبستانِ مذاہب ۱۹۵ [2] ایضاً یہ ترجمہ دبستان میں شامل ہے ۱۹۶-۲۰۲ [3] ایضاً

[4] لودھی : مراۃ الخیال۔ طبع کول ۱۸۴۸ء ص ۱۵۴

سرمد، سید مصطفےٰ طباطبائی نے رسالہ انڈو ایرانیکا (کلکتہ) میں شائع کر دیا تھا[1]۔

سرمد کو اس حالت میں غیر ملکی سیاحوں نے بھی دیکھا تھا[2]۔

جب دارا شکوہ کو جنگِ تخت نشینی میں شکست ہوئی اور اورنگ زیب نے حکومت سنبھالی تو جہاں اس نے بہت سے غیر شرعی صوفیہ کا احتساب کیا وہاں سرمد پر بھی گرفت ہوئی اسے دربار میں طلب کیا گیا۔ اورنگ زیب نے اعتماد خان ملا عبدالقوی کو حکم دیا کہ وہ سرمد کو حاضر کرے، اس نے دربار میں سوال و جواب کے دوران بھی اسلام کے خلاف توہین آمیز کلمات کہے اور اس کی انہیں حرکات کی بدولت علماء کے فتویٰ سے قتل کر دیا گیا[3]۔

یقیناً دارا شکوہ اسی قسم کے صوفیۂ خام کی صحبت میں رہ کر "کعبہ و بت خانہ" اور "مسجد و مندر" کا فرق مٹانے کے درپے ہوا تھا۔

بابا لال

وحدتِ ادیان کے پرچار اور کفر و اسلام کے فرق کو مٹانے کے لیے وجود میں آنے والی بھگتی تحریک کا اس آخری دورِ شاہجہانی میں بابا لال ہی علم بردار تھا اور اپنی فکر کو پھیلانے کے لیے اس نے باقاعدہ ایک حلقہ بنا رکھا تھا جو بابا لالی کہلاتے تھے۔

دارا شکوہ کا اس کے ساتھ بہت گہرا تعلق تھا ـــ وہ اپنے پرائیویٹ سیکرٹری چندر بھان برہمن کے ہمراہ لاہور میں لال بابا سے نومبر اور دسمبر ۱۶۵۳ء میں دو ماہ تک

---

[1] نائینی، سید محمد رضا جلالی، سکینۃ الاولیاء (مقدمہ) ۳۶

[2] Bernier: Travels in the Mughal Empire, p. 317.

[3] سرمد کے قتل کے سلسلہ میں مختلف بیانات کے لیے ملاحظہ ہو:
مآثر الامراء ۱/۲۲۴-۲۲۵، مرآۃ الخیال ۱۵۴، ریاض الشعراء قلمی، واقعاتِ عالمگیری ۱۲۱-۱۲۲ وغیرہ۔

ملاقاتیں کرتا رہا اس میں چندر بھان ترجمان کی حیثیت سے موجود تھا۔ اس عرصہ میں بابا سے جو گفت گو ہوئی وہ کتابی صورت میں ہندی زبان میں محفوظ کر لی گئی[۱]۔ بعد میں ان مکالمات کے ترجمان چندر بھان برہمن نے اس کا فارسی میں ترجمہ بھی کیا جو "مکالمۂ بابا لال و دارا شکوہ" کے نام سے مشہور ہے[۲]۔ ان مکالمات میں جو سوالات دارا نے کیے ان سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا ذہن کس طرح تیزی سے "کفرِ حقیقی" کے حقائق جاننے کی طرف مائل ہو رہا تھا اور اس کے بعد جب اس نے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کا گہرا مطالعہ اور پھر ان پر تحقیق و ترجمہ کا کام شروع کیا تو اس وقت تک وہ بابا لال سوامی کے رنگ میں پوری طرح اپنے آپ کو رنگ چکا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ دارا ملاقات کے انہیں ایام میں ہی حسنات العارفین[۳] بھی مرتب کر رہا تھا اور ان ملاقاتوں کے بعد ہی یعنی جنوری ۱۶۵۵ء میں اسے مکمل کر لیا تھا۔ اس کتاب میں بابا لال کی وہ نصیحتیں جو اس نے دارا کو کی تھیں، محفوظ ہیں۔ دارا اس کتاب میں بابا لال کو "کمل عرفا" اور تمام ہندوؤں میں اسے اس سے زیادہ "عارف و متین" شخص نظر نہیں آتا تھا۔ ایک نصیحت جو اس نے دارا کو کی اس سے کفر و اسلام کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے بابا نے کہا :

> ہر قوم میں عارف و کامل ہوتے ہیں خدا ان کی برکت سے اس قوم کو نجات دیتا ہے۔ تم کسی قوم کے منکر نہ ہونا۔[۴]

---

[۱] اس اصل رسالہ کا ہندی نام ہے Goshti Baba Lal Dyal
(مقدمہ) دیوان چندر بھان برہمن نوشتہ محمد عبد الحمید فاروقی۔ گجرات احمد آباد۔ ۱۹۶۷ء ۸۱

[۲] کئی مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔ لاہور سے اس کا اردو ترجمہ بھی چھپا تھا۔

[۳] تفصیل آگے آ رہی ہے۔

[۴] دارا شکوہ : حسنات العارفین ۴۹

ایک اور مقام پر بابا اُسے نصیحت کرتا ہے :

(اے دارا) تم شیخ نہ بننا، ولی نہ بننا اور نہ ہی صاحبِ خوارق و کرامات ہونے کی خواہش کرنا بلکہ آزاد مشرب فقیر بننا[1] (فقیرِ بے ساختگی)

اس سے اگلے ہی سال ۱۰۶۵ھ/۱۶۵۵ء میں جب وہ اپنی مشہور کتاب مجمع البحرین[2] لکھنے بیٹھا تو اس پر بابا لال کے افکار پوری طرح مسلط ہو چکے تھے[3]۔

داراشکوہ نے مجمع البحرین میں نبوّت و ولایت کے بیان کے تحت بابا لال کو اپنا مرشد لکھا ہے :

در زمان دیگر چوں شیخِ من جنید ثانی شاہ میر و استادِ من میاں باری و مرشدِ من ملا شاہ و شاہ محمد دلربا و شیخ طیب سرہندی و باوا لال بیراگی[4]۔

---

[1] داراشکوہ : حسنات العارفین ۵۵ ۔ بابا لال کی اصطلاح فقیرِ بے ساختگی کا یہ ترجمہ عصرِ حاضر کے وحدتِ ادیان کا سب سے بڑا تحریری نعرہ لگانے والے ڈاکٹر اطہر عباس رضوی نے کیا ہے یعنی

"Be rather an independent Faqir"
(Muslim Revivalist Movements in India, p. 355)

[2] تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

[3] ڈاکٹر رضوی نے اس حقیقت کو اس طرح تسلیم کیا ہے :

The answers which Dara Shukoh received from Baba Lal . . . were fully drawn upon by him in his unique work Majma-ul-Bahrain. . . (Rizvi: Movements, p. 355).

[4] داراشکوہ : مجمع البحرین - طبع محفوظ الحق ۱۰۲

بابا لال کا نام معاصر کتابوں میں کئی طرح لکھا ہوا ملتا ہے جس سے التباس ہوتا ہے کہ یہ ایک نام نہیں ہے لیکن درحقیقت یہ ایک شخص کا نام ہے جسے مختلف طریقے پر لکھ دیا گیا ہے مثلاً دارا نے حسنات میں بابا لال مندیہ اور مجمع البحرین میں باوا لال بیراگی، بعض مآخذ میں لال دیال وغیرہ۔

بابا لال نے سرہند کے قریب دھیان پور میں ایک مندر کے ساتھ اپنے چیلوں کی تربیت کے لیے ایک تربیت گاہ بنالی تھی۔ ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ داراشکوہ کے حکم سے یہ "سمادھی بابا لال" تعمیر کی گئی تھی جواب تک موجود ہے[1]۔ جہاں بہت سے طالب اس کے گرد جمع رہتے تھے۔

ہمارا قیاس ہے کہ بابا لال کے لیے قصداً داراشکوہ نے سرہند میں اس لیے یہ سمادھی بنائی تھی کہ "مجددی تحریک" جس کی بنیادی فکر احیائے اسلام ہے اور جس کا مرکز سرہند شریف تھا، کی نقل و حرکات سے وہ ہر وقت باخبر رہ سکے۔

چندر بھان برہمن (حدود ۱۰۷۴ھ/۱۶۶۴ء)

وہ شاہ جہانی عہد میں معزز عہدوں پر فائز رہا[2]، وہ ہندو ہونے کے باوجود مسلمان اساتذہ سے عربی و فارسی اور دینی تعلیم حاصل کرتا رہا، اس کی طبیعت اور مزاج بالکل داراشکوہ جیسا تھا فرق صرف یہ تھا کہ دارا نے حصولِ تخت کے لیے اپنے مذہبی عقائد کو سیاسی لبادہ اُڑھا دیا تھا۔

معاصر مورخ محمد صالح کنبوہ نے لکھا ہے:

اگرچہ بظاہر زنار بنداست اما سر از کفر بری تابد و ہرچند بصورت ہندو است اما در معنی در اسلام می زند[3]۔

---

[1] گنیش داس وڈیرہ نے دارا کے کئی مرتبہ بابا کے پاس جا کر مستفید ہونے کا ذکر کرنے کے بعد بتایا ہے کہ اس وقت تک بابا کے سجادہ نشینوں کا سلسلہ جاری ہے (چار باغ پنجاب ۲۹۶) نیز دیکھئے مقدمہ جوگ بششٹ۔ نوشتہ امیر حسن عابدی ۷۔ حاشیہ و سر اکبر۔ طبع تہران، مقدمہ ۲۴۷

[2] ڈاکٹر عبدالحمید فاروقی نے مقدمہ دیوان برہمن میں اور ڈاکٹر ظہور الدین احمد نے پاکستان میں فارسی ادب (۲/۹۴-۱۲۴) میں معاصر مآخذ اور برہمن کے بیانات کی بنیاد پر حالاتِ زندگی مرتب کیے ہیں۔

[3] کنبوہ محمد صالح: عمل صالح ۴۴۴/۳

اس کی نظر میں کعبہ و بت خانہ، مسجد و مندر اور مسلمان و ہندو میں کوئی مذہبی فرق نہیں تھا۔ وہ اپنے افکار کے اعتبار سے وحدتِ ادیان کے مکتبِ فکر کا ایک خاص رکن معلوم ہوتا ہے۔ اس کے اس شعر پر ہنگامے کا ذکر تذکرہ نویسوں نے کیا ہے ؎

مرا دلیست بکفر آشنا کہ چندیں بار
بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

ہمارے خیال میں اس کا درج ذیل شعر اس عہد کے وحدت الوجود کی اس فکر کی ترجمانی کرتا ہے جبکہ اس فکر کو وحدتِ ادیان کے لیے استعمال کیا جارہا تھا، کہتا ہے ؎

بانیٔ خانہ و بت خانہ و ہی خانہ یکیست
خانہ بسیار و لی صاحبِ ہر خانہ یکیست

اس کے دیوان میں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں[1] جن سے اس کے مذہبی رجحانات کا اندازہ ہوتا ہے اگر دیوانِ داراشکوہ اور دیوان برہمن کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو متصوفانہ افکار میں بہت مماثلت ملے گی۔ اسی جذباتی ہم آہنگی کی بنیاد پر تو داراشکوہ نے اس کی خدمات شاہ جہان سے اپنے لیے مانگ لی تھیں۔ جب داراشکوہ قندھار کی مہم پر روانہ ہوا تو برہمن اس کے مصاحب کی حیثیت سے اس کے ہمراہ تھا اور جب دارا اس مہم سے ناکام واپس آیا تو لاہور میں بابالال اور دارا کی ملاقات میں بھی ترجمان کی حیثیت سے برہمن شامل تھا۔ اس ملاقات کے دوران گفتگو کو ریکارڈ کرنے اور پھر اس کا فارسی ترجمہ کرنے کی خدمت بھی برہمن نے ہی ادا کی تھی[2]۔ وہ اپنی منشات میں سرہند جانے کا ذکر بھی کرتا کہ وہ وہاں بابالال دیال سے ملا تھا جس کے پاس دور دراز سے لوگ آتے تھے[3]۔

---

[1] برہمن : دیوان مرتبہ عبدالحمید فاروقی۔ احمد آباد گجرات ۱۹۶۷ء
[2] تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ کتاب ہذا تحت "بابالال"
[3] منشاتِ برہمن بحوالہ مقدمہ دیوان برہمن نوشتہ عبدالحمید فاروقی ۶۷

میاں باری (ف ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء)

دارا شکوہ نے حسنات العارفین اور مجمع البحرین میں انہیں اپنا اُستاد بتایا ہے۔ دارا کئی سال ان کے پاس جاتا رہا لیکن انہوں نے اس سے بات تک نہ کی۔ آخر تین سال جب دارا نے ان کی خدمت کی تو انہوں نے گفتگو سے نوازا، انہوں نے مرتے دم تک دارا سمیت کسی کو اپنا نام ونشان تک نہ بتایا۔ دارا کہتا ہے کہ چونکہ وہ قصبہ باری کے نواح میں عزلت گزین تھے اس لیے میں انہیں "باری تعالیٰ" کہا کرتا تھا۔ آخر وہ سکوت ٹوٹا اور وہ خاموشی رازدارانہ گفتگو میں اس طرح تبدیل ہو گئی کہ دارا ان کی "خدمتِ ایشان بسیار گستاخ بودم"۔

ایک مرتبہ دارا نے ان سے پوچھا کہ آپ کس کے بندے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں "بندۂ خود" ہوں۔ انہوں نے مزید کہا کہ میں اپنا مرشد بھی آپ ہی ہوں، میں خود ہی اپنا مرید ہوں..... وہ باطنی طور پر ہر وقت دارا شکوہ کے احوال سے آگاہ رہتے تھے..... وہ موسم سرما و گرما میں بھی برہنہ رہتے تھے۔ ان کا مقبرہ جو انہوں نے خود بنوایا تھا موضع "سرحنہ از توابع پرگنہ باری" ایک تالاب کے کنارے تھا جس پر دارا شکوہ نے ایک بند بھی بندھوایا تھا۔

دارا شکوہ نے خود لکھا ہے کہ وہ جب تک (ان کے مرتے دم تک) ان کے پاس جاتا رہا لیکن ان کی محفل میں کبھی اللہ پاک کا ذکر تو درکنار کبھی نام تک نہیں آیا۔ اس طرح انبیاء و اولیاء کے اسماء بھی کبھی ان کی زبان پر نہیں آئے تھے[1]۔ ایک مرتبہ دارا نے ان سے اُن کی تعلیم کے بارے میں سوال کیا تو بولے میں نے "ملا و پنڈت دونوں کو مار ڈالا ہے[2]"۔ یعنی وہ اسلامی و غیر اسلامی دونوں علوم سے بیزار تھے۔

---

[1] دارا : حسنات العارفین ۶۹

[2] ایضاً : ۷۱

شیخ سلیمان مصری قلندر

سلسلہ قلندریہ سے تعلق رکھتے تھے۔ دارا کی ان سے ۱۰۶۴ھ/۱۶۵۴ء میں ملاقات ہوئی تھی اور خواب میں اُسے ایک قلندر مشرب بزرگ سے ملاقات کے بارے میں پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا، وہ سیاحت پیشہ تھے، جب وہ ملتان پہنچے تو دارا نے والیٔ ملتان کو حکم دیا کہ اُن کا پورے اعزاز سے استقبال کرے اور انہیں دارالخلافہ لانے کا انتظام کیا جائے۔

عندالملاقات دارا کو ان میں "یگانگیٔ مشرب" کا احساس ہو گیا۔ دارا چونکہ اپنے ہم مشرب صوفیہ کا متلاشی تھا اس لیے یہ اس کے لیے بڑی نعمت تھی، وہ خالص آزاد مشرب تھے۔ انہوں نے خود دارا سے بیان کیا تھا ان کے نماز با جماعت نہ پڑھنے پر جب علما نے اعتراض (طعن) کیا تو انہوں نے امامت کرانے والے اس دیار کے تمام علمار کو ہی ناقص کہہ دیا:

> علمائے ایں دیار طعن کردند کہ نماز با جماعت نمی گزارد۔ فرمودند: اقتدا۔ بہ ناقصان نمی کنم[1]

انہوں نے ایک مرتبہ دارا سے کہا کہ انہیں سیاحت کرتے ہوئے ۴۵ سال ہو گئے ہیں، لیکن انہوں نے دارا جیسا سخنور اور عالی مشرب شخص نہیں دیکھا۔[2]

شاہ فتح علی قلندر (ف ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء)

قلندریہ سلسلہ کی یہ دوسری شخصیت ہیں جن کے ساتھ ہمیں دارا شکوہ کے تعلقات کا علم ہوا ہے۔ شاہ فتح قلندر اپنے عم بزرگ شاہ عبدالقدوس قلندر اور شاہ مجتبا قلندر عرف شاہ مجا

---

[1] دارا: حسنات العارفین ۷۶ [2] ایضاً ۷۷

قلندر لاہرپوری (ف ۱۰۸۴ھ/۱۶۷۴ء) کے تربیت یافتہ تھے[1]۔ سلسلۂ قلندریہ ہندوستان میں وحدت الوجود کے لیے بحرِ زخار کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہمارے خیال میں سلسلہ چشتیہ کے بعد افکارِ ابن عربی کی شرح و توضیحات میں اس سلسلہ کو خاص مقام حاصل ہے بلکہ سلسلہ چشتیہ کے دورِ زوال میں اس خدمت کو اس سلسلہ نے اپنے ذمّہ لے لیا تھا۔ "خانقاہ کاکوری" نے اس سلسلہ کے افکار کی جو کتابیں شائع کی ہیں وہ وحدت الوجود کی مکمل تصویر ہیں۔ اس سلسلہ نے شاہ محب اللہ الٰہ آبادی کے رسالہ تسویہ کی مفصل شرح بھی شائع کی تھی۔ شیخ مجتبیٰ قلندر اور شاہ فتح علی قلندر کے مابین جو مراسلت ہوئی ہے اس سے بھی عیاں ہے کہ وہ کن افکار کے حامل تھے یعنی ان کے محبوب موضوع "نفیٔ خودی" اور "توحید وجودی" ہیں[2]۔

داراشکوہ اور شاہ فتح علی کے درمیان بھی مراسلت کا سلسلہ تھا۔ حسنِ اتفاق سے وہ سوالات جو دارا نے ان کی خدمت میں بھیجے تھے اور ان کے جوابات بصورتِ رسالہ محفوظ ہیں اور شائع ہو چکے ہیں[3]۔ اس کی جھلک ملاحظہ ہو:

شاہ فتح قلندر اپنے جوابات کی وضاحت کے لیے جن شخصیات کے اقوال پیش کرتے ہیں ان میں مجذوب شیرازی کے علاوہ "بھگت کبیر" کا نام بھی شامل ہے جس کے افکار وہ "موحد ہندی" کے لقب سے فخر کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

ایک سوال میں دارا نے پوچھا کہ کس علم کو حجاب اکبر کہا گیا ہے تو شاہ فتح فرماتے ہیں ؎

علم حق در علم صوفی گم شود   ایں سخن کی باور مردم شود

---

[1] شاہ فتح قلندر کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو:
تقی علی قلندر: روض الازہر فی مآثر القلندر۔ طبع رام پور ۱۳۲۶ھ ۱۴۲
تقی حیدر قلندر (مرتب) تعلیماتِ قلندریہ (مجموعہ مکتوبات بزرگان قلندریہ) لکھنؤ
اس میں شاہ مجتبیٰ قلندر کے مکتوبات بنام شاہ فتح قلندر موجود ہیں ۳۷-۴۰

[2] تقی حیدر: تعلیماتِ قلندریہ ۳۸-۴۰

[3] شامل مقدمہ جوگ بشسٹ مرتبہ امیر حسن عابدی۔ طبع علی گڑھ۔

دارانے ان سے جب "ظلوماً جہولاً" کے بارے میں پوچھا کہ یہ انسان کی تعریف میں کہا گیا ہے یا اس کی مذمت میں۔ اس کا جو جواب شاہ فتح علی نے دیا وہ حرف بحرف ملا شاہ بدخشی کی اس تفسیر کے مماثل ہے جس کا اقتباس ہم گزشتہ صفحات میں نقل کر آئے ہیں۔

دارانے ان سے دریافت کیا کہ "بے نہایت" دل میں کیسے سما سکتا ہے؟ تو اس کے جواب میں شاہ فتح نے فرمایا ؎

حلول و اتحاد ایں جا محال است
زمین وحدتش این خود ضلال است[1]

داراشکوہ کے تینوں دریافت شدہ سوالناموں یعنی سوالات بنام شاہ محب اللہ الہ آبادی، بنام لال بابا بیراگی اور بنام شاہ فتح قلندر کا اگر تقابلی مطالعہ کیا جائے تو ہمیں نہ صرف سوالات کی نوعیت میں مماثلت ملے گی بلکہ ان کے جوابات بھی بہت حد تک ایک دوسرے کے افکار سے ملتے جلتے معلوم ہوتے ہیں۔

دیگر صوفیۂ خام

دارانے حسنات العارفین میں کئی معاصر صوفیہ سے اپنی ملاقات کا حال اور اُن کے اقوال لکھے ہیں ان میں سے چند ایک کا ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں:

اس نے حسنات العارفین میں شاہ محمد دلربا کو اپنا اُستاد اور مجمع البحرین میں اپنا مرشد بتایا ہے[2] اور ان کے جتنے اقوال دارانے نقل کیے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسخ شدہ تصوف کی ساری منزلوں کو طے کر کے حلول و اتحاد کے دائرے میں داخل ہو چکے تھے۔ وہ دارا سے ملا بدخشی کے اشعار سنانے کی اکثر فرمائش کیا کرتے تھے جس سے اندازہ

---

[1] عابدی: جوگ بشسٹ از داراشکوہ۔ طبع علی گڑھ ۲۶

[2] دارا: مجمع البحرین۔ ۱۰۲

ہوتا ہے کہ وہ اسی فکر سے متاثر ہو کر اس رنگ میں رنگے گئے تھے۔ ان کی زبان پر دارا کے لیے اکثر یہی ہوتا تھا "اللہ بیا، اللہ بنشین" ظاہر خلق باطن خالق است و ظاہر خالق باطن خلق۔[1]

شیخ طیّب سرہندی کو بھی دارا نے مجمع البحرین میں اپنا مرشد لکھا ہے۔[2] اس شیخ طیّب کے ذریعہ دارا کو بابا پیارے کے بہت سے اقوال ملے تھے۔ شیخ طیّب بابا پیارے کے سلسلہ پیاریہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں سے بعض فرمودات یہ تھے:

بابا پیارے کسی قسم کی ظاہری عبادت نہیں کرتے تھے۔ قرآن و حدیث سے اقوال کبھی نقل نہیں کرتے تھے۔ خُدا کا نام اس لیے نہیں لیتے تھے کہ وہ تو غائب ہے۔ وہ مسنون طریقہ پر بال بھی نہیں کٹواتے تھے۔[3] یہ ہے بابا پیارے کی تصویر جن کے متعلق دارا کا اعتقاد تھا:

> از کبار مشائخ ہندوستان است.... از اولیا.... مثل وے دران وقت کسی نہ بودہ۔[4]

صلح کل کا علمبردار ہونے کی وجہ سے دارا کے سکھوں کے گردوں سے بھی بہت خوش گوار تعلقات تھے۔ جب دارا اورنگ زیب سے شکست کھا کر لاہور کی طرف بھاگا تو وہ گرو ہر رائے (۱۶۳۰-۱۶۶۱ء) کے پاس بھی گیا، عصر حاضر کے سکھ مؤرخین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس جنگِ تخت نشینی میں ہمارے گرو کی ہمدردیاں "متعصب" اورنگ زیب کی بجائے "وسیع المشرب" دارا شکوہ کے ساتھ تھیں، بقول خوشونت سنگھ:

---

[1] حسنات العارفین ۷۲-۷۵

[2] دارا: مجمع البحرین ۱۰۲

[3] دارا: حسنات العارفین ۵۶ [4] ایضاً ۵۵

Har Rai became friendly with — Dara Shikuh, who being of sufi persuasion sought the company of saintly men of all denominations, when the war of succession began between Shah Jahan's sons, the Guru's sympathies where naturally more with the liberal Dara Shikuh than with the bigoted Aurangzeb.[1]

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ دارا کے ہر رائے کے ساتھ مذہبی ہم آہنگی کی بنیادوں پر تعلقات تھے یہی وجہ تھی کہ جب وہ شکست کھا کر بھاگ رہا تھا تو اورنگ زیب کی متعاقب فوج کو گرو نے دریائے ستلج عبور کرنے سے روکنے کی کوشش کی تاکہ دارا کو ایران بھاگ جانے کا موقع مل جائے۔ عہد حاضر کے ایک سکھ محقق ڈاکٹر فوجا سنگھ نے اسے اس طرح تسلیم کیا ہے:

Guru Har Rai, was similarly inspired when he led his troops to the bank of the river Satluj in order to block the passage across the river of Aurangzeb's Troops marching in hot pursuit of Dara Shikoh.[2]

جب کہ نقشبندی بزرگ پنجاب میں رہتے ہوئے سکھوں کی مذہبی سرگرمیوں اور مسلمانوں کے خلاف ان کی کارروائیوں کو ہمیشہ اسلام کے خلاف ایک محاذ قرار دیتے رہے، خود حضرت مجدد الف ثانی نے گرو ارجن کے قتل کو اسلام کی فتح عظیم اور کفر کی شکست قرار دیا تھا[3]، یہی حضرت خواجہ محمد معصوم و دیگر حضرات کا نقطۂ نظر تھا جسے اورنگ زیب نے

---

[1] Khushwant Singh: History of the Sikhs, Oxford University Press, Delhi, 1977. Vol. I, p. 68.

[2] Fuja Singh: The Martyrdom of Guru Tegh Bahadur (The Punjab Past and Present, April, 1975, p. 154

[3] مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱۹۳/۱ - تفصیل کے لیے دیکھئے مقدمہ مقاماتِ مظہری

اپنایا تھا جس کی وجہ سے وہ سکھوں کی نظروں میں "متعصب" اور دارا "وسیع المشرب" کہلایا۔

دارا نے شاہ محمد دلربا کے نام اپنے ایک خط میں واضح طور پر تسلیم کیا ہے کہ انہیں صوفیہ کی صحبت کی بدولت "اسلام مجازی" اس کے دل سے "برخاست" ہو چکا ہے اور کفر حقیقی" رونما ہو رہا ہے اور وہ انہیں کی صحبت کی برکت سے "کفر حقیقی" کی صحیح "قدر" سمجھ سکا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اب وہ صحیح معنوں میں "زنار پوش، بت پرست بلکہ خود پرست[1] و دیر نشین" بنا ہے:

"الحمد للہ الحمد للہ کہ از برکتِ صحبت این طائفۂ شریفۂ مکرمۂ معظمہ از دلِ این فقیر اسلام حقیقی برخاست و کفرِ حقیقی روی نمود..... اکنون قدرِ کفرِ حقیقی دانستم زنار پوش و بت پرست بلکہ خود پرست و دیر نشین گشتم[2]۔"

دارا شکوہ کے عقائد

اس پس منظر میں دارا کے مذہبی عقائد کو نہ صرف سمجھنا آسان ہو جائے گا بلکہ اس کی اس بے راہ روی اور دونوں بھائیوں کے مذہبی رجحانات کا تقابل کر کے کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنا بھی سہل ہو جائے گا۔

آپ نے دیکھا کہ اس نے اپنی پہلی تالیف سفینۃ الاولیاء میں اپنے نام کے ساتھ "قادری حنفی" لکھا اور خلفائے راشدین کی دشمنی کو اسلام کی دشمنی قرار دیا اور اہلِ سنت کے چاروں ائمۂ فقہا کو چہار دیوار خانہ اسلام کا درجہ دیا اور پھر کس طرح اپنی اُفتادِ طبع

---

[1] دارا کے استاد میاں باری نے اسے خودی کی جو تعلیم دی تھی وہ ہم گزشتہ صفحات میں درج کر چکے ہیں یہاں اُسے ذہن میں رکھتے ہوئے غور کریں تو اس کے اثرات واضح ہو جائیں گے۔

[2] نجیب اشرف ندوی (مرتب) رقعاتِ عالمگیر ۳۲۲

اور صوفیۂ خام کی صحبت میں اس کی دین سے بیزاری بڑھتی رہی حتیٰ کہ اس نے یہاں تک لکھ دیا کہ جس بستی میں ملاں (علما) رہتے ہوں وہاں عقلی علوم کی ترقی کے امکانات ہی ختم ہو جاتے ہیں۔

وہ اپنی دوسری کتاب سکینۃ الاولیا کی تالیف کے دوران ہی آہیں آزادیٔ مذہب کی طرف راغب نظر آنے لگتا ہے۔

رسالہ حق نما اس کی تیسری تالیف ہے۔ یہ رسالہ ۱۰۵۶ھ/۱۶۴۶ء میں مکمل ہوا۔ اس رسالہ میں اس نے اپنے نام کے ساتھ "حنفی و قادری" کو قائم رکھا ہے۔ اس وقت تک وہ سلوک کی بہت سی منازل طے کر چکا تھا۔ وہ اس رسالہ کے بارے میں پابندی عائد کرتا ہے کہ اسے صرف اس طالب کو پڑھنا چاہیئے جس کی ہدایت کے لیے مرشد موجود ہو اور اپنے کشف کے بارے میں سکینۃ الاولیا میں مندرج دعوے کو دہرایا ہے۔ اس رسالہ میں وہ وحدت الوجود کی کتابوں میں سے فتوحاتِ مکیہ، فصوص، لمعات اور لوامع کے بکثرت حوالے دیتا ہے[1]۔

۱۰۵۶-۱۰۶۲ھ/۱۶۴۶-۱۶۵۲ء کے بعد وہ اپنے ہم مشرب صوفیہ سے ملاقاتیں کرتا رہا اور خود کو ان کے رنگ میں اس طرح رنگ لیا کہ اس کی اپنی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مذہبی خیالات پر لوگوں نے اعتراضات کرنے شروع کر دیے تھے جن کا جواب دینے کے لیے اس نے ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء میں حسنات العارفین نام کی ایک کتاب لکھنا شروع کر دی جو ۱۰۶۵ھ/۱۶۵۵ء میں مکمل ہوئی۔ داراشکوہ کے عقائد میں ۱۶۴۶-۱۶۵۵ء تک جو تبدیلیاں ہوئیں ان میں سے بعض کا ذکر اس نے خود اس کتاب میں کر دیا ہے۔

اس کتاب کے دیباچہ میں نہ تو اس نے اپنے نام کے ساتھ "حنفی و قادری" لکھا ہے اور نہ ہی انکسار کے ساتھ خود کو اپنے ابتدائی قاعدے کے مطابق فقیر حقیر لکھا ہے بلکہ،

---

[1] محفوظ الحق: (مقدمہ) مجمع البحرین ۹-۱۰

"می گوید فقیر بے حزن واندوہ محمد دارا شکوہ"۔
لکھنا ہی کافی سمجھا ہے۔ اس نے وضاحت کی ہے کہ "اس وقت جبکہ سال ۱۰۶۲ھ ر ۱۶۵۲ء ہے اور اس کی عمر ۲۸ سال ہو گئی ہے۔ اہلِ سلوک کی کتابوں سے اس کا دل بالکل "ملول" ہو گیا ہے اور اُسے چونکہ "وجد و ذوق" حاصل ہو چکا ہے اس لیے اس حالت میں اکثر اس کی زبان سے "کلماتِ بلند حقائق و معارف" سرزد ہوتے رہتے ہیں"۔ اس کی اپنی ہی عبارتِ ذیل سے عیاں ہوتا ہے کہ اب تک اس کو کافر بھی کہا جانے لگا تھا:

زاہدانِ خشک بے حلاوت از کوتاہ بینی در صدد طعن و تکفیر و انکار می شدند[1]

اس کے دیباچہ میں ہی اس نے راسخ العقیدہ علماء کو جو اس کی خلافِ شرع باتوں پر اعتراض کرتے تھے، "پست فطرت، زاہد خشک، دجال، فرعون اور ابوجہلانِ محمدی مشرب" جیسی صفات سے نوازا ہے گویا اس کے نزدیک "محمدی مشرب" ہونا بھی اب جرم تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی ان خلافِ شرع حرکات و سخنان کو سہارا دینے کے لیے تاویل کے طور پر متقدمین و معاصرین صوفیہ کی شطحیات کو اس کتاب میں یکجا کیا اور اسے اپنے اشعار سے بھی سجایا۔ وہ نامی گرامی اور انتہائی پابندِ شرع صوفیہ کی شطحیات بھی نقل کرتے ہوئے ان کے نام کے ساتھ عجیب القاب بھی لکھتا مثلاً حضرت بایزید بسطامیؒ کی شطح نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: "عارف بے پروا از بدنامی بایزید بسطامی"، وہ شیخ اکبر ابن عربی کو بھی "موحد" اور بھگت کبیر کو بھی "موحد ہندی" ہی کہتا ہے اور اسے "کمل عارفان ہندوستان[2]" بھی لکھا ہے۔ بابا پیارے جس کی خلاف شرع باتیں خود دارا کے الفاظ میں ہم نقل کر آئے ہیں، کے متعلق لکھتا ہے کہ اکبر کے زمانے میں اس جیسا کوئی ولی نہیں ہوا[3]۔

---

[1] دارا: حسنات العارفین ۲ [2] ایضاً ۵۳ [3] ایضاً ۵۵

اسلام کی "صرف ہزار سالہ زندگی" کے بارے میں اکبر کے عہد سے ہی بحث ہو رہی تھی دارا نے یہاں اس کی بھی وضاحت کر دی ہے:

یعنی محمد پیش از ہزار سال رسول بود[1]......

دارا نے اپنے معاصر صوفیہ میں سے شیخ فرید لاہوری کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس نے ان جیسا کوئی شیخ نہیں دیکھا اور ان کی ان تمام نوازشات کا ذکر بھی کیا جو انہوں نے شہزادے پر کی تھیں۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ دارا کے مخالفین کو مردود کہتے تھے[2]۔ حالانکہ دارا کے مخالفین میں ایک عالم بھی بدعقیدہ نہیں تھا۔

جب وہ یہ کتاب مکمل کر چکا (۱۰۶۵ م) تو اس کے حواریوں نے جنہیں وہ "طالبان صادق" (اور اکابر علمائے اہلِ سنت کو ابوجہلان محمدی مشربان) کہتا ہے، کہا کہ شہزادے تم اپنی شطحیات میں سے بھی تو اس میں کچھ درج کرو تو دارا نے جو جواب دیا اس سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ صرف شطحیات کے میدان میں کہاں تک دُور نکل گیا تھا، اُس نے کہا:

کہ تمام شطحیات جو میں نے بیان کی ہیں وہ دراصل میری ہی ہیں۔ ہمارا قیاس بھی یہی ہے کہ اگر اس کی اس کتاب میں شامل شطحیات کو ان مشائخ کی معاصر کتب سوانح سے تقابل کیا جائے تو بہت سے شطحیات جو دارا نے ان کے نام منسوب کیے ہیں محض اس کے ذہن کی پیداوار ثابت ہوں گے۔ اس نے حضرت میاں میرؒ اور ملا شاہ کی جو شطحیات اس میں بیان کی ہیں وہ بھی اس نے اپنی شطحیات کو سہارا دینے کے لیے وقتی طور پر تراش لی ہیں کیونکہ سکینۃ الاولیاءؔ میں اس قسم کی شطحیات کا اس نے ذکر نہیں کیا جس میں حضرت میاں میرؒ نے اپنے مرید ملا شاہ بدخشی کے متعلق یہ کہا ہو کہ "کشمیر کے خدا کا کیا حال ہے[3]؟"

---

[1] دارا: حسنات العارفین ۵۹ [2] ایضاً ۶۳ [3] ایضاً ۶۱

تاہم اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں اس وقت کے تصوف میں تنزل کے آثار ملتے ہیں
وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بھگتی تحریک شاہ جہاں کے ان ایام میں دارا شکوہ کی سرکردگی میں
اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی اور اس تحریک سے متاثر ہونے والے سارے صوفیہ کے ساتھ
اس کے روابط تھے۔ اس حقیقت کو ڈاکٹر اطہر عباس رضوی نے ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے:

The characteristic feature of this work is an emphasis on that aspect of Kabir's teachings which seeks to despise as frivolous any distinction drawn between Kufr and Islam.[۱]

اسی سال ۱۰۶۵ھ/۱۶۵۵ء میں اس نے مجمع البحرین لکھی۔ اس میں اس نے
یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام اور کفر (ہندو مت) میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ ان کا منبع و
مخزج ایک ہی ہے۔ ان دونوں دریاؤں کو ملا دینا چاہیے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ وہ
وحدتِ ادیان کے علمبردار تمام ہندوستانی صوفیہ اور ہندو سادھوؤں سے مل چکا تھا اور ان
کے معارف و کلمات اس پر پوری طرح مسلط ہو چکے تھے اس نے خود اس کے دیباچہ
میں اس کی یوں وضاحت کی ہے:

بعد از دریافت حقیقت الحقائق و تحقیق رموز و دقائق مذہب برحق صوفیہ و
فائز گشتن بایں عطیۂ عظمیٰ در صدد آن شد کہ درک کند مشرب موحدان ہند
و بعضی از محققان ایں قوم و کاملان ایشان ..... مکرر صحبتہا داشتہ و گفتگو
نمودہ، جز اختلاف لفظی در دریافت و شناختِ حق تفاوتی ندید۔ ازیں
جہت سخنانِ فریقین را باہم تطبیق دادہ[۲] ......

اس نے حسنات العارفین میں راسخ العقیدہ علماء کو جس طرح کوسا ہے وہ آپ

---

[۱] Rizvi, S. A. A., Muslim Revivalist Movements, p. 354

[۲] دارا شکوہ: مجمع البحرین ـ طبع محفوظ الحق ۸۰

ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں وہ اپنے ہم مشرب "موحدان ہند" کو مجمع البحرین میں "کاملان" "نہایت ادراک وفہم" کے مالک و خدارسیدہ[1] کہتا ہے۔ درج بالا اقتباس میں اس نے صاف بتایا ہے کہ اسلام اور ہندومت کے افکار میں اسے لفظی فرق کے سوا کچھ محسوس نہیں ہوا۔

اس کتاب میں اس نے اپنے معاصر صوفیہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ میاں باری کو اپنا اُستاد، ملا شاہ، شاہ محمد دلربا، طیب سرہندی اور بابا لال بیراگی کو اپنا مرشد لکھا ہے[2]۔ دارا کے حامیوں نے اس کتاب پر بابا بیراگی کے افکار کی مکمل چھاپ کی جس طرح تصدیق کی ہم سابقہ اوراق میں واضح کر چکے ہیں۔

اورنگ زیب کو بدنام کرنے کے لیے مثالوں کے متلاشی اور مشہور مورخ جادو ناتھ سرکار[3] اور ان کے حلقہ کے ایک مؤلف اور عرصہ حاضر میں دارا شکوہ کی سب سے تحقیقی سوانح عمری لکھنے کا شرف حاصل کرنے والے مورخ قانون گو[4] نے بھی تسلیم کیا ہے کہ دارا ان دونوں مذاہب کے تقابلی مطالعہ سے ان کے درمیان کسی "قدر مشترک" کا متلاشی تھا جس سے جنگ تخت نشینی میں ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی حمایت اُسے حاصل ہو جائے۔

دارا کو ہندو مسلم اتحاد یا ہندوؤں کی حمایت حاصل کرنے کی اتنی فکر تھی کہ اس نے اس کا سنسکرت زبان میں ترجمہ کروانے کا بھی اہتمام کیا تھا جو اس کی زندگی میں ہی "سمودر سنگم" کے نام سے مکمل ہو گیا تھا[5]۔ اگلے سال ۱۰۶۶ھ/۱۶۵۶ء میں دارا نے اپنی وسیع المشربی

---

[1] دارا شکوہ: مجمع البحرین۔ طبع محفوظ الحق ۸۰ [2] ایضاً ۱۰۲

[3] Sarkar, J. N History of Aurangzeb, Calcutta 1925 Vol. I pp 273 274.

[4] Qanungo: Dara Shikoh, Calcutta, 1935 p. 134

[5] عابدی، امیر حسن: جوگ بششٹ (مقدمہ) ۲۲

کا مزید ثبوت بہم پہنچایا، اب تک اس نے اسلام اور ہندو مت کا صرف تقابلی مطالعہ ہی کیا تھا اور زیادہ تر اس کے ماہرین سے گفتگو کر کے کچھ سیکھا تھا لیکن اب اس کا جی چاہا کہ ہندو مت کا براہِ راست مطالعہ کرے چنانچہ اس مقصد کے لیے اس نے جوگ بشسٹ کا فارسی میں ترجمہ کروانے کے لیے ماہرین کا ایک بورڈ قائم کیا۔ اگرچہ اکبر کے زمانے سے ہی اس کتاب کے ترجمے ہوتے چلے آرہے تھے[1]، لیکن وہ ترجمے دارا کو پسند نہیں تھے۔ دارا اس کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اس نے ایک خواب میں بشسٹ اور رام چندر کو دیکھا۔ بشسٹ نے رام چندر کو اشارہ کیا کہ دارا شکوہ "طلبِ صدق" میں تمہارا بھائی ہے اس لیے اس سے معانقہ کرو، تو وہ کمالِ محبت سے دارا سے بغل گیر ہوا۔ پھر بشسٹ نے رام چندر کو شیرینی دی کہ دارا کو کھلا دو تو دارا نے رام چندر کے ہاتھ سے وہ شیرینی کھالی۔ جس سے اس کی تجدیدِ ترجمہ کی خواہش زیادہ ہوگئی تو اس نے ترجمہ کا حکم دیا[2]۔

بقول پروفیسر نجیب اشرف ندوی:

> دارا اس ترجمہ کے ذریعے یہ بات باور کرنا چاہتا ہے کہ اگرچہ وہ ظاہراً ولی عہدِ شاہ جہان ہے لیکن بباطن وہ بھی رام چندر جی کی طرح واصل الی الحق بزرگ ہے[3]۔

ڈاکٹر رضوی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ دارا کا اس ترجمہ سے مقصد ہندو مسلم اتحاد اور جذباتی ہم آہنگی کی فضا پیدا کرنا تھا[4]۔

---

[1] ترجموں کی تفصیل کے لیے دیکھئے:

عابدی: جوگ بشسٹ مقدمہ ۲۹-۳۲

Rizvi, S. A. A. Religious and Intellectual History of the Muslims in Akbar's Reign, Delhi, 1975, p. 215

[2] دارا: جوگ بشسٹ طبع عابدی ۲ [3] نجیب اشرف ندوی: مقدمہ رقعاتِ عالمگیر ۳۵۹

[4] Rizvi, S. A. A. Muslim Revivalist Movements, pp. 358-59

دارا کے حکم سے کیا ہوا یہ ترجمہ با تحقیق و حواشی چھپ چکا ہے[1]۔

اس ترجمے کے ایک ہی سال بعد یعنی ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷ء میں اس نے بنارس کے پنڈتوں اور سنیاسیوں کی مدد سے ہندوؤں کی مشہور مذہبی کتاب اپنشد کے منتخب پچاس ابواب کا ترجمہ فارسی میں کروایا۔ جس کا نام اس نے "سرِ اکبر" تجویز کیا۔

اس کے ابتدائیہ میں دارا نے لکھا ہے:

.... چونکہ قرآن مجید ..... کی اکثر باتیں رمزی ہیں ..... اس لیے میں نے چاہا کہ تمام آسمانی کتابوں کو پڑھوں ..... میں نے تورایت، انجیل، زبور اور دوسری کتابیں پڑھیں، لیکن ان میں توحید کا بیان مجمل اور اشارات میں تھا.... اس لیے اس بات کی فکر میں ہوا کہ ہندوستان وحدت عیان میں توحید کی گفتگو کیوں بہت زیادہ ہے..... تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اس قوم قدیم (ہندوؤں) کے درمیان تمام آسمانی کتابوں سے پہلے چار آسمانی کتابیں تھیں رگ بید، سام بید، اتھربن بید...... اور محض توحید کے اشغال اس میں درج ہیں جس کا نام انبکھت ہے..... جو کہ توحید کا خزانہ ہے.... توحید کے متعلق ہر قسم کی مشکل اور اعلیٰ باتیں جن کا میں طلب گار تھا، لیکن حل نہیں پاتا تھا اس قدیم کتاب کے ذریعہ سے معلوم ہوئیں جو بلا شک و شبہ پہلی آسمانی کتاب ہے اور بحرِ توحید کا سرچشمہ اور قدیم ہے اور قرآن مجید کی آیت بلکہ تفسیر ہے اور صراحتاً ظاہر ہے کہ یہ آیت بعینہٖ اس کتابِ آسمانی .... کے حق میں ہے انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون ..... متعین طور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت توریت اور انجیل کے حق میں نہیں ..... پس

---

[1] امیر حسن عابدی کی تحقیق سے اس کا فارسی متن مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے بنام جوگ بشسٹ ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔

تحقیق کہ چھپی ہوئی کتاب ہی کتاب قدیم ہے[۱]۔

دارا اس سے پانچ سال پیشتر حسنات العارفین لکھنے بیٹھا تو جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں اس کا دل تمام مسلمہ کتب سے اچاٹ ہو چکا تھا اور اس نے کہا تھا:

"جز توحید صرف منظورِ نظر نبود[۲]۔"

گویا ۱۰۶۲ - ۱۰۶۷ھ میں اس نے سب کچھ ترک کر کے صرف "حصولِ توحید" (یعنی وحدت الوجود کے رنگ میں وحدتِ ادیان) کو اپنا مقصد زندگی بنا لیا تو اس کا جو نتیجہ نکلا اس نے سرِ اکبر کے دیباچہ میں واضح کر دیا۔

دارا کی سرِ اکبر بھی حال ہی میں ایرانی و ہندوستانی محققین کے مشترکہ اہتمام سے طبع ہو چکی ہے[۳]۔ اورنگ زیب کی حمایت میں اردو زبان میں قلم اٹھانے والے پہلے مسلمان مولف علامہ شبلی نے سرِ اکبر کا دیباچہ پڑھ کر جو رائے لکھی تھی وہ ملاحظہ ہو:

اس کتاب کے دیباچہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دارا بالکل ہندو بن گیا تھا اور کچھ شبہ نہیں کہ اگر وہ تختِ شاہی پر متمکن ہوتا تو اسلامی شعار اور خصوصیات بالکل مٹ جاتے[۴]۔

انہیں دنوں دارا نے ایک انگوٹھی بنوائی تھی جس پہ خدا کا نام ہندی زبان میں "پربھو" لکھوایا تھا۔ معاصر مورخ محمد کاظم شیرازی نے لکھا ہے کہ وہ اسے متبرک خیال کرتا تھا:

۱؎ صباح الدین عبدالرحمن: بزم تیموریہ ۴۰۳ - ۴۰۵ (ملخصاً)

۲؎ دارا: حسنات العارفین ۲ انہیں ایام میں اس نے اپنی ایک اور کتاب طریقۃ الحقیقت تالیف کی تھی جس میں اس نے صاف الفاظ میں لکھ دیا تھا:
در کعبہ و سومنات افسانہ توئی ، در صومعہ و خرابات توئی ......
(اس کتاب کا فارسی متن اور اردو ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے)

۳؎ سرِ اکبر مرتبہ تارا چند و محمد رضا جلالی نائینی۔ تہران ۱۹۶۱ء

۴؎ شبلی نعمانی: مقالات - دارالمصنفین ۱۹۳۸ء ۱۰۱/۷

"بجائے اسماء حسنیٰ الٰہی اسمی ہندوی کہ ہنود آن را پربھو می نامند و اسم اعظم میداند بخط ہندوی بر نگینہ ہای الماس و یاقوت و زمرد وغیرہ آن از جواہرے کہ می پوشید نقش کردہ بآن تبرک می جست"[1]

وہ مندروں کی تعمیر و آرائش میں بھی دلچسپی کا مظاہرہ کرنے لگا تھا۔ ڈاکٹر غوری اور جادو ناتھ سرکار نے معاصر کتب تاریخ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس نے متھرا کے مقام کیشو رائے کے مندر میں پتھر کے ستون نصب کروائے تھے[2]۔ دارا کے مسلسل اصرار پر شاہ جہان نے ہندوؤں کے بعض ٹیکس بھی معاف کر دیے تھے۔

دارا کی تصانیف کو متعارف کرانا ہمارا مقصود نہیں ہے، البتہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کی ساری تالیفات کو ترتیب زمانی کے اعتبار سے مطالعہ کیا جائے اور پھر اس عہد کے اس نوعیت کے لٹریچر سے تقابل بھی ضروری ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ دارا نے ان سے کیا کچھ اخذ کیا اور ان پر اپنے افکار کے کتنے اثرات مرتب کئے۔

داراشکوہ اور علمائے کرام کی توہین

داراشکوہ جس نے اپنی پہلی کتاب میں اہل سنت کے چاروں آئمہ کو "چہار دیوار خانہ اسلام" کا درجہ دیا تھا۔ اور اس کے بعد وہ تیرہ سال تک وسیع المشرب صوفیہ کی صحبت میں رہ کر کیا بن گیا تھا اس کا اندازہ اس کے عقائد کے پس منظر اور عقائد کی ان تفصیل سے لگایئے جو ہم نے اس کے اپنے الفاظ میں بیان کی ہیں، وہ اپنے حواریوں کو تو معزز ترین القاب سے یاد کرتا ہے لیکن راسخ العقیدہ علماء کو ایسے خطابات دیتا ہے جس سے اس کی دین سے نہ صرف بیزاری بلکہ لاتعلقی کا اظہار ہونے لگتا ہے۔ دارا کے مصاحبین اور وہ صوفیہ بھی

---

[1] محمد کاظم شیرازی، عالمگیر نامہ۔ کلکتہ ۱۸۶۸ء ، ۳۵

[2] Ghauri, I, A: War of succession, p. 73

جن کو وہ اپنا استاد و مرشد لکھتا ہے علمائے کرام کیلئے ایسے ہی خطاب استعمال کرتے ہیں۔

ملا شاہ بدخشی کی آزاد مشربی کے خلاف علماء نے کارروائی کی تو اس نے دارا کو جو خط لکھا اس میں انہیں "ملایان قشر"، "زاہدانِ خشک" اور "بدبختانِ شریر"[1] کو تنبیہ کرنے کی ہدایت کی تھی۔ دارا اپنے دوست صوفیہ کو "عارفانِ این وقت"[2] وہ تصوف کی اصطلاح میں مسلمان صوفیہ کو بھی "طالبانِ صادق"[3] اور رام چندر کو بھی "طالبِ صادق" ہی لکھتا ہے[4]۔

جن صوفیہ خام نے اس کی مذہبی زندگی کو تاریک کیا تھا ان کے متعلق اس کے یہ شاندار القاب ملاحظہ ہوں :

از برکتِ صحبتِ این طائفہ شریفہ مکرمہ معظمہ از دلِ این فقیر اسلامِ مجازی برخاست وکفرِ حقیقی روے نمود[5]

بابا لال بیراگی کو "از کمل عرفا"[6] اپنے اُستاد میاں باری کو "حضرت باری تعالےٰ"[7] بھگت کبیر کو "کمل عارفانِ ہندوستان"[8] اور اپنے پسندیدہ کئی صوفیوں کے نام کے ساتھ "از مفردانِ وقت" لکھا ہے۔ اس کے ہم مشرب پیر سلیمان مصری قلندر علماء کو "ناقصان" کہا کرتے تھے[9]۔

وہ ہندو پنڈت اور سنیاسی جن کی صحبت میں رہ کر اس نے ہندو فلسفہ (جسے وہ توحید کہتا ہے) سیکھا تھا، کے لیے اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں :

---

[1] دارا : سکینہ ۱۶۷، ۱۸۴
[2] دارا : حسنات العارفین ۲ [3] ایضاً ۷۹ [4] دارا : جوگ بشسٹ ۴
[5] مکتوب داراشکوہ بنام شاہ دلربا۔ رقعاتِ عالمگیر۔ طبع ندوی ۲۲۲
[6] دارا : حسنات العارفین ۴۹ [7] ایضاً ۶۹ [8] ایضاً ۵۳
[9] ایضاً ۷۴

مشربِ موحدانِ ہند و بالعضی از محققان این قوم و کاملانِ ایشان کہ بہ
نہایت ریاضت و ادراک و فہمیدگی و غایت تصوف و خدایابی رسیدہ
بودند مکرر صحبتہا داشتہ[1]

وہ ہندوؤں کے اوتار بشسٹ کی اپنے اوپر غایت درجہ مہربانی کا اظہار کرنے کے بعد
رام چندر کو "طلبِ صدق" میں اپنا بھائی / پیر بھائی بتاتا ہے[2]

ہندوؤں کے مرکزی مذہبی شہر بنارس کو "دار العلم" کہنے کے بعد اس شہر کے وہ
پنڈت اور سنیاسی جو اس سے گہرا تعلق رکھتے تھے، کو "سرآمد وقت" کے لقب سے ملقب
کیا ہے[3]

اپنے حواریوں کے لیے ان القاب کو سامنے رکھتے ہوئے جو دارا نے ان کے لیے
استعمال کیے ہیں، ان خطابات کا جائزہ لیجیے جو اس نے راسخ العقیدہ علماء کے لیے لکھے
ہیں تو اس کی وسیع المشربی کا پول کھل جائے گا۔

جب وہ متقدمین صوفیہ کرام کی کتابوں سے متنفر ہو گیا تو وہ حق کی تلاش کا آغاز
کرنے سے پیشتر راسخ العقیدہ علماء کو ان القاب سے یاد کرتا ہے:

"دجاجلۂ عیسیٰ نفسان و فراعنۂ موسیٰ صفتان و ابو جہلانِ محمدی مشربان"[4]

اور ان خطابات کی تحریر سے پہلے وہ بالکل ملا بدخشی کی اصطلاح میں انہیں "پست
فطرتان و دون ہمت و زاہدانِ خشک"[5] سے خطاب کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ محمدی مشرب علماء
کو ابو جہل قرار دینے کے بعد بظاہر کوئی خطاب باقی نہیں رہنا چاہیے تھا لیکن اس پر
بھی اس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تو فلسفۂ ہنود میں توحید کے متلاشی اپنے ہم خیال صوفیہ

---

[1] دارا: مجمع البحرین ۸۰ [2] ایضاً جوگ بشسٹ ۴
[3] صباح الدین: بزم تیموریہ ۴۰۴
[4] دارا: حسنات العارفین ۳ [5] ایضاً ۲

کی صفات بیان کرنے کے بعد "سرِ اکبر" کے دیباچہ میں انہیں جو کچھ کہتا ہے اس پر تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے ملاحظہ ہو :

"جہلائے وقت خدا شناسوں اور موحدوں (فلسفۂ ہنود پر تحقیق کرنے والے مسلمان) کے قتل، کفر اور انکار میں مشغول ہیں .... وہ خدا کے راستے کے راہزن ہیں"[1] .....

اس کے عقائد کے پس منظر میں ہم نے جن شخصیات کو اس کے مذہبی رجحانات میں تبدیلی کا ذمہ دار قرار دیا ہے اس سے بھی واضح ہے کہ اس کے اُستاد میاں باری کی تعلیم تھی کہ "ملا اور پنڈت" دونوں کو مار ڈالو (یعنی خود کو مذہب کی قید سے آزاد کر لو) اور سلیمان قلندر کا سبق یہ تھا کہ علمائے ظاہر "ناقص" ہیں[2] تو دارا اس قسم کے خیالات کا اظہار اپنے اشعار میں کیوں نہ کرتا نیز اس کے مصاحبین میں سے جتنے شعراء کے شعری مجموعے ہمیں ملے ہیں ان سب میں علماء کے خلاف نفرت کے آثار پاتے جاتے ہیں، دارا نے بھی اپنے کلام کو ان کی تقلید کا شرف بخشا ہے۔ وہ اپنے اشعار میں بہشت کہتا ہی اُسے ہے جہاں اُسے "ملا" نظر نہ آئے اور نہ ہی وہاں نماز و آذان کی آواز ہو ؎

بہشت آنجا کہ ملائی نباشد
ز ملا شور و غوغائی نباشد

وہ اپنی من چاہی توحید کی تلاش و تحقیق کسی ایسے مقام پر کرنا چاہتا تھا جہاں اس کے کانوں تک "شورِ ملا" اور جہاں اس کے "فتویٰ" کی کوئی اہمیت نہ ہو ؎

جہاں خالی شود از شورِ ملا
ز فتویٰ ہاش پروای نباشد

---

[1] دارا : سرِ اکبر طبع تہران۔ دیباچۂ دارا و بزم تیموریہ ۲۰۴

[2] ان کے اقوال بلفظہ سابقہ اوراق میں نقل کیے جا چکے ہیں۔

چنانچہ وہ ایسے مقام کی تلاش میں بہت جلد کامیاب ہوگیا اُسے ہندوؤں کے مرکزی مذہبی شہر بنارس جہاں اس نے "سرآمد وقت" پنڈتوں کے جھرمٹ میں بیٹھ کر "سراکبر" مرتب کی یہ شہر اس کی نظر میں "دارالعلم" تھا۔ لیکن جس شہر میں ملا رہتے ہوں وہاں عقلی علوم پر تحقیق کرنا تو درکنار وہاں اس کے خیال میں "دانائی" کا نام و نشان بھی نہیں ہو سکتا ہے

در آن شہری کہ ملاّ خانہ دارد ۔۔۔ در آنجا ہیچ دانای نباشد

اس کے خیال میں "انبیاؑ و اولیاء" کو دنیا میں جتنی تکلیفیں پہنچی تھیں وہ سب علماؑ کے "شرِ نفس" کی وجہ سے تھیں ؎

از شومیٔ شرِ نفس ملایان است ۔۔۔ با ہر نبی و ولی کہ آزار رسید!

وہ گمراہی کی تلاش (جسے وہ تحقیق توحید کہتا ہے) میں اتنا دُور نکل گیا تھا کہ اُسے اپنے لیے گمراہ کے لفظ میں فخر محسوس ہونے لگا تھا ؎

ہر کس کہ بحق رسید گمرہ گفتند ۔۔۔ من گمرہ از آنم کہ مرا راہ نماند

اس لیے ان حالات میں اس نے اپنے عقیدہ کا اظہار اس طرح کیا ہے ؎

کافر گفتی تو از پی آزارم ۔۔۔ ایں حرف ترا راست ہمی پندارم
پستی و بلندی ہمہ شد ہموارم ۔۔۔ من مذہب ہفتاد و دو ملت دارم[1]

علامہ اقبال کا یہ شعر حقیقت کی عکاسی کرتا ہے ؎

تخمِ الحادے کہ اکبر پروریدہ ۔۔۔ باز اندر فطرتِ دارا دمید

اب اس ہیجان انگیز فضا میں اس مذہبی کشمکش کو مدنظر رکھتے ہوئے اورنگ زیب کے افکار اور اس کے پسندیدہ علماؑ و مشائخ کی تعلیمات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

---

[1] دارا شکوہ کے یہ تمام اشعار اس کی کتاب جوگ بشسٹ کے مقدمہ نوشتہ امیر حسن عابدی سے منقول ہیں ۲۰-۲۱

اورنگ زیبؒ کے علما و مشائخ سے تعلقات

داراشکوہ کے مقابلہ میں اورنگ زیب کو راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ سے عقیدت تھی اور اس کے روابط بھی اسی قسم کے حضرات سے تھے۔ اگر اس کے علما و مشائخ سے تعلقات کا مفصل جائزہ لیا جائے تو ہمیں سلسلۂ نقشبندیہ کے مشائخ کے نام سب سے زیادہ ملیں گے جن کے براہ راست اورنگ زیب کے کسی نہ کسی طرح روابط تھے۔ ان تعلقات کی تفصیل سے دونوں بھائیوں کے مذہبی رجحانات کا واضح فرق بھی معلوم ہو جائے گا۔ اس کے تعلقات کا مختصر خاکہ ملاحظہ ہو:

حضرتِ خواجہ محمد معصومؒ اور اورنگ زیب

تخت نشینی (۱۶۵۹ء) سے بہت پہلے حضرت خواجہ کے ساتھ اورنگ زیب کی عقیدت کے ثبوت ملتے ہیں۔ چنانچہ ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء میں وہ باقاعدہ بیعت ہونے کیلئے حضرت خواجہ کی خدمت میں سرہند حاضر ہوا، جہاں اُسے "سلطنت" کی خوشخبری بھی دی گئی تھی[۱]۔ اگرچہ روضۃ القیومیہ کے اس بیان کو مبالغہ آمیزی کہا گیا ہے لیکن حضرات کے ساتھ اس کی مراسلت سے اس کے اس سلسلہ سے باقاعدہ منسلک ہونے کے شواہد ملتے

---

[۱] کمال الدین محمد احسان، روضۃ القیومیہ ۲/ ۳۸-۳۹
ہمارے خیال میں اس خوشخبری کے ملنے کا یہ حسد تھا کہ دارا اس سے اگلے سال کشمیر جا کر ۱۰۴۹ھ/ ۱۶۳۹ء میں باقاعدہ ملا شاہ بدخشی سے بیعت ہوا تھا (سکینۃ الاولیاء ۴۸، ۱۲۸)
تفصیل کے لیے اسی مقدمہ کا عنوان "دارا کے عقائد کا پس منظر" ملاحظہ کریں۔

ہیں۔ حضرت خواجہ کے فرزند خواجہ سیف الدین واضح طور پر اس کے اس طریقہ میں داخل ہونے اور حضرتِ خواجہ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مخفی نہ ماند کہ بادشاہ بہ دخولِ طریقہ علیہ مشرف گشتہ، بسیار متاثر گشت سہ صحبت با حضرتِ ایشان (خواجہ محمد معصوم) داشت[1]......

اگر اورنگ زیب کی حضرت خواجہ کے ساتھ بیعت کو نہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی آخر دم تک اس کی اس خاندان سے وابستگی اور گہری عقیدت کے واضح اثرات ملتے ہیں۔ اس کے ان روابط کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اول شہزادگی کا زمانہ دوم تخت نشینی کے بعد کے تعلقات۔

اورنگ زیب ۱۰۵۹ھ/۱۶۴۹ء سے ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء تک قندھار[2] فتح کرنے کی مہمات میں مصروف رہا، شاہ عباس ثانی (والیٔ ایران) نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن داراشکوہ کی سازشوں کی وجہ سے اورنگ زیب اس مہم میں کامیاب نہ ہوسکا۔ دارا، اورنگ زیب کو بدنام کرنے کے لیے جو طریقے اختیار کرتا رہا، یہ سازش بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اورنگ زیب نے اس مہم میں کامیابی کے لیے حضرت خواجہ سے دعا کے لیے کہا تو آپ نے اس کے جواب میں ایک طویل مکتوب اُس کے نام ارسال کیا جس میں جہاد کے فضائل تفصیل سے بیان کرنے کے بعد اُس کی اس مہم کو جہاد قرار دیتے ہوئے لکھا:

"اللہ کی راہ میں ایک ساعت کا جہاد مکہ میں حجر اسود کے قریب شب قدر

---

[1] سیف الدین خواجہ: مکتوبات سیفیہ ۸۲/۱۲۳

[2] اس محاصرۂ قندھار کی تفصیل کے ملاحظہ ہو:

Riazul Islam. Indo-Persian Relations, Tehran pp. 110-116.

کے قیام سے افضل ہے[1]۔"

لطف یہ ہے کہ اس مہم کی ناکامی کے بعد خود دارا شکوہ نے اپنا وقار بڑھانے کے لیے ۱۰۶۳ھ/۱۶۵۳ء کو اپنی خدمات پیش کیں۔ یہ محاصرہ تقریباً پانچ ماہ تک جاری رہا لیکن کوئی چال بھی کامیاب نہ ہوئی اور دارا نے تنگ آکر واپسی کا فیصلہ کر لیا اور اس ناکامی کا داغ دھونے کے لیے دارا نے عجب ڈرامائی انداز اختیار کیا کہ "مجھے قندھار کے مشہور ولی بابا حسن ابدال نے خواب میں بتایا ہے کہ قندھار کی فتح اس وقت اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے اس لیے محاصرہ ختم کر دو۔"

دارا شکوہ نے لکھا ہے کہ اس محاصرے کے دوران میرے پیر ملا شاہ بدخشی نے مجھے بھی خطوط لکھے اور فتح کی خوشخبری دی۔ اس نے اپنی کتاب سکینۃ الاولیاء میں یہ خطوط نقل کیے ہیں[2]۔ ملا شاہ بدخشی کے ان خطوط اور حضرت خواجہ کا اورنگ زیب کے نام مذکورہ بالا مکتوب کا اگر تقابلی مطالعہ کیا جائے تو دونوں روحانی رہنماؤں کے افکار کا واضح فرق معلوم ہو جائے گا۔

---

[1] محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۱/۶۴

جناب پروفیسر محمد اسلم نے سہواً حضرت خواجہ کے اس مکتوب کو اورنگ زیب کی دارالحکومت پر جنگ تخت نشینی کے سلسلہ میں فوج کشی سے متعلق قیاس کر لیا ہے کہ "اورنگ زیب جب برہانپور سے فوج لے کر نکلا تو خواجہ صاحب نے اسے ایک خط ارسال کیا جس میں اسے دارالحکومت پر فوج کشی پر تحسین پیش کی۔"

(المعارف لاہور۔ اگست ۱۹۷۰ء، ۲۶-۳۱ حوالہ نمبر ۴۰-۴۱)

جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں حضرت خواجہ کے مکتوبات کی یہ جلد اول جس میں زیر بحث مکتوب نمبر ۲۹ شامل ہے ۱۰۶۳ھ / ۱۶۵۳ء میں جمع ہو کر مکمل ہو چکی تھی اور اورنگ زیب نے برہانپور میں ایک ماہ دارالحکومت پر حملہ کی تیاری میں صرف کر کے ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء میں یہ کارروائی کی تھی۔ اس لیے ۱۶۵۳ء سے پہلے کے نوشتہ مکتوب کا اس فوج کشی سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا بلکہ یہ خط اس کی مہم قندھار سے متعلق ہے۔

[2] دارا شکوہ: سکینۃ الاولیاء۔ طبع تہران ۱۹۶۵ء، ۱۰۵-۱۰۶

دکن کے معاملات عرصہ دراز سے مغلوں کے لیے خاصے تشویش کا باعث بنے ہوئے تھے خصوصاً شاہ جہان کے آخری سالوں میں ایران کی ان ریاستوں کے ساتھ مراسلت[1] و مداخلت اور وہاں شیعہ مذہب کا اثر بڑھ جانا اور ان علاقوں میں جمعہ کے خطبوں میں خلفائے ثلاثہ پر سب و شتم کیا جانا نہ صرف مغلوں بلکہ سارے ہندوستان کے لیے اشتعال اور مذہبی غیرت کا باعث بن گیا تھا۔ انہیں حالات میں ۱۰۶۶ھ/۱۶۵۵ء کو اورنگ زیب نے گولکنڈہ کا محاصرہ کر لیا جو اس زمانہ میں شاہ جہان کی طرف سے "نظامتِ دکن" پر مامور تھا۔ انہیں دنوں حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی نے اُسے اسی نوعیت کا ایک خط لکھا جس قسم کا ان کے بھائی حضرت خواجہ محمد معصوم اُسے محاصرۂ قندھار کے دوران لکھ چکے تھے، حضرت خواجہ محمد سعید نے واضح الفاظ میں اسے احکامِ شریعت کی "تقویت" کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ خود بھی اس جہاد میں شریک ہونے کے متمنی ہیں لیکن پیرانہ سالی کے باعث ایسا کرنے سے معذور ہیں، لکھتے ہیں:

> درایں ایام ضعفِ مراسم اسلام چوں تائیدِ ارکان ملت بیضا و تقویت احکام شریعت غرا وابستہ بہ ذات اشرف است ...... دریں ولا استماع یافت کہ چوں اہل گولکنڈہ سر از ربقۂ اطاعتِ واجبہ کشیدہ اند و نقض عہد نمودہ داخلِ جرگہ ینقضون عہد اللہ ...... گشتہ اند و آن قبلہ گاہی از رو حمیّت دین و غیرتِ اسلام توجہ بآن صورت تافتہ ہمت سامیہ را بر تخریب آن جماعتِ ناہنجار گماشتہ ....

فتح و نصرت کی دُعا کے بعد لکھا ہے ....

---

[1] ایران کی دکنی معاملات میں مداخلت کے لیے تفصیل کے لیے دیکھیے:

Riazul Islam: Indo Persian Relations, pp. 116 120.

جائے آن بود کہ این فقیر از سر قدم ساختہ شریک این مجاہدہ مے شد لیکن ضعفِ بدن کہ ہموارہ عارض است[1] ......

لیکن داراشکوہ کی سازش اور اورنگ زیب کو بدنام کرنے کی غرض سے عین فتح و نصرت کے حالات میں مرکز کی طرف سے محاصرہ اُٹھانے اور ان کے علاقے واپس کرنے کے احکام صادر ہو جاتے ہیں[2]۔

مجددی حضرات کے علاوہ اورنگ زیب کے دیگر سلاسل کے صوفیہ سے بھی اچھے تعلقات تھے، جنگ تخت نشینی سے پہلے وہ شیخ برہان الدین شطاری برہانپوری سے کئی مرتبہ ملا تھا۔ ایک بار اس نے ان کے پاس حاضر ہو کر داراشکوہ کے عقائد کے بارے میں اُن کو آگاہ کیا کہ دارا اسلام سے برگشتہ ہو چکا ہے اور اس نے ضلالت کی وادی میں قدم رکھ دیا ہے اور ملحدوں کی تقلید شروع کر دی ہے۔ اس نے تصوّف کو بہت بدنام کیا ہے اور کفر و اسلام کو ملانے اور ان کا ایک منبع قرار دینے کے لیے اس نے ایک کتاب مجمع البحرین لکھی ہے۔ اس نے ہمارے والد بزرگ کو سلطنت سے بے اختیار کر دیا ہے اور اس نے مسلمانوں کے قتل اور گمراہ کرنے کے لیے کمر ہمت باندھلی ہے۔ میں امیدوار ہوں کہ آپ "دفع شر" کے لیے دُعا کریں گے[3] ——— انہوں نے

---

[1] محمد سعید خواجہ، مکتوبات ۱۴۲/۸۲

[2] محاصرۂ گولکنڈہ کی تفصیلات کے لیے دیکھئے:
نجیب اشرف ندوی: مقدمہ رقعات عالمگیر۔ طبع دارالمصنفین ۲۶۳-۲۹۹ و بعد
Yar Muhammad [illegible] The Deccan Policy of the Mughals Lahore, pp. 195–227.

[3] غوری، افتخار احمد: جنگ تخت نشینی (انگریزی)، بحوالہ کتب معاصر۔
بعض حلقوں کی طرف سے اورنگ زیب پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اسے صرف سرہند کے چند مجددی بزرگوں کی حمایت ہی حاصل تھی، یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے۔ شیخ برہان تو شطاری سلسلہ کے شیخ تھے اور سلسلہ شطاریہ و نقشبندیہ کے مابین کشیدگی کے بھی آثار ملتے ہیں۔ ←

اس کے لیے دُعا کی۔ اورنگ زیب کی سید احمد میران جی شطاری کے ساتھ ملاقات کا ذکر بھی تذکروں میں ملتا ہے[۱]۔

اورنگ زیب کے زمانۂ شہزادگی سے ہی جن علما و مشائخ سے تعلقات تھے وہ سب کے سب راسخ العقیدہ بزرگ تھے۔ شیخ عبداللطیف برہانپوری (ف ۱۰۶۶ھ / ۱۶۵۶ء) کے ساتھ اس کے مراسم خاص قدیم تھے وہ بہت پابندِ شرع بزرگ تھے۔ معاصر مورخ بختاور خان نے لکھا ہے :

"وہ امر معروف و نہی منکر میں بہت تشدد تھے اور رزقِ حلال کے لیے تجارت کرتے تھے۔ وہ مریدوں سے نذر و نیاز بھی قبول نہیں کرتے تھے، برہانپور میں قیام سے پہلے ہی اورنگ زیب کی ان کے ساتھ مذہبی موانست تھی اور امور دینی سے آگاہ کرنے کے لیے وہ بلا تکلف اورنگ زیب کے پاس چلے جاتے تھے[۲]۔"

شہزادگی کے زمانے سے ہی اورنگ زیب کی حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے ساتھ محبت و مذہبی ہم آہنگی کا ثبوت ہم بہم پہنچا چکے ہیں۔ حضرت خواجہؒ اپنے والد بزرگ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے صحیح ترین جانشین اور انتہائی درجہ پابندِ شرع تھے بالکل حضرت مجدد کی طرح آپ بھی سارے ہندوستان کے حالات سے بخوبی واقف تھے

← شیخ برہان کے حالات کے لیے دیکھیے :

- بختاور خان : مراۃ العالم ۲ / ۴۰۸ - طبع لاہور ۱۹۷۹ء
- خافی خان : منتخب اللباب ۲ / ۱۱
- راشد، مطیع اللہ : برہانپور کے سندھی اولیاء - طبع حیدرآباد سندھ ۲۹۳ - ۳۳۳
- عاقل خان رازی : ثمرات الحیات (ملفوظات شیخ برہان شطاری) طبع دکن

---

[۱] ملکاپوری، عبدالجبار، محبوب ذی المنن ۱ / ۵۸

[۲] بختاور خان : مراۃ العالم ۲ / ۴۰۷ - ۴۰۸

اور جس طرح حضرت مجدد کی تحریرات میں اسلام کی زبوں حالی اور ضعفِ دین اور حفاظتِ دین کے لیے جس کرب اور بے چینی کی کیفیت پائی جاتی ہے اسی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم بھی اپنے زمانے میں داراشکوہ کے زیرِ اثر خلافِ اسلام تحریکوں سے پوری طرح آگاہ تھے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں :

اے عزیز ان ایام میں معاملاتِ دین میں سستی آگئی ہے، سنت ترک ہو گئی ہے اور بدعت کو پھیلا دیا گیا ہے۔ اس لیے اس "ظلمانی وقت" میں دینی علوم کا حاصل اور نشر کرنا اہم کا درجہ رکھتا ہے اور احیائے سنتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑا مقصد ہے۔ (اس لیے تم) شرعی علوم کی تحصیل، اشاعت اور احیائے سنتِ مصطفویہ کے لیے کمر ہمت باندھ لو[1] ...... الخ

ایک مکتوب میں تصوف کی انتہائی معراج "کمال احکام شرعیہ" کو قرار دینے کے بعد امر فرماتے ہیں :

باید کہ کمرِ ہمت را در اتیان احکام شرعیہ چست بر بندند...... و احیائے سنن متروکہ را از اہم امور دانند[2]........

ایک خط میں صوفیۂ متقدمین کے اقوال تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

جو شخص مشیخت کی گدی پر بیٹھا ہو اور اس کا عمل موافق سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے اور نہ وہ خود زیور شریعت سے آراستہ ہے خبردار! خبردار اس سے دُور رہنا، بلکہ احتیاطاً اس شہر میں بھی نہ رہنا...... آدابِ نبوی کا خیال نہ رکھنے والوں اور سنن مصطفوی کے ترک کرنے والے کو ہرگز عارف خیال نہ کرنا........ مردِ حق دراصل وہ ہے جو مخلوق کے درمیان نشست و برخواست رکھے، بیوی بچے رکھتا ہو اور پھر ایک لحظہ خدا سے غافل نہ رہے[3]۔

---

[1] محمد معصوم خواجہ: مکتوباتِ معصومیہ ۱/۱۷۸ [2] ایضاً ۱/۱۷۷ [3] ایضاً

اورنگ زیب جب قندھار فتح کرنے کی مہم پر روانہ ہوا[1] تو آپ نے اسے ایک مکتوب کے ذریعہ جہاد کے فضائل سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا :

یہ حدیث ہے کہ اللہ کے لیے ایک ساعت کا جہاد شب قدر میں مکہ معظمہ میں حجرِ اسود کے نزدیک قیام سے افضل ہے۔[2] (مع اسناد حدیث)

اور جہاد اصغر کے فضائل اور جہاد اکبر کی شرح بھی اس مکتوب میں آپ نے تحریر کی۔ حضرت خواجہ کے مکتوبات کے تین ضخیم دفاتر اسی قسم کے معارف سے بھرے ہوئے ہیں۔ اگر ترویج شریعت اور احیائے سنت کے سلسلہ کے اقتباسات جمع کیے جائیں تو پورا ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے۔

حضرت خواجہ کے برادر بزرگ خواجہ محمد سعید کے مکاتیب بنام اورنگ زیب و دیگر افراد و امراء میں بھی احیائے سنت پر خاص توجہ مرکوز کی گئی ہے۔[3] ہماری معلومات کے مطابق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے دو نواسے سفر و حضر میں اورنگ زیب کے ہمراہ رہتے تھے۔ ان میں سے حضرت خواجہ محی الدین کو حضرت خواجہ محمد سعید نے اپنے ایک تعارفی خط کے ذریعہ "شہزادۂ دیندار اورنگ زیب" کے پاس بھیجا کہ "اس تربیت یافتہ صاحبزادے کو محرم بارگاہ سلطنت بنالو"[4] دوسرے نواسے خواجہ عبد اللطیف کے بارے میں واضح نہیں ہے کہ انہوں نے اورنگ زیب کی مصاحبت کب اختیار کی تاہم اس کی تخت نشینی کے بعد ان کی ملازمت کا ذکر ملتا ہے۔[5]

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مقدمہ ہذا

[2] محمد معصوم خواجہ ، مکتوباتِ معصومیہ ۱/۶۲

حضرت خواجہ نے اپنے کئی مکاتیب میں اورنگ زیب کو اتباعِ سنت اور ترویج شریعت کے لیے پر زور دلائل کے ساتھ آمادہ کرنے کی سعی کی ہے۔ بعض اقتباسات آئندہ اوراق میں نظر سے گزریں گے۔

[3] بعض اقتباسات اس سے پیشتر آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

[4] محمد سعید خواجہ ، مکتوباتِ سعیدیہ ۴۵/۱۰۱

[5] تفصیل آگے آ رہی ہے۔

جنگ تخت نشینی سے پہلے اور سفر حج پر روانہ ہونے سے پیشتر حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے اورنگ زیب کی استدعا پر شیخ سعدالدین بن حضرت خواجہ محمد سعید اور اپنے فرزند شیخ محمد اشرف کو اورنگ زیب کے ہمراہ رہنے کا حکم دیا تھا۔[1] حضرت مجددؒ کے یہ دونوں پوتے اور دونوں مذکورہ نواسے علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ اور شریعت کے حد درجہ پابند تھے اورنگ زیب ان کی مصاحبت میں رہ کر مزید اتباع شرع کا خواستگار ہو گیا تھا۔

اورنگ زیب کی دینداری

اورنگ زیب کی ولادت ۱۵ ذی قعدہ ۱۰۲۷ھ/۲۴ اکتوبر ۱۶۱۸ء کو ہوئی۔ اس وقت کے جید علماء سے تحصیل علم کی۔ اس کے اساتذہ میں مولانا عبداللطیف سلطان پوری، میر محمد ہاشم گیلانی، ملا موہن بہاری، علامی سعداللہ خان، مولانا سید محمد قنوجی، ملا احمد جیونؒ دانشمند خان اور مولانا شیخ عبدالقویؒ[2] کے نام ملتے ہیں۔

اورنگ زیب نے بادشاہ بننے کے بعد ۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲ء میں قرآن پاک حفظ کیا تھا۔[3] تحصیل علم کا سلسلہ تادم حیات جاری رہا لیکن کبھی دارا کی طرح فلسفۂ ہنود سے دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ اس نے اپنے آخری ایام حکومت کے دوران حضرت مجدد الف ثانی کے پوتے مولانا محمد فرخ سرہندی سے بخاری شریف دوبارہ پڑھی تھی۔[4]

وہ فقۂ حنفی سے خصوصی لگاؤ رکھتا تھا۔ حدیث و تفسیر کی کتابوں کے علاوہ کتب

---

[1] تفصیل جنگ تخت نشینی کے تحت اسی مقدمہ میں دیکھئے۔

[2] نجیب اشرف ندوی: مقدمہ رقعاتِ عالمگیر ۱۲۵-۱۲۸
اورنگ زیب کے اساتذہ یقیناً اس سے زیادہ تھے۔ ہم نے چند نام محض اس کے علمی تبحر اور متقیانہ زندگی کے ثبوت کے طور پر تحریر کئے ہیں۔

[3] ایضاً ۱۲۸ (حفظِ قرآن کی یہ سعادت مغل بادشاہوں میں سے صرف اسی کو حاصل تھی۔)

[4] صفر احمد: مقاماتِ معصومیہ قلمی ۴۷،

اخلاق و تصوف میں سے تصانیف امام غزالی، خصوصاً احیاء علوم الدین اور کیمیائے سعادت کا اکثر مطالعہ کرتا رہتا تھا[1] اور اپنے فرزندوں کو بھی امام غزالی کی کتابیں مطالعہ کے لیے بھیجا کرتا تھا اور ان کے نام کی بجائے "امام حجۃ الاسلام" کا لقب استعمال کرتا تھا[2] اس کی تربیت ہی ایسے ماحول میں ہوئی تھی کہ مذہبی رنگ میں رنگتا چلا گیا اور عین جنگ و جدل کے دوران بھی وہ نماز قضا کرنے کا تصور نہیں کرتا تھا۔ اس کی دین داری اور تقویٰ کے بارے میں تمام مورخین متفق ہیں جس میں اس کے مخالف مورخ ہندو تاریخ نویس بھی شامل ہیں۔ اس کی دین داری و تقویٰ کی سب سے بڑی شہادت یہ ہے کہ دربار شاہ جہانی میں دارا اور اس کے ہم مشرب اورنگ زیب کی مذہب سے انتہائی دلچسپی کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور اس کے نام خطوط میں اس کی اس گرویدگی پر طعن و تشنیع کی جاتی تھی۔ اسے "نمازی، فقیر" اور ریاکار اور بہت سے ایسے خطابات سے یاد کیا جاتا تھا[3]

بے شک اس قسم کا استہزا اس وقت اورنگ زیب کے لیے بہت ہی تکلیف کا باعث تھا جس کا اس نے اپنے خطوط میں اظہار بھی کیا ہے لیکن آج اگر صرف ہم اورنگزیب کے حامی مورخین کے بیانات سے اس کی دینی زندگی کی جھلکیاں پیش کرتے تو جانبداری کا الزام عائد ہوتا۔ اس لیے یہ خطوط اس کے تقویٰ پر شاہد ہیں۔

مآثر عالمگیری کے مولف نے اورنگ زیب کی مذہبی زندگی کی جو تصویر کشی کی ہے، اس کا خلاصہ ملاحظہ ہو:

> حضرت خلد مکان اپنی فطری سعادت اندوزی کی وجہ سے مذہبی احکام و شعائر کے بے حد پابند تھے، حنفی المذہب سُنّی تھے، اسلامی فرائض خمسہ

---

[1] نجیب اشرف ندوی ۱۲۹

[2] ساقی مستعد خان: مآثر عالمگیری۔ کلکتہ ۳۹۰

[3] شاہ جہاں اور دارا کے خطوط کے اقتباسات کے لیے ملاحظہ ہو مقدمہ رقعات عالمگیر ۲۲۶، ۲۹۵-۳۹۶

کی پابندی اور ان کے اجرا میں بے حد کوشاں رہتے تھے، حضرت ہمیشہ باوضو رہتے ...... نماز اوّل وقت مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے ..... روزوں کے پابند تھے ..... قبلۂ عالم حق طلبی کے شیدائی تھے، معمول تھا کہ مسجد میں تمام رات اہل اللہ کے ساتھ سرگرم گفتگو و ذکر رہتے ...... رمضان میں مسجد میں اعتکاف کرتے ..... قبلۂ عالم نے ابتدائے سن تمیز سے تمام مکروہات و محرمات سے شدید پرہیز فرمایا.... نغمہ و سرود سے نفرت تھی اور اسے حرام قرار دیا تھا..... غیر مشروع لباس اور سونے چاندی کے برتنوں سے پرہیز کرتے .... تمام ممالک محروسہ میں شرعی احکام جاری تھے، احتساب کا محکمہ نہایت فعال تھا..... غرض کہ حضرت کے عہد میں دین متین کا آوازہ بلند ہوا، اور جس طرح ملک ہندوستان میں شریعت اسلامی کا کامل لحاظ رکھا گیا اس کی نظیر فرماں روایان سابق کے کارناموں میں قطعاً معدوم ہے[1]

اورنگ زیب نے محسوس کیا کہ سلطنت کے قیام کے استحکام کے بعد ایک عظیم الشان کتاب فقہ مرتب کی جائے جو اسلامی قانون کا کام دے سکے تو اس نے حنفی مذہب کے فقہی مسائل کی تدوین کے لیے اس وقت کے جید اور راسخ العقیدہ علماء کا ایک بورڈ قائم کیا جس کے تحت یہ اہم کام انجام کو پہنچا۔

دارا کی تصانیف اور اورنگ زیب کے اس بے مثال تالیفی کام یعنی —— فتاویٰ عالمگیری کے تقابلی مطالعہ سے دونوں کے مقصدِ حیات اور مذہبی رجحانات میں جو خلیج حائل تھی اس کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

---

[1] ساقی مستعد خان: مآثر عالمگیری (یہ ملخص ترجمہ بزم تیموریہ ۲۲۳-۲۲۶ سے ماخوذ ہے)

جنگِ تخت نشینی میں راسخ العقیدہ علما و مشائخ کا کردار

یوں تو ہندوستان میں اس سے پیشتر اور اس کے بعد بھی تخت نشینی کیلئے اَن گنت جنگیں ہوئی تھیں لیکن اس جنگ کی نوعیت سب سے مختلف تھی کیونکہ اس کی بنیاد مذہبی نظریات پر تھی۔ دارا اور اورنگ زیب کے جن مذہبی افکار و رجحانات کا ہم نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ جنگ دو بھائیوں کے درمیان ہی نہیں تھی بلکہ حق اور کفر کا معرکہ تھا۔ اصل جنگ تو راسخ العقیدہ اور آزاد مشرب صوفیہ کے افکار کا ٹکراؤ تھا، وحدتِ ادیان کی تحریکوں، بھگتی گیانیوں اور پابندِ شرع نقشبندیوں کے تصادم کا نام "جنگ تخت نشینی" تھا۔

عصرِ حاضر کے مورخین نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے ———— مشہور مورخ اور اورنگ زیب کے سوانح نگار لین پول جس کی تحقیق کے مطابق "اورنگ زیب کے تمام معاصر عیسائیوں نے اُسے ریاکار اور اپنے مقصد کے حصول کے لیے مذہب کو آڑ بنانے والا ثابت کیا ہے[1]۔" بھی یہ کہنے پر مجبور نظر آتا ہے کہ:

"اورنگ زیب نے بڑی جرأت کے ساتھ اکبر اور دارا کے نظریات کے خلاف ردِ عمل کے طور پر کام کیا۔"

اورنگزیب کے سوانح نویس ظہیر الدین فاروقی نے اس جنگ میں دونوں فریقوں کے حامیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہندو اکبر جیسا بادشاہ چاہتے تھے لیکن مسلمان دوبارہ اس بدقسمتی کا شکار نہیں ہونا چاہتے تھے[2]:

---

[1] All contemporary christians, denounce him as a hyprocrite who used religion as a clock for ambition
(Lane-Poie: Aurangzeb, Delhi, p. 60)

[2] Faruki. Aurangzeb and his Times, Lahore 1977 p. 28

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنی تالیفات میں اورنگ زیب اور دارا کے مذہبی رُجحانات کا کئی مقامات پر ذکر کیا ہے۔ ایک موقع پر ہندو راجاؤں کی حکمتِ عملی کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ شاہ جہان کے عہد میں وہ دارا پر اعتماد کر سکتے تھے کیونکہ اس نے دوسرا اکبر بن کر دکھانے کے عزم کا اظہار کیا تھا۔[1] ــــــ حال ہی میں لندن یونیورسٹی نے ایم اے کا ایک مقالہ اس جنگ کے بارے میں لکھوایا ہے۔ مقالہ نگار ڈاکٹر افتخار احمد غوری نے تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ اس جنگ میں سُنّی امرا، علماؔ اور مشائخ نے علانیہ اورنگ زیب کی حمایت کی تھی۔[2] اس لیے قدرتی طور پر اس کش مکش میں راسخ العقیدہ مسلمان علماؔ و مشائخ کے علاوہ مسلم عوام کی نظریں بھی اورنگ زیب پر مرکوز ہو گئیں۔

خصوصاً علماؔ و مشائخ کے اس طبقہ نے جو اکبر جیسے مذہبی حالات کے پھر عود کرنے کے خدشہ کا اظہار کرتا رہتا تھا اس جنگ میں کھل کر اورنگ زیب کی حمایت کی۔ یہ سوچ غلط ہے کہ اس مذہبی کش مکش میں اورنگ زیب کو صرف سرہند کے چند نقشبندی بزرگوں کی ہی حمایت حاصل تھی بلکہ ہر سلسلہ کے صوفیہ و علماؔ نے اورنگ زیب کی حمایت عملی طور پر کی تھی۔

مشہور محدث اور مجمع بحار الانوار کے مولف کے پوتے قاضی عبدالوہاب نے بھی اورنگ زیب کی بھرپور حمایت کی تھی اور قاضی القضات کو شاہ جہان کے حین حیات اورنگ زیب کے نام کا خطبہ پڑھنے کے لیے قائل کر لیا تھا۔[3]

اورنگ زیب کو جب شاہ جہان کی بیماری کی اطلاع ملی تو اس نے کسی قسم کی جنگی کارروائی کرنے سے پہلے بُرہانپور میں پورا ماہ اس انتظار میں گزارا کہ شاید شاہجہان

---

[1] Qureshi, I. H. Ulama in Politics p. 104.

[2] Ghauri, I. A. War of Succession Lahore, 1964

[3] Ishwardas Nagar, Futuhat-i-Alamgiri, Translated by Tasneem Ahmad, Dehli, 1978, p. 55

تندرست ہو کر سلطنت خود سنبھال لے۔ اس دوران وہ بُرہانپور میں کئی علماء و مشائخ سے ملا اور ان کی ہمدردیاں حاصل کیں۔ شیخ بُرہان الدین شطاری سے اورنگ زیب کی ملاقات کا حال ہم درج کر چکے ہیں۔ منوچی کے بیان کے مطابق اورنگ زیب کے اُستاد شیخ میر بھی اس جنگ میں بہ حیثیت سپاہی دارا کے خلاف لڑے تھے[۱]۔ اسی طرح کئی علماء کی اولاد بھی اورنگزیب کی حمایت میں حتی الامکان کام کرتی رہی۔

لیکن سب سے زیادہ جس سلسلہ سلوک کے بزرگوں کی اس جنگ میں اورنگ زیب کی کامیابی کے لیے کوششوں کا ذکر ملتا ہے وہ سلسلہ نقشبندیہ کے افراد ہیں۔ ہمارے خیال میں اسی حمایت کی وجہ سے داراشکوہ اس سلسلہ کے افراد کا مخالف ہو گیا تھا۔ روضۃ القیومیہ کے ایک اندراج سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ اور آپ کے سارے خانوادے کو تکلیف پہنچانے کے درپے بھی ہوا تھا۔ عین انہی ایام میں جب کہ اس جنگ کے لیے فضا مکدر ہو رہی تھی، حضرت خواجہ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷ء میں حج کے لیے روانہ ہو جاتے ہیں، دکن میں بھی کئی مقامات پر قیام فرمایا، بُرہانپور میں خصوصی قیام کا ذکر ملتا ہے[۲]۔ اس دوران حضرات مجددیہ سے اورنگ زیب کی ملاقاتیں ہو چکی تھیں۔ اور ہمارے خیال کے مطابق حج کے لیے روانہ ہونے سے پیشتر حضرات کا برہانپور جانا مصلحت سے خالی نہیں تھا[۳]۔ کیونکہ وہاں اورنگ زیب عرصہ سے مقیم اور جنگی تیاری میں مصروف تھا۔ اس کے وہاں ایک ماہ تک اسی سلسلہ میں قیام کا ذکر اس کے درباری مورخ

۱۔ Manucci, N. Travels through Mughal India, Translated by Irvine, Lahore, 1976, p. 64, 104

(شیخ میر کے امیر لشکر مقرر ہونے کا ذکر روضۃ القیومیہ ۲/ ۱۱۲ میں بھی ہے)

۲۔ تفصیل کے لیے دیکھئے مقدمہ ہذا تحت "حضرات کا سفر حرمین"

۳۔ وحدت، عبدالاحد: لطائف المدینہ قلمی تفصیل کے لیے دیکھئے "حضرات کا سفر حرمین"

محمد کاظم شیرازی نے بھی کیا ہے[1]۔ یوں بھی یہ شہر حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت خواجہ محمد معصوم کی توجہ کا مرکز رہا ہے اور وہاں بڑے بڑے نقشبندی حضرات مدفون و مقیم تھے اور یہیں اورنگ زیب نے حضرات کی موجودگی میں ہی دارا کے خلاف جنگ کا پورا پروگرام مرتب کر لیا تھا۔ ہمارا قیاس ہے کہ حالات چونکہ نقشبندی حضرات کے لیے نہایت ناموافق ہو گئے تھے اس لیے اورنگ زیب کے مشورہ پر حضرات نے یہ سفر مبارک اختیار کیا ہوگا۔ ورنہ جیسا کہ ہم حضرت خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم کے حالات کے تحت لکھ آئے ہیں کہ ان ایام میں حضرت مجدد کے یہ دونوں صاحبزادے انتہائی بیمار تھے۔ اس لیے ایسی حالت میں یہ طویل سفر ان کے لیے بظاہر ممکن نہیں تھا، اس لیے ایک طرح سے ان کا یہ سفر ہجرت کے مترادف تھا[2]۔

حضرت مجدد کے فرزند گرامی حضرت خواجہ محمد سعید سفر حج پر روانہ ہونے سے پیشتر اورنگ زیب کو بذریعہ خط اطلاع دیتے ہیں کہ ہم ۱۶ ربیع الاوّل کو سرونج پہنچیں گے اور حرمین الشریفین جا کر تمہاری سلامتی و کامیابی کے لیے دعا کریں گے کہ تمہاری کامیابی دراصل "صلاح عام اور تقویت اسلام" کا باعث ہو سکتی ہے۔ فرماتے ہیں:

> روز سہ شنبہ شانزدہم شہر ربیع الاوّل بہ سرونج رسیدیم، امید است کہ بعد از وصول بآن اماکن شریفہ وظیفہ دعا سلامتی و مزید ابہت و اقبال آن عالی حضرت کہ متضمن صلاح عام و تقویت اسلام است[3]......

---

[1] محمد کاظم شیرازی: عالمگیر نامہ ۴۸ (طبع کلکتہ)

[2] حسنات الحرمین کے یہ فقرات "جب حضرت خواجہ اس سفر پر روانہ ہو گئے تو" تقابل عام بہ سبب اختلاف سلطنت و تغیر و تبدل امور عظام روی نمود" (یہ اشارہ واضح طور پر شاہ جہان کے حین حیات دارا کا امور مملکت پر حاوی ہونے کی طرف ہے)

[3] محمد سعید، خواجہ: مکتوبات سعیدیہ ۱۲۵/۸۴

اورنگ زیب کی استدعا پر حضرت خواجہ محمد معصوم نے اپنے بھتیجے شیخ سعد الدین بن حضرت خواجہ محمد سعید اور اپنے فرزند شیخ محمد اشرف کو سفر حرمین اختیار کرنے سے پہلے ہی اورنگ زیب کے پاس بھیج دیا تھا اور شیخ محمد اشرف کو اورنگ زیب کا رفیق کار بننے کا حکم دیا۔[1]

رخصت کے وقت اورنگ زیب بھی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے اُسے ہندوستان کی بادشاہت کی بشارت دی۔ اورنگ زیب نے دس جہاز اس سفر کے لیے پیش کیے۔[2] روضۃ القیومیہ ہی کی روایت کے مطابق بھی شیخ محمد اشرف میدان جنگ میں بھی اورنگ زیب کے ہمراہ اور فتح و نصرت کے لیے دُعا میں مصروف بتائے گئے ہیں۔[3] شیخ سعد الدین مذکور تو حق و باطل کی جنگ میں ہمہ وقت اورنگ زیب کے ساتھ میدان میں ہی مصروف نظر آتے ہیں۔[4]

جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں دارا شکوہ اپنے ابتدائی دَور میں سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوا تھا اور پھر جب اس کا دل اس تصوفِ اسلامی سے اچاٹ ہو کر فلسفۂ ہنود کی طرف راغب ہوا تو اس نے اپنے نام کے ساتھ نسبت "حنفی و قادری" لکھنا ترک کر دی تھی گویا وہ اس سلسلۂ عالیہ سے خارج ہو چکا تھا اور اب وہ جن افکار کا مالک تھا، تصوفِ اسلامی کے کسی سلسلہ میں ان کی گنجائش نکلنا ممکن نہیں تھی۔ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ

---

[1] کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ ۹۱/۲
(جنگ کے خاتمہ اور اورنگ زیب کی کامیابی کے بعد ان کے حرمین الشریفین پہنچنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ایضاً ۹۱/۲)

[2] ایضاً (حضرت خواجہ کے نواسے میر صفر احمد نے مقاماتِ معصومیہ (قلمی ۲۵۳) میں اس بشارت کا تفصیلی ذکر کیا ہے کہ آپ نے اورنگ زیب کی تسلی کے لیے اسے تحریری بشارت دی تھی۔ جس سے روضۃ القیومیہ کے مذکورہ بالا بیان کی تصدیق ہو جاتی ہے)

[3] ایضاً ۱۰۷/۲ [4] ایضاً ۱۱۰/۲-۱۱۱

بھی اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے اس لیے حج کے لیے روانہ ہونے کے دوران ہی آپ نے اپنے فرزند کلاں حضرت خواجہ صبغت اللہ کو بغداد روانہ کیا کہ روضۂ مبارک حضرت غوث الثقلینؒ پر حاضر ہو کر عرض کر دو کہ دارا شکوہ کی حمایت ترک فرمادیں، چنانچہ صاحبزادۂ بزرگ بغداد میں حاضر ہوئے تو حضرت غوثِ اعظم نے ان کی یہ استدعا منظور فرمالی۔ قریب العہد ماخذ معدن الجواہر اور زبدۃ المقامات و حضرات القدس کی طرح معتبر تذکرہ عمدۃ المقامات میں اس واقعہ کی تفصیلات درج ہیں[1]۔

اس کے بعد حضرت خواجہ مع اعزہ و خلفا حرمین الشریفین کے لیے روانہ ہو جاتے ہیں اور پھر اس جنگ کی کش مکش اور تیز ہو جاتی ہے۔ اورنگ زیب کے لیے علما و صوفیہ کی دعائیں بدستور جاری رہتی ہیں۔

جب شاہ جہاں شدید بیمار ہوا تو امور سلطنت بالکلیہ دارا نے اپنے ہاتھ میں لے لیے تو جانشینی کے لیے انتخاب کی کش مکش بھی خاصی بے چینی کی کیفیت اختیار کر جاتی ہے ان ایام میں حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفۂ بزرگ حضرت شیخ آدم بنوڑی جو اس جنگ سے پندرہ سال پہلے (۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء) حرمین میں وصال فرما گئے تھے۔ عالم رویا میں بامرِ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خلفار پر ظاہر ہوئے اور اس جنگ میں انہیں اورنگ زیب کی حمایت کرنے کا حکم دیا۔ معاصر ماخذ نتائج الحرمین میں ہے:

"چوں شاہ جہان عنانِ سلطنت خود را در دست دارا شکوہ پسر کلان خود داد، او قابلیت این امر نداشت، حضرت سیدنا و مولانا شیخ آدم، قدس سرہ بامر حضرت افضل مخلوقات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات، بر خلفائے خود ظہور نمودہ فرمودند اورنگ زیب را در حمایت دارید[2]"

---

[1] محمد فضل اللہ مجددی: عمدۃ المقامات۔ طبع ٹنڈو سائیں داد۔ سندھ ۳۱۸-۳۱۹

[2] محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین۔ خطی نسخہ۔ کتب خانہ انڈیا آفس۔ ورق ۲۰۲-ا

اور خاص طور پر آپ نے اپنے ایک خلیفہ کو حکم دیا کہ میدان جنگ میں اورنگ زیب کے ساتھ جا کر شریکِ معرکہ ہو جاؤ:

امر کردند کہ در جنگ با اورنگ زیب ہمراہ باشید حضرت ایشان بر فیل اورنگ زیب ہمراہ بودند توپخانہ، داراشکوہ را مہر کردند[1].....

جنگ تخت نشینی کے ایام میں اورنگ زیب کا ایک حامی امیر، نواب قطب الدین خان[2] حضرت شیخ آدم بنوڑی کے خلیفہ شیخ عبدالخالق قصوری کی خدمت میں حاضر ہوا اور اورنگزیب کی کامیابی کے لیے دُعا کی درخواست کی۔ چنانچہ انہوں نے اس کی کامیابی کے لیے دُعا کی۔ فتح مندی کے بعد ان سے کہا گیا کہ بطور امداد کچھ قبول کریں تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے ردّ کر دیا کہ:

"قطب خان...... آمد و گفت کہ مراد ما حاصل شد یک دہ نذرِ شما کردہ ام ایشان قبول نہ کردہ و گفتند ما برائے خدائے تعالیٰ مدد کردہ ایم نہ برائے طمع دنیا"[3]

قادریہ سلسلہ کے کئی متقی بزرگ بھی اورنگ زیب کی حمایت پر کمر بستہ ہو گئے تھے چنانچہ سید شیر محمد قادری برہانپوری اورنگ زیب کے زمانہ شہزادگی سے اس پر نظر عنایت فرماتے اور اُسے اپنی خلوت میں بھی آنے کی اجازت دیتے تھے اور بعض دفعہ سفر کے دوران بھی وہ اورنگ زیب کے ہم رکاب رہے۔ انہوں نے بھی اس جنگ میں اورنگ زیب کی کامیابی کے لیے دُعا کی تھی۔[4]

---

[1] ایضاً ورق ۲۰۲-ا

[2] نواب قطب الدین خان خویشگی بن نظر بہادر خویشگی قصوری نے اس جنگ میں اعلانیہ اورنگزیب کی حمایت کی تھی۔ تفصیل حالات کے لیے ملاحظہ ہو:
صمصام الدولہ شاہنواز خان: مآثر الامراء ۳/ ۸۷-۹۶

[3] محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین۔ قلمی نسخہ۔ ا، جلد سوم ۱۲۹

[4] بختاور خان: مراۃ العالم طبع لاہور ۲/ ۴۰۹

تخت نشینی کی اس نظریاتی جنگ میں صرف علما و صوفیہ ہی اورنگ زیب کے حامی نہیں تھے بلکہ راسخ العقیدہ سنی امرا جو سلطنت مغلیہ کے طول و عرض میں پھیلے ہوتے تھے، دل و جان سے اورنگ زیب کے حامی بن گئے[۱]۔ اس جنگ میں اورنگ زیب کی کامیابی کے لیے حرمین الشریفین میں بھی علما و مشائخ نے دعائیں کی تھیں جو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ ہندوستان سے باہر بھی دیندار طبقے اس 'شہزادۂ دین پناہ' کے طرف دار تھے۔

حسنات الحرمین اور اس سلسلہ کی دوسری معتبر کتابوں میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ کا یہ مکاشفہ اور کرامت بھی درج ہے کہ جب حضرت خواجہ سفر حرمین الشریفین کے لیے روانہ ہوئے تو دارا کی اسلام دشمنی، سلسلہ نقشبندیہ سے عداوت اور دیگر سیاسی امور کے بارے میں خلصے متردد تھے، اس لیے مدینہ منورہ سے ہندوستان کے لیے روانہ ہونے سے پیشتر بھی روضۂ پاک حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت یہی خیال آیا —— واقعہ یوں ہے۔

> جب حضرتِ خواجہ مواجہۂ کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے کہ واپسی کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضیٔ مبارک معلوم کریں، تو انہیں واپس

---

[۱] بعض محققین نے بڑی محنت سے تخت نشینی کی جنگ میں جانشینی کے امیدواروں کے حامی امرا کی فہرستیں چارٹوں کے ذریعہ بنا کر وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اطہر علی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ میں چاروں بھائیوں کے حامی امرا کا چارٹ مرتب کیا ہے ملاحظہ ہو:

Athar Ali: The Mughal Nobility under Aurangzeb, Aligarh, 1970, p. 96

سی طرح ڈاکٹر افتخار احمد غوری نے بھی دو الگ الگ چارٹوں کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کی ہے دیکھیے کتاب مذکور ۹۰۔۹۶
ان مرتبہ خاکوں کی مدد سے بآسانی معلوم ہو جاتا ہے کہ درجہ اول کے تمام سنی امرا یا بڑے عہدہ دار، اورنگزیب کے حامی تھے۔

جلانے کا واضح اشارہ ہوا تو ان کے دل میں دارا شکوہ کی شریعت دشمنی اور اس سلسلہ سے اس کی عداوت و انتقامی جذبات کے بارے میں گمان گزرا تو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ننگی تلوار تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دارا کے قتل کا اشارہ فرمایا تو حضرت خواجہ سمجھ گئے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یہ دشمن اسلام قتل ہو چکا ہے۔[1]

حسنات الحرمین کے مولف نے اپنے ایک مکتوب بنام مخدوم زادہ خواجہ محمد پارسا مجددی، یہ واقعہ درد انگیز عربی الفاظ میں تحریر کیا ہے۔[2] اسی نوعیت کا مکاشفہ حضرت خواجہ محمد سعید کے مکاشفاتِ حرمین میں بھی مذکورہ ہے۔[3] اور اس سلسلہ کی دیگر معتبر کتب میں بھی اس کی تفصیلات ملتی ہیں۔[4] اور دارا کے قتل کو حضرت خواجہ کی کرامت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی قرار دیا ہے:

"فانہ کرامۃ لہ و معجزۃ للنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام"

اس بشارت کے ملتے ہی حضرتِ خواجہ اپنے اعزہ سمیت واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔ اس جنگ کے واقعات[5] بیان کرنا ہمارا مقصود نہیں ہے ہم نے

---

[1] مروج الشریعت: حسنات الحرمین (کتاب حاضر) آخری فصل

[2] ایضاً؛ خزینۃ المعارف ۱۴۱/۱۵۶

[3] وحدت، عبدالاحد: لطائف المدینہ۔ قلمی۔ ورق ۲۴-۱، ب

[4] ملاحظہ ہو:
محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین۔ قلمی۔ نسخہ ۱، ورق ۲۰۵-۱، ب
ایضاً: مقامات احمدیہ و ملفوظات معصومیہ۔ (اردو ترجمہ طبع لاہور میں اس واقعہ کا ترجمہ بالکل غلط ہو کر رہ گیا ہے)
صفر احمد: مقامات معصومیہ۔ قلمی ۲۵۴
کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۱۰۴/۲

[5] یہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں۔ ←

صرف اس کے مذہبی پہلو پر ہی بحث کی ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کس طرح ہندوستان کے سارے دیندار طبقات اور خصوصاً حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے جانشین و خلفا نے اورنگ زیب کی حمایت کی۔

جب حضرات سرہند واپس ہندوستان پہنچے تو داراشکوہ کو شکست ہو چکی تھی، چونکہ حضرات مخدوم زادگان بے چینی سے اس فتح و نصرت حق کی خوش خبری سننے کے منتظر تھے[1] اس لیے اورنگ زیب نے دارا پر قابو پاتے ہی جب اس کا تعاقب شروع کیا تو اس کی اطلاع کے لیے اس نے نہایت ہی مسرت کے ساتھ جو خط حضرات کو لکھا تھا وہ ہم نے دریافت کر لیا ہے۔ جس کا متن مع عکس یہاں دیا جا رہا ہے:

فرمان عالی شاہ بادشاہ عالمگیر بعد از منہزم شدن داراشکوہ —— کہ بشیخ محمد سعید و شیخ محمد معصوم نوشتہ۔ نحمدہ و نصلی از جانب این نیازمند ترین خلائق بدرگاہ حضرت واہب العطیات بہ حقائق معارف آگاہ فضائل و کمالات دستگاہ شیخ محمد سعید سلام عافیت انجام برسد۔ آنچہ از مجد و نصرت یافتن آن لشکرِ اسلام بر اعدای دین بظہور آمدہ بہ سمع شریف رسیدہ باشد ؎

از دست زبان کہ برآمد
کز عہدہ شکرش بدر آمد

---

[1] اس جنگ کے مفصل واقعات عصر حاضر کے محققین نے معاصر ماخذ کی بنیادوں پر اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں ملاحظہ ہو:

نجیب اشرف ندوی: مقدمہ رقعات عالمگیر ۳۲۲-۴۸۷

Ghauri: War of Succession between the sons of Shah Jahan, Lahore 1964.

Sarkar J. N: History of Aurangzeb, Vol. I, pp. 265-612.

[2] صاحبزادگان کے مکاتیب بنام اورنگ زیب میں اس خواہش کا اظہار کیا گیا ہے۔

۹۔ اورنگ زیب کا ایک غیر مطبوعہ خط جو اس نے داراشکوہ کو شکست دینے کے بعد خوشخبری کے طور پر حضرت خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے نام سرہند ارسال کیا (خط کے متن کے لیے دیکھیے مقدمہ ہذا صفحہ ۱۲۱) ماخوذ از قلمی نسخہ مکتوبات حضرت مجدد (آخری ورق) مخزونہ کتابخانہ گنج بخش۔ راولپنڈی۔ پاکستان۔ نمبر ۱۴۲۹۔ تحقیق محمد اقبال مجددی

کہ چوں ظلمتِ شب بہ میان جان آن سیہ روی در آمد نیم جان بہ ہزار نکبت از معرکہ بیروں برد لشکر گرانی بہ تعاقبت آں بے عاقبت تعین گشتہ امید از فضل بخشندہ بے منت آنست کہ بہ زودی اسیر گردد، توقع کہ ایں خیر خواہ عباد اللہ را بدُعا سلامت دارین و خیریت نشاتین در مظان اجابت یاد می نمودہ باشند۔ والسلام و بہ عصمت پناہ شیخ محمد معصوم و شیخ محمد یحییٰ اسلام عافیت انجام رسد، والسلام والاکرام[1]۔"

چنانچہ اورنگ زیب دارا شکوہ کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان دنوں شاہ جہاں بقیدِ حیات تھا اس لیے اورنگ زیب نے شاہ جہان کو خط لکھا کہ چونکہ اس افتاد کی ذمہ داری شاہ جہان کی دارا سے کورانہ محبت تھی، اس لیے اس حقیقتِ حال کا اظہار بھی کیا گیا :

خدانخواستہ اگر بہ حمایت آنحضرت اندیشہ آن بدکیش از قوت بہ فعل می آمد و عالم از ظلمتِ کفر و عدوان تاریک گشتہ کار شرع شریف از رونق می افتاد، روز جزا از عہدہ جواب برآمدن بغایت صعب و دشوار باشد[2]...... الخ

(ترجمہ) خدانخواستہ اگر آپ (شاہ جہان) کی حمایت سے وہ بدکیش کامیاب ہو جاتا تو سارا عالم کفر کی ظلمت اور ظلم و ستم سے تاریک ہو جاتا، شرع شریف سے رونق جاتی رہتی، اور قیامت کے دن آپ سے اس کا جواب دینا بہت ہی دشوار ہو جاتا۔

---

[1] اورنگ زیب کا یہ خط کتب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان (راولپنڈی پاکستان) کے ایک قلمی مجموعہ رسائل نمبر ۱۴۲۹ میں شامل مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے آخری ورق ۱۲۱ پر منقول ہے جو تا حال ہمیں اورنگ زیب کے خطوط کے مطبوعہ مجموعوں میں نہیں مل سکا۔ ہمارے خیال میں حضرت خواجہ محمد سعید کا مکتوب نمبر ۴ بنام اورنگ زیب، اس کے اسی خط کا جواب ہے۔

[2] نجیب اشرف ندوی (مرتب)، رقعاتِ عالمگیر ۲۱۲

اس لیے گرفتار کرنے کے بعد اس فتنہ پرور کو اورنگ زیب نے ۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹ء میں قتل کروا دیا[1]۔ نیز اورنگ زیب نے داراشکوہ کے حامیوں، شرع اسلامی سے بیزاری کا اظہار کرنے والوں اور دارا کے سہارے غیر اسلامی تحریکوں کو چلانے والوں کے خلاف باقاعدہ کارروائی کی۔

اورنگ زیب نے دارا کے سب سے بڑے حامی ملا شاہ بدخشی کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ وہ کشمیر سے نکلنا نہیں چاہتے تھے لیکن کشمیر کے گورنر نے انہیں زبردستی روانہ کیا تو انہوں نے راستے میں ہی اورنگ زیب کی تخت نشینی پر مبارک باد کی یہ رباعی لکھ کر دربار میں روانہ کر دی ؎

حق ظاہر شد، غبارِ باطل رفت — صبحی دل من چوں گل خورشید شگفت
ظل الحق گفت ایں راحق گفت[2] — تاریخ جلوس شاہ اورنگ مرا

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ملا شاہ بدخشی جو ساری زندگی داراشکوہ کو تحریری طور پر "بادشاہِ ظاہر و باطن" لکھتے رہے اور اپنے خطوط میں اُسے :

خوشو قتا، محظوظا، محفوظا، کامیابا، آفتابا، جہانتابا، حل مشکلا، صاحبدلا، عاقلا، کاملا[3]........ الخ

لکھتے رہے، اب اس کارروائی سے ان کی درویشی و فقیری کو کیا ہوا تھا کہ انہوں نے

---

[1] دارا کے قتل کے مفصل واقعات اور معاصر شہادتوں کے علاوہ یورپین سیاحوں کے بے ہنگم بیانات اور اس قتل کو علما کی ذمہ داری کے الزام کی تردید کے لیے ملاحظہ ہو :
نجیب اشرف ندوی؛ مقدمہ رقعات عالمگیر ۲۸۱ - ۲۸۵
Ghauri: War of Succession, pp 157–159,

[2] ملا شاہ کی یہ رُباعی معاصر تذکرہ شعرا مراۃ الخیال میں درج ہے ۱۴۴

[3] ملا شاہ کے مکتوبات کا قلمی نسخہ کتب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور میں موجود ہے جس میں کئی خطوط داراشکوہ کے نام ہیں جن میں یہ القاب درج کیے گئے ہیں۔ (پاکستان میں فارسی ادب ۱۶۱/۲)

اس رباعی میں دارا کو "غبارِ باطل" کہہ دیا اور اورنگ زیب کو "ظل الحق" کیا وہ ساری زندگی اسی "غبار باطل" کو ظاہری و باطنی بشارتیں دیتے رہے؟

بعض تذکرہ نویسوں نے ملا شاہ کی اسی رُباعی کو دوسرے معنے پہنانے کی کوشش کی ہے، لیکن خوش قسمتی سے ملا شاہ کے رقعات میں ان کا ایک خط اورنگ زیب کے نام بھی مل گیا ہے جس میں انہوں نے اورنگ زیب کو تخت نشینی کی نہ صرف مبارک باد دی ہے بلکہ اسے دُعا دیتے ہوئے لکھا ہے:

دولتِ دیدار نصیب ...... حق سبحانہ وتعالیٰ آن برگزیدۂ خالق وخلائق را برطبق مراد الی یوم المیعاد داراد۔ آمین! بسیار بسیار بیش از بیش این درویش خیر اندیش بجہت جلوس ذات راس الرؤس دراحسن اوقات.. ...... ظلِ آن ظل الحق ممدود الی الموعود[1]۔

لیکن اورنگ زیب نے ان سے مواخذہ ومحاسبہ نہیں کیا بلکہ انہیں لاہور میں قیام کا حکم دیا[2]۔ جہاں وہ اپنی وفات ۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲ء تک مقیم رہے اور وہیں اپنے مرشد حضرت میاں میرؒ کے قریب دفن ہوئے۔

ان کے علاوہ بھی دیگر مصاحبین دارا کے خلاف کارروائی کی گئی۔ مثلاً چندر بھان برہمن اور محسن فانی کشمیری وغیرہ لیکن ان میں سے سرمد کے سوا باقی تمام نے مصلحت کو ترجیح دی اور اورنگ زیب کی ملازمت میں داخل رہے۔ سرمد کو دربار میں طلب کیا گیا اس کے خلافِ شرع عقائد پر گرفت ہوئی، اس نے انہیں تسلیم کر لیا اور قتل کر دیا گیا[3]۔

شاہ محب اللہ الہ آبادی کا انتقال تو عہد شاہ جہان میں ہی ہو چکا تھا لیکن ان کے

---

[1] ایضاً ۲ ۱۶۱-۱۶۲

[2] شیر خان لودھی: مرآۃ الخیال ۱۴۵

[3] ان کارروائیوں کے واقعات معاصر کتب تاریخ میں مفصل درج ہوتے ہیں۔

انکار پر جیسا کہ ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں ان کی زندگی میں بھی شورش برپا ہوئی اور ان کی وفات کے بعد اورنگ زیب نے ان کے رسالہ تسویہ کو جلانے کا جو حکم دیا تھا ہم اس طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

اسی طرح قادری سلسلہ کے عظیم بزرگ اور مصنف حضرت سلطان باہوؒ نے بھی اپنی تصانیف میں جس شاندار طریقے پر اورنگ زیب کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ اور اپنی کتابوں میں اس کے لیے جو طویل القاب لکھے ہیں[۱] وہ کسی طرح بھی اُن القاب سے کم نہیں ہیں جو مجددی حضرات نے اس کے لیے استعمال کیے تھے۔ قادری شطاری سلسلہ کے ایک اور بزرگ مصنف شیخ محمد اشرف بن محمد مرید شاہدری لاہوری نے عہد عالمگیر میں اہلِ تشیع کے خلاف ایک معرکۃ الآرا کتاب تحفۃ الحسینی[۲] کے نام سے لکھی تو اس کے آغاز میں اورنگ زیب کے لیے تقریباً ایک ورق کے بقدر القاب تحریر کئے۔

ایسی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن قادری سلسلہ کے ان دو عظیم بزرگوں اور سید شیر محمد قادری جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا کی مثالوں سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ دارا شکوہ کا سلسلہ قادریہ سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔

مشہور عالم دین اور شیخ طریقت حضرت خواجہ خاوند محمود لاہوری کے فرزند خواجہ معین الدین کشمیری[۳] جو بیس سال سے ہندوستان میں پیدا شدہ بدعات کی وجہ سے پریشان تھے جب اورنگ زیب کا دور آیا تو انہوں نے شکر خداوندی کے اظہار کے طور پر کلام پاک کی ایک تفسیر لکھی اس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

---

[۱] سلطان باہو: کلید التوحید۔ قلمی مخزونہ کتب خانہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان۔ راولپنڈی

[۲] محمد اشرف شطاری لاہوری: تحفۃ الحسینی۔ خطی نسخہ۔ نیشنل میوزیم۔ کراچی

[۳] مولانا خواجہ معین کشمیری کئی اہم اور قابل قدر کتابوں کے مصنف تھے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے تلمذ تھا۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو حدیقۃ الاولیا طبع لاہور ۱۲۴-۱۲۶

میں عرصہ دراز سے ان "بدعات و ہوا" کی وجہ سے پریشان تھا جو اس ملک میں رائج ہیں، بیس سال کے بعد عالمگیر کا دور آیا اور مجھے اور اہل ملک کو اطمینان حاصل ہوا تو بطور شکریہ میں نے یہ تفسیر لکھی اور بادشاہ (اورنگ زیب) کے حضور میں پیش کی ...... شاہ اورنگ زیب عادلے عالمگیر" تاریخ تالیف ہے[1]

اسی طرح حضرت خواجہ خاوند محمود لاہوری کے ایک اور فرزند خواجہ احمد نے بھی اورنگ زیب کو مبارکباد کا خط لکھا۔[2]

اورنگ زیب کے نقشبندی مشائخ سے روابط

یوں تو اورنگ زیب کے تقریباً ہر سلسلۂ تصوف کے صوفیہ سے روابط کا سراغ ملتا ہے لیکن سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ سے اس کے گہرے تعلقات کے ہمارے پاس ٹھوس ثبوت موجود ہیں، داراشکوہ کی آزاد مشربی کے باعث صوفیہ میں شرعی قیود سے جو آزادی کا رجحان پیدا ہو گیا تھا اورنگ زیب اُسے ختم کرنے کے لیے ہمہ تن مصروف رہا اور مہمات کے سلسلہ میں آتے جاتے اُسے جہاں کہیں کسی آزاد مشرب صوفی کے بارے میں پتہ چلتا تھا وہ فوراً اُسے حاضر ہونے کا حکم دیتا تھا۔ تحفۃ السالکین ایک ہم عصر کتاب ہے جو حضرت شیخ آدم بنوڑی کے خلیفہ حضرت حاجی بہادر کوہاٹی کے حالات پر مشتمل ہے اس کتاب میں ان جید علما کی ایک فہرست موجود ہے جو ان مہمات کے دوران اس کے

۱؎ معین خاوندی کشمیری : زبدۃ التفاسیر۔ قلمی مخزونہ کتب خانہ سعیدیہ ٹونک (ہندوستان) بحوالہ قاضی محمد عمران : معین بن محمود کشمیری اور ان کی تصانیف۔ مقالہ مشمولہ معارف اعظم گڑھ۔ مارچ ۱۹۷۷ء ۲۳۰

۲؎ محمد کاظم شیرازی : عالمگیر نامہ ۶۲۹

ہمراہ رہتے تھے۔ ان میں مشہور فقیہہ مولانا نور محمد مدقق لاہوری کا نام بھی ملتا ہے۔ اس احتسابی مہم کے بڑے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔

یہاں نہ تو اورنگ زیب کی مذہبی پالیسی سے بحث کرنے کا موقع ہے اور نہ ہی تمام سلاسلِ تصوف کے صوفیہ کے اورنگ زیب سے تعلقات کی تفصیلات بیان کی جاسکتی ہیں البتہ کتابِ حاضر (حسنات الحرمین) کی مناسبت سے فقط "مجددی حضرات" کے روابط کا نہایت مختصر سا خاکہ پیش کیا جارہا ہے:

پاک و ہند کے نقشبندی مشائخ نے سیاسی معاملات اور سلاطین سے میل جول کے سلسلہ میں اپنے متقدمین مشائخ کے طریقِ کار کو اپنائے رکھا[1] حضرت مجدد الف ثانی سیاسی امور کے سلسلہ میں حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کے اقوال نقل کرتے ہیں اور آپ کا اس معاملہ میں نقطۂ نظر یہ ہے:

"بادشاہ کا صالح ہونا دُنیا کا صالح ہونا ہے اور بادشاہ کا مفسد ہونا دُنیا کو فساد میں مبتلا کرنا ہے۔"

لیکن بلا ضرورت بادشاہ سے ربط رکھنے سے منع فرمایا۔ آپ نے اپنے فرزند گرامی خواجہ محمد معصومؒ کو نصیحت فرمائی تھی کہ بادشاہ کی صحبت اختیار نہ کرنا۔ اورنگ زیب جس کے ساتھ اس کے زمانۂ شہزادگی سے آپ کے بہت اچھے روابط تھے اور اس نے بااصرار خواہش کی تھی کہ حضرت خواجہ اس کی صحبت اختیار فرمالیں لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔

---

[1] نقشبندی حضرات کے سیاسی امور کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

احمد طاہری عراقی : رسالۂ قدسیہ (تالیف خواجہ محمد پارسا) مقدمہ ۱۰-۲۷

Nizami, K. A: Naqshbandi Influence on Mughal Rulers and Politics. Islamic Culture, Vol. 39 (No. 1) January, 1965

صرف اصلاحِ احوال و ترویجِ شریعت کی تلقین کے لیے اُسے شرفِ ملاقات بخشتے رہے[1]۔ حضرت مجدد کے اس طریقِ کار سے حضرت خواجہ نے اپنے فرزندانِ گرامی کو بھی آگاہ فرماتے ہوئے اپنے فرزندِ بزرگ خواجہ صبغۃ اللہ کو اس سلسلہ میں وصیت فرمائی :

"صحبتِ سلاطین "بے ضرورتِ کلی" اختیار نخواہد نمود[2]۔"

حضرتِ خواجہ نے اپنے فرزندِ پنجم خواجہ سیف الدین کو اورنگزیب کی استدعا پر دربار میں بھیج دیا تھا اور وہ محل کے جوار میں رہتے تھے ان کی بھی بادشاہوں سے روابط کے معاملہ میں یہی پالیسی تھی، فرماتے ہیں کہ نیتِ حسنہ سے دفع بدعت اور ترویجِ سنت" کے لیے بادشاہ سے ملنا بہتر ہے :

"بہ نیتِ ارتفاعِ بدعت و ترویج سنت می تواں سلطان را دید الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ[3]۔"

جس طرح حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے رہائی کے بعد "اصلاح بادشاہ، دفع بدعت اور ترویجِ سنت" کے لیے احکام جاری کروانے کے لیے جہانگیر کے ساتھ

---

[1] محمد امین بدخشی : نتائج الحرمین ۔ نسخہ ۱، ورق ۲۶۴ - ب
(پروفیسر حبیب سکول آف تھوٹ کے سلسلۂ نقشبندیہ کی سیاسی سرگرمیوں کے بارے میں آراء تو ڈاکٹر اطہر عباس رضوی کی تالیفات کے ذریعہ ہم تک پہنچ چکی تھیں، حال ہی میں ان کے زیرِ اثر منتخب اللباب کے حصۂ عہد اورنگ زیب کے انگریزی ترجمے پر پی ایچ ڈی دی گئی ہے جس کے مقدمہ میں تحریر ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم، اورنگ زیب کے دربار میں رہتے تھے اور اس سے مددِ معاش لے کر اس کے حق میں پروپیگنڈہ جاری رکھا" (XXIX) یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ حضرت خواجہ نے کبھی بھی دربار میں قیام نہیں فرمایا۔ کیا پی ایچ ڈی کے مقالہ کے لیے مقالہ نگار کے گرو (موصوف نے اس کے انتساب میں پروفیسر حبیب کے لیے گرو کا خطاب خود ہی تحریر کیا ہے) کی اپنے طلبہ کے لیے یہ تعلیم تھی؟
Anees Jahan Syed ... Muntakhab ul Lubab, Delhi, 1977 p. xxix

[2] صفر احمد : مقاماتِ معصومیہ ... [3] سیف الدین خواجہ : مکتوبات سیفیہ ۱۴۲ / ۱۸۹

اس کے لشکر میں رہنا پسند فرمایا تھا اسی طرح حضرات مجددیہ نے بھی اورنگ زیب کی صحبت اختیار کی ہوگی۔

شہزادگی کے زمانے میں اورنگ زیب کی ان حضرات سے عقیدت اور ان بزرگوں نے جس طرح اُسے دارا کے مقابلہ میں "پاسداریٔ شرع شریف" کی تلقین کی تھی۔ ہم تفصیل سے اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ اب صرف بادشاہ بننے کے بعد ان حضرات نے اس کی مذہبی پالیسی کو جس طرح اسلامی رنگ دینے کی کوشش کی، اس کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

اس کے بادشاہ بننے کے بعد بھی حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے اُسے کئی خطوط لکھے تھے جب اس نے امن و امان کے قیام کے بعد بدعتوں کے ازالہ کی طرف توجہ شروع کی تو حضرتِ خواجہ نے اُسے ان اقدامات پر مبارک باد دیتے ہوئے لکھا:

حضرت سلطان الاسلام ..... امیر المومنین ......

اظہارِ نیاز مندی و خاکساری و ادلئے شکر و ثنا نعمتِ امن و امان و رونق اسلام و قوت شعائر آں می نماید و بہ وظیفۂ دعائے ازدیادِ عمر و اُبہت و ظفر و نصرت کہ از مدتِ مدید بآں آنس و الفت یافتہ است ..... باجمعے از درویشان اشتغال وارد ......

یہ خط اس دُعا پر ختم فرماتے ہیں:

آفتابِ دولت و سلطنت بر اُفق مجد و علیٰ تابان باد۔[1]

اورنگ زیب بھی وقتاً فوقتاً حضرت خواجہ کو خطوط ارسال کیا کرتا تھا۔ حضرت نے اس کے ایک مکتوب کے بدست خواجہ محمد شریف بخاری موصول ہونے کا ذکر کرتے ہوئے اس کے جواب میں اسے بہت سی بیش قیمت نصیحتوں سے نوازا ہے۔[2]

---

[1] محمد معصوم خواجہ: مکتوبات ۶/۳ (اس خط میں اورنگ زیب کے لیے جو القاب لکھے گئے ہیں وہ بہت ہی قابل توجہ ہیں۔ ہم نے دیگر القاب بھی دوسرے مقام پر یکجا کر دیے ہیں)

[2] ایضاً ۲۲۱/۳

اسی طرح آپ کے برادر بزرگ حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ نے بھی اورنگ زیب کو نہایت مؤثر طریقے پر خطوط کے ذریعہ احیائے دین کی ترغیب دی ہے۔

تخت نشینی کے چند سال بعد ہی حضرت خواجہ محمد سعید نے اُسے جو خط لکھا ہے وہ القاب سمیت اس قابل ہے کہ یہاں نقل کیا جائے لیکن طوالت کے خوف سے ہم صرف اس کا خلاصہ یہاں دے رہے ہیں:

اُسے دعا دینے کے بعد نہایت مؤثر الفاظ میں لکھا ہے کہ

الحمدللہ کہ تمہاری کامیابی دراصل "آفتاب ہدایت" کا طلوع ہے اور اس سے "کفر وضلالت" کی ظلمت معدوم" ہوگئی ہے اور "الحاد و بدعت" کو جڑوں سے اکھاڑ ڈالا ہے اور عدل وانصاف جس مقام کا مستحق ہے وہ اُسے مل گیا ہے........ اس لیے دین پروری کا تقاضا یہی ہے کہ باقی فحش اور منکرات کے سدباب کے لیے بھی کوشش کی جائے۔ مساجد کی تعمیر ومرمت اور معطل شدہ مدرسے جاری کیے جائیں۔ علماء، فضلاء، زہاد کی تکریم کی (رجالی) کے لیے احکام صادر کیے جائیں[۱]........

ایک اور مکتوب میں حضرت خواجہ محمد سعید نے اُسے کامیابی پر جس طرح مبارکباد دی ہے اور خوشی کا اظہار فرمایا ہے اس سے قیاس ہوتا ہے کہ اس نے داراشکوہ کو شکست دینے کے بعد اس کے تعاقب کے دوران اطلاع کے طور پر جو خط حضرت خواجہ محمد سعید کے نام ارسال کیا تھا[۲]، یہ مکتوب گرامی اسی کا جواب ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

این مسکین شکرانۂ احسان وعنایت بے غایت حضرت صمدیت..... نماید کہ بموہب وفضل خویش، فتح وظفر لشکر اسلام کرامت فرمودہ۔ قمع وہدم ارکان کفر و بدعت وقمع رسوم الحاد و زندقہ نمود...... چہ عرض نماید کہ ازہ

---

[۱] محمد سعید خواجہ: مکتوبات سعیدیہ طبع لاہور ۳۷، ۹۲

[۲] اورنگ زیب کا یہ خط ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

استماع ایں بشارت عظمیٰ برین شکستہ زوانہ خمول چہ قدر شادی رو داد ....[1]

اس کے بعد اسی خط میں اوّل الذکر مکتوب سے بھی زیادہ پُر زور الفاظ میں احیائے دین متین اور دفع بدعت کی تلقین کی ہے۔

ایک مکتوب جو آپ نے اُسے شہزادگی کے زمانہ میں ارسال فرمایا تھا شرع شریف کے رائج کرنے کی ضرورت اور اس دَور میں جو "ظلمات اور بدعات" رواج پا گئی تھیں کے خاتمہ کے لیے اورنگ زیب کی ذات کو :

"شاہسوارِ مضمار استقامت ذات اشرف است"[2]

قرار دینے کے بعد لکھا ہے کہ تمہارا خط ملا جس سے "خوشحالی عظیم" میسر آئی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اورنگ زیب تخت نشینی سے بہت پہلے ان حضرات سے نہ صرف بیعت تھا بلکہ مراسلت بھی کرتا رہتا تھا۔

ایک خط کے ذریعہ اُسے صحابہ کرام و اہلِ بیت کے فضائل سے متعلق بہت سی احادیث مستند کتب سے نقل کر کے ارسال کی تھیں[3]

اورنگ زیب کی زمانۂ شہزادگی کی مہم گولکنڈہ کو آپ نے جس طرح جہاد قرار دیتے ہوئے اس جہاد میں خود شرکت کی خواہش کی تھی اس کی تفصیل ہم سابقہ اوراق میں تحریر کر چکے ہیں۔

اس کے نام شہزادگی کے زمانے میں ایک مکتوب میں اس کے ساتھ عدم ملاقات کو جس کرب کے ساتھ "ہجران و دُوری" فرمایا تھا[4] وہ اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دی معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کو حضرت مجدد کے ان صاحبزادوں کے ساتھ کمال درجہ انس تھا، حضرت خواجہ محمد سعید کی آخری عمر اور انتہائی ضعف کی حالت میں بھی وہ خواہش کرتا ہے کہ

---

[1] محمد سعید خواجہ : مکتوبات ۴۰/۹۵ [2] ایضاً ۴۵/۹۹

[3] ایضاً ۶۶/ ۱۲۲ - ۱۲۶ [4] ایضاً ۴۶/ ۱۰۲

اس کے ساتھ رہ کر اس کی تربیت کریں۔

میر صفر احمد معصومی لکھتے ہیں:

حضرت خازن الرحمت رضی اللہ تعالیٰ عنہ در آخر عمر مبارک خویش سفر دار الخلافہ شاہ جہان آباد بموجب طلب بادشاہ خلد مکان بمقتضائے الہام حضرت رحمٰن تعالیٰ اختیار فرمودہ بودند[1]......

اورنگ زیب بھی ان دونوں حضرات کی بہت ہی تکریم کرتا تھا اور کئی مرتبہ ان دونوں صاحبزادوں کو تحائف بھی دیے۔ معاصر ماخذ عالمگیر نامہ میں ہے کہ ان دونوں صاحبزادوں کو تین سو اشرفیاں نذر پیش کی گئیں[2]۔ اسی طرح خواجہ محمد سعید کو "خلعت اور دو ہزار روپے ملنے کا ذکر بھی محمد کاظم شیرازی نے کیا ہے[3]۔

حضرت مجدد کے فرزند اصغر حضرت خواجہ محمد یحییٰ کی بھی اورنگ زیب بہت تعظیم کرتا تھا۔ معاصر مورخ بختاور خان نے لکھا ہے:

"مکرر بدرگاہ سلاطین پناہ رسیدہ، موردِ مراحم واعطاف شاہنشاہی شد[4]"

---

[1] صفر احمد: مقاماتِ معصومیہ ۳۷۱
(حضرت خواجہ محمد سعید کا وصال بھی راستے میں ہی دہلی سے سرہند جاتے ہوئے ہوا تھا۔ مراۃ العالم ۲/۱۳/۲ میں حضرت خواجہ محمد سعید کی دربار میں تشریف آوری اور اورنگ زیب کا ان کی تعظیم کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔)

[2] محمد کاظم شیرازی: عالمگیر نامہ (طبع کلکتہ) ۲۹۳
بختاور خان: مراۃ العالم ۱/۱۲۲، قابل خان ابوالفتح: آداب عالمگیری ۲/۱۰۸۰
(مراۃ العالم اور آداب عالمگیری میں "سی صد اشرفی" درج ہوا ہے لیکن سب سے قدیم ماخذ عالمگیر نامہ میں "سہ صد اشرفی" ہے۔ اس لیے ہم نے موخر الذکر ماخذ کو ترجیح دی ہے۔ یوں بھی اول الذکر دونوں ماخذ نے عالمگیر نامہ کی عبارت کی لفظی نقل ہی کر دی ہے۔)

[3] محمد کاظم: عالمگیر نامہ ۵۹۵ [4] بختاور خان ۲/۲۱۴

نبائرِ حضرت مجددؒ الف ثانی اورنگ زیب کی مصاحبت میں

جیساکہ ہم حضرات سرہند کے سیاسی معاملات کے سلسلہ میں حضرت خواجہ کی وصیت نقل کر آئے ہیں کہ "بلا ضرورتِ کلی" سلاطین سے میل جول نہ رکھا جائے لیکن اس مقام پر صاجزادگان نے عین "ضرورتِ کلی" کے احساس کے تحت داراشکوہ کے بے دینی والحاد کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے اورنگ زیب کی صحبت اختیار کرلی تھی۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ حضرت مجدد کے دو نواسوں نے اورنگ زیب کے ہاں مستقل ملازمت اختیار کرلی تھی۔ ان میں سے خواجہ محی الدین کو تو خود حضرت شیخ محمد سعید نے سفارشی رقعہ دے کر اورنگ زیب کے پاس بھیجا تھا کہ انہیں :

"محرمِ بارگاہِ سلطنت گردید[1]"

اسی طرح دوسرے نواسے شیخ عبداللطیف کی مالی حیثیت بہت اچھی تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے اورنگ زیب کی مصاحبت اختیار کرنے کو ترجیح دی[2]۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کے فرزندِ پنجم حضرت خواجہ سیف الدین کے ساتھ تعلقات کے سب سے نمایاں ثبوت ملتے ہیں۔ جیساکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اورنگ زیب نے حضرتِ خواجہ سے کہا تھا کہ وہ سفر و حضر میں اس کے ساتھ رہا کریں لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا تھا اور بادشاہ کی مکرر خواہش پر آپ نے اپنے اس صاحبزادے کو بادشاہ کی تربیت کے لیے دہلی بھیج دیا تھا اور بقول صاحبِ مآثرِ عالمگیری صاحبزادے نے شاہی محل کے قریب ہی قیام فرمایا۔ بادشاہ رات کو امورِ سلطنت سے فراغت کے بعد آپ کی صحبت

---

[1] محمد سعید خواجہ : مکتوبات ۴۵ / ۱۰۱

[2] صفر احمد معصومی : مقاماتِ معصومیہ ۷۰، اس کی تصدیق حضرت خواجہ سیف الدین کے ان مکتوبات سے بھی ہوتی ہے نمبر ۲۶، ۵۷، ۵۸

کے انوار و برکات کے حصول، تبادلۂ خیال اور کلمات عالی سننے کے لیے ان کے پاس جاتا تھا:

"بعد مرورِ یک پاس شب از راہ باغ حیات بخش بآتش خانہ کہ مسکن حقائق و معرفت آگاہ شیخ سیف الدین سہرندی مقرر بود بنزول فیض شمول بادشاہ غربا نواز فقیر دوست، منظر انوار برکات گردید ساعتے بتذکار کلمات افادت آثار صحبت داشتہ و شیخ مذکور را در اقرانش باکرام برداشتہ بدولت خانہ تشریف آوردند[۱]"

حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات میں واضح طور پر تحریر ہوا کہ آپ نے اورنگ زیب کی بکرر خواہش پر اپنے اس صاحبزادے کو طہمہ طور پر استخارہ کے بعد دارالخلافہ روانہ کیا[۲]۔ حضرتِ خواجہ اپنے ایک مکتوب بنام اورنگ زیب میں لکھتے ہیں کہ صاحبزادہ جو کمالات صوری و معنوی سے آراستہ ہے اس کا مزاج انتہائی عزلت پسند اور میل جول کا عادی نہیں ہے محض تمہاری خواہش اور "خیر خواہی" کے لیے اسے تمہارے پاس بھیجا گیا ہے، فرماتے ہیں

فقیر زادہ ...... بعزلت و عدم اختلاط خو کردہ و بصحبت چندانے سرے نداشت لیکن محض خیر خواہی او را بریں معنی آوردہ است[۳]"

ایک اور مکتوب میں صاحبزادے کے وہاں قیام کی حیثیت و مقصد کی وضاحت یوں فرمائی ہے:

فقیر زادہ منظورِ نظرِ قبول گشتہ و اثر صحبت بحصول انجامیدہ و از امر معروف و نہی منکر کہ شیوۂ فقیر زادہ است اظہار شکر و رضامندی نمودہ است[۴]۔

۱؎ محمد ساقی مستعدخان: مآثر عالمگیری۔ کلکتہ ۱۸۷۱ء، ۸۴ ۲؎ صفر احمد: مقاماتِ معصومیہ۔ ۲۰۹
۳؎ محمد معصوم خواجہ: مکتوبات ۲/۲۲۷
۴؎ ایضاً: ۳/۲۲۱

حضرت خواجہ سیف الدین کمال توجہ اور ہمت سے بادشاہ کی ظاہری و باطنی تربیت کرنے میں مصروف رہے۔ انہوں نے بادشاہ کے سلوک و معرفت سے میلان اور اس میں ترقی کا حال اپنے کئی عریضوں میں حضرت خواجہ کو خوشی کے ساتھ لکھا ہے جو ان کے مجموعہ مکتوبات میں موجود ہیں۔ ان عریضوں کے جواب بھی حضرت خواجہ کے مکتوبات میں شامل ہیں۔

اپنے ایک مکتوب بنام صاحبزادہ مذکور میں "احوال بادشاہ دین پناہ سلمہ ربہ" کا بھی ذکر ہے۔ بادشاہ کی منازل سلوک کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بادشاہ کو "رفع بعضے منکرات" کے لیے بھی کہا جاتے اور بادشاہ کے اس رویہ پر آپ نے خداوند کریم کا شکر بھی ادا کیا۔[1] ایک اور مکتوب میں خواجہ سیف الدین نے بادشاہ کے مراتب سلوک تیزی سے طے کرنے کا ذکر کیا ہے اور اس کے جواب میں حضرت خواجہ نے انہیں مشورہ بھی دیا ہے۔[2]

اورنگ زیب نے حضرت خواجہ سیف الدین سے کہا کہ وہ حضرت خواجہ سے میرے لیے "توجہ غائبانہ" کی استدعا کریں تو اس کے جواب میں آپ نے براہ راست اورنگ زیب کو خط لکھا، اس میں فرماتے ہیں کہ جو باطنی اسباق ہم نے صاحبزادے کے خط میں تمہارے لیے لکھے ہیں وہ تمہاری نظر سے گزرے ہوں گے اور پھر غائبانہ توجہ کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ خود ہی اس کی باطنی تعلیم و تربیت کے لیے بذریعہ خط اسباق لکھتے تھے اور صاحبزادگان محض اس کی مشق کے لیے مقرر تھے حضرت خواجہ کے ایک مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبزادے کے ہمراہ حضرت خواجہ کے ایک خلیفہ شیخ عبدالعلیم بھی دار الخلافہ میں بادشاہ کی تربیت کے لیے بھیجے گئے تھے اور وہ بھی بادشاہ کے "احوال باطنی" کی اطلاع حضرت خواجہ کو دیتے رہتے تھے۔[3]

حضرت خواجہ سیف الدین اپنے والد بزرگ کی وفات ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۹ء کے بعد بھی دہلی میں مقیم رہے اور اسی خدمت پر مامور رہ کر اپنے مشن کو تاحیات جاری رکھا۔

---

[1] ایضاً ۳/۲۲۰ [2] ایضاً ۳/۲۴۲ [3] ایضاً ۳/۱۲۲

حضرت خواجہ سیف الدین کی بادشاہ کے ساتھ جن صحبتوں کا حال تذکروں میں درج ہے وہاں بعض مجلسوں میں ان کے برادر گرامی شیخ محمد اشرف کا ذکر بھی آیا ہے[1]۔ یہ شیخ محمد اشرف وہی ہیں جو جنگ تخت نشینی میں حضرت خواجہ کی نیابت کے لیے اورنگ زیب کے ساتھ تھے اور جن کے اس جنگ میں باقاعدہ میدان میں اورنگ زیب کے ہمراہ رہنے کی تفصیلات ہم درج کر چکے ہیں۔

خواجہ سیف الدین تاحیات دفع بدعات میں مصروف رہے۔ موسیقی جو مغلوں کے دربار کے لوازمات میں شامل ہو گئی تھی اس سے اورنگ زیب کو متنفر کروایا۔ اور اُسے کئی خطوط میں بھی احیائے سنت کی برابر ترغیب دیتے رہے۔ ایک خط میں اسے لکھتے ہیں کہ:

یہ حدیث ہے کہ جو میری ایک مردہ سنت کو زندہ کرے گا اُسے سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا[2]۔

دارا شکوہ نے شیخ اکبر ابنِ عربی کے افکار کو جس رنگ میں پیش کیا تھا اس کے اثرات اس وقت تک موجود تھے اس لیے اُن کو زائل کرنے کی بھی اشد ضرورت محسوس ہوئی۔ انہوں نے اپنے کئی خطوط میں اورنگ زیب کو حضرت مجدد الف ثانی کا یہ قول لکھا:

"مارا بہ نص کار است نہ بہ فص، فتوحاتِ مدینہ از فتوحاتِ مکیہ مستغنی ساخت[3]۔"

ایک اور خط میں اس کی بہت ہی خوبصورت وضاحت کی ہے:

"از نص بہ فص نمی گرائید و از فتوحاتِ مدینہ بہ فتوحاتِ مکیہ التفات

---

[1] صفر احمد: مقاماتِ معصومیہ ۶۱۱ [2] سیف الدین خواجہ: مکتوبات ۱۶۱/۱۸۸

[3] ایضاً ۳۹/۲۳

نی نمایند[1]۔"

اورنگ زیب کی کئی مہمات کو خصوصاً اس کی دکن کی طرف پیش قدمی کو انہوں نے واضح طور پر "جہاد" قرار دیا۔ بلادِ کفار کی فتح اور ان پر اس جزیہ کے از سر نو نافذ کرنے کے لیے کہا جو دارا نے اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے شاہجہان سے معاف کروا لیا تھا اور کئی مہمات میں اورنگ زیب کے ہمراہ شریک جہاد ہونے کی بھی آرزو کی تھی[2]۔

قریب العہد ماخذ مقاماتِ معصومیہ کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ سیف الدین، اورنگ زیب کے ہمراہ ایک لشکر میں موجود تھے[3]۔

اورنگ زیب نے ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۹ء میں شہزادہ اعظم کی شادی کی تو جن عظیم علما[4] نے نکاح پڑھایا ان میں حضرت خواجہ سیف الدین کا نام بھی شامل ہے[5]۔ اورنگ زیب بھی حضرت خواجہ کو خطوط لکھا کرتا تھا، ان میں سے بعض کے جواب حضرت خواجہ کے مجموعۂ مکتوبات میں شامل ہیں، یہاں اورنگ زیب کے غیر مطبوعہ ایک مکتوب بنام حضرت خواجہ سیف الدین کا عکس دیا جا رہا ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کے فرزند ثانی حضرت شیخ محمد نقشبند ثانی حجۃ اللہ (۱۰۳۴ھ-۱۱۱۵ھ/۱۶۲۴-۱۷۰۳ء) کے اورنگ زیب کے ساتھ بہت ہی مشفقانہ مراسم تھے۔ ان کے اپنے بیانات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ وہ اورنگ زیب کی مصاحبت میں

---

[1] ایضاً ۵۸/۸۲ [2] ایضاً ۷۹/۱۱۲

[3] صفر احمد : مقاماتِ معصومیہ ۴۷۹

[4] علمائے کرام کے نام یہ ہیں : قاضی عبدالوہاب، قدوۂ اصفیا میر سید محمد قنوجی، اسوۂ فضلاء ملا عوض وجیہہ آخسیکتی (مآثر عالمگیری ۷۸)

[5] محمد ساقی مستعد خان : مآثر عالمگیری ۷۸

بسم الله الرحمن الرحیم حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد ازین رسیدن نفیس آثار ... سلام ...

مکتوب مرغوب ... چه نویسد از غفلت نفس خود که بهیچ ...

دایمی باید نشست و بر حال و مآل خود باید گریست اراده عزیمت ...

... خوش ... است لعل الله یحدث ...
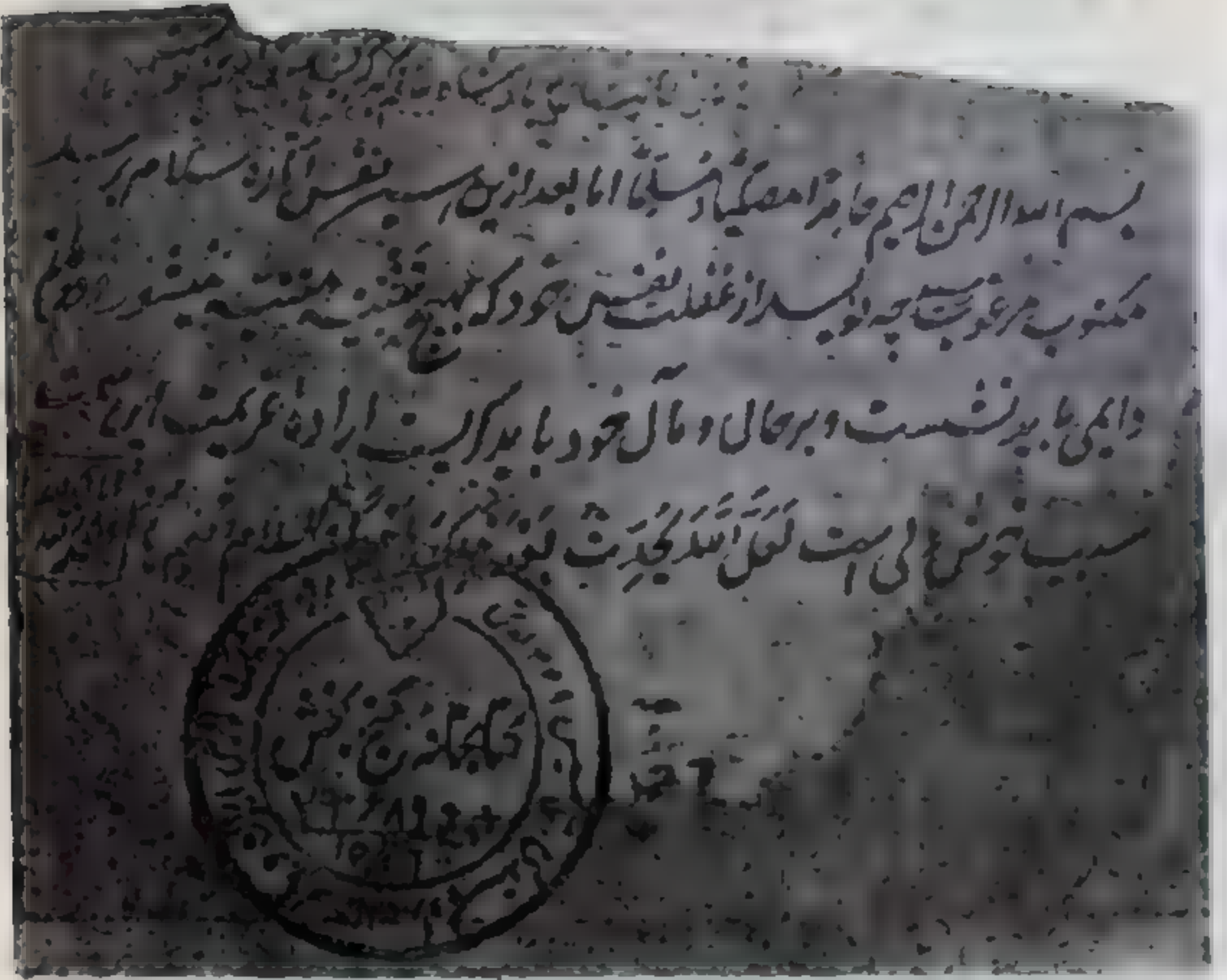
کتابخانه گنج بخش

۱۰۔ اورنگ زیب کا ایک غیر مطبوعہ خط حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی کے نام۔ عکس مبنی بر خطی نسخہ مکتوباتِ حضرتِ مجدد (آخری ورق)، مخزونہ کتابخانۂ گنج بخش، مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان۔ راولپنڈی۔ نمبر ۱۴۲۹۔ بتحقیق محمد اقبال مجددی

رہتے تھے۔ ان کے مکتوبات کا مجموعہ وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول کے نام سے طبع ہو چکا ہے جس میں "بادشاہ دین پرور" اورنگ زیب کے نام ان کے بہت سے خطوط موجود ہیں۔

ایک مکتوب میں اورنگ زیب سے اپنی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا ہے[۱]۔ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت خواجہ سیف الدین تو اورنگ زیب کی تربیت کے لیے پہلے ہی دارالخلافہ میں مقیم تھے یہ بھی تشریف لے گئے اور اورنگ زیب ان سے اتنا انس ہوا کہ جدائی برداشت کرنا مشکل ہو گیا خود فرماتے ہیں:

"باوجودے کہ بادشاہِ دین پناہ از کمالِ اخلاص و عنایت از خود جُدا نمی فرمودند[۲]"......

انھوں نے بھی اپنے والد اور برادر اصغر کی طرح بادشاہ کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں ترویجِ شریعت پر بہت زور دیا ہے۔ اس کی کئی مہمات مثلاً دکن کی مہمات کو جہاد قرار دیتے ہوتے مہمات میں کامیابی پر کئی مرتبہ مبارک باد دی ہے۔

حضرت حجۃ اللہ کے کئی صاحبزادے بھی اورنگ زیب کے ساتھ رہتے تھے، ایک خط میں اُسے لکھا ہے کہ میرے فرزندوں نے تمہاری ملازمت کا عزم کیا ہے[۳]۔ برادر زادہ محمد پارسا بھی اورنگ زیب کے ساتھ رہتے تھے[۴]۔

اورنگ زیب کی دکن پالیسی سے حضراتِ نقشبندیہ کو پورا اتفاق تھا اور اس کے مذہبی اسباب کی بنا پر جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں لسے جہاد قرار دیا تھا۔ ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۴ء میں جب حضرت حجۃ اللہ اورنگ زیب سے ملے تو اس کے عزم بیجاپور کا حال معلوم

---

[۱] حجۃ اللہ محمد نقشبند، وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول۔ مرتبہ غلام مصطفیٰ خان۔ طبع حیدرآباد سندھ ۱۹۶۳ء ۸۸/۷۱

[۲] ایضاً ۱۳۹/۱۲۴   [۳] ایضاً   [۴] ایضاً ۴۲/۳۱ ، ۴۳/۲۳

کیا[1]۔ پھر بیجاپور کی فتح پر اُسے مبارکباد پیش کی[2]۔ ان کے فرزند گرامی شیخ عزالدین احمد اس مہم بیجاپور میں اورنگ زیب کے لشکر میں شامل تھے[3]۔ حضرت خواجہ محمد معصوم کے پوتے شیخ محمد ہادی کی اس لشکر میں شمولیت کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

۱۰۹۸ھ / ۱۶۸۷ء میں حیدرآباد کی فتح ہوئی تو حضرت حجۃ اللہ نے اُسے پھر مبارکباد دی[4] اور اگلے سال اورنگ زیب کے حکم سے اس کے آخری والی ابوالحسن کی دُوسری بیٹی سے حضرت حجۃ اللہ کے صاحبزادے شیخ محمد عمر کی شادی کی گئی[5]۔

اسی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم کے فرزند مروج الشریعت شیخ محمد عبید اللہ[6] (مؤلفِ حسنات الحرمین) کے بھی اورنگ زیب کے ساتھ تعلقات کا علم ہوا ہے اور انہوں نے اورنگ زیب کی دین داری و دین پروری کے ساتھ اس کی صاحبزادگان سرہند کے ساتھ محبت والفت کے عجیب واقعات بھی تحریر کیے ہیں[7]۔ ایک مکتوب میں اُسے حالاتِ حاضرہ پر خبردار کرتے ہیں :

"وقت تراکم ظلمات است و شیوع بدعات و ہنگام قرب قیامت است و ظہور رفتن کہ اجل مسمیٰ ہر ساعت نزدیک تر می گردد[8]۔"

وہ ایک سفر کے بعد پشاور سے سرہند پہنچے تو مزاراتِ مقدسہ پر جا کر اورنگ زیب کی مہماتِ ملکی میں کامیابی کے لیے دُعا کی[9]۔ ایک اور خط میں اورنگ زیب کے لیے طویل القاب لکھنے کے بعد ترویجِ اسلام کے لیے اس کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے اُسے ان

---

[1] محمد ساقی مستعد خان : مآثر عالمگیری ۲۷۶ [2] صفر احمد : مقاماتِ معصومیہ ۵۳۲
[3] ایضاً ۵۴۱ [4] ایضاً ۵۳۱ [5] محمد ساقی مستعد خان : مآثر عالمگیری ۳۱۲
[6] حضرت مروج الشریعت کے تفصیلی حالات اسی مقدمہ میں درج کیے جا چکے ہیں۔
[7] مروج الشریعۃ : خزینۃ المعارف ۱۲۸/۱۴۴-۱۴۵
[8] ایضاً ۱۲۱/۹۵ [9] ایضاً ۱۱۹/۱۳۷

الفاظ میں دعا دی :

"آفتاب سلطنت و عدالت ہموارہ درخشان و تابان باد"[1]

خلفائے حضرات مجددیہ اور اورنگ زیب

اورنگ زیب جس طرح حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولادِ مبارک کا احترام کرتا تھا اور انہیں اپنے سے جُدا کرنا کسی طرح بھی پسند نہیں کرتا تھا اسی طرح ان حضرات کے خلفا کے ساتھ بھی اس کے تعلقات اور مذہبی معاملات میں ان سے مشورت کے کئی واقعات ملتے ہیں۔ اس کی مختلف مہماتِ مُلکی میں بھی کئی خلفا، و معتقدین سلسلہ لشکر میں موجود رہتے تھے۔

مشہور مورخ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے لکھا ہے کہ اس کے لشکر میں حضرت خواجہ محمد معصوم کے کئی خلفا موجود تھے[2]۔ ان حضرات کے خلفا کی کثیر تعداد تھی جن میں سے بعض کے حالات و کمالات کتابوں میں درج ہیں[3]۔ معاصر مورخ بختاور خان نے حضرت خواجہ محمد معصوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :

"خلفا و مریدان ایں سلسلہ در اقطار و اکنافِ عالم از حیطہ شمار بیرون آمد"[4]

حضرت خواجہ سیف الدین کے اورنگ زیب سے روابط کی نوعیت تفصیل سے بیان ہو چکی ہے وہ اس سلسلہ کے معتقدین کو اورنگ زیب کی مصاحبت اختیار کرنے کی اکثر تلقین کیا کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ بادشاہ سے نیت حسنہ کے ساتھ ملاقات کرنا

---

[1] ایضاً ۱۲۳/۱۴۱

[2] محمد اعظم دیدہ مری : تاریخ کشمیر اعظمی۔ مرتبہ مفتی سعادت۔ طبع مقبوضہ کشمیر ۱۲۵۵ھ

[3] تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ ہذا تحت "اولاد و خلفائے حضرت خواجہ محمد معصوم"

[4] بختاور خان : مراۃ العالم ۲/۱۴۱

بہت اچھا ہے[1]۔ ایک معتقد نے اس سے ملاقات میں تاخیر کی تو اسے تعجب کیا تو لکھا:

عجب کرشما بایں ہمہ خواہش ملاقات نہ نمودید[2]

حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایک خلیفہ مولانا محمد باقر لاہوری (مولف کنز الہدایات) اورنگ زیب کے عہد میں لاہور کے قاضی تھے[3]۔ ان کے والد شیخ شرف الدین عباسی بھی مفتیِ لاہور تھے[4]۔ مولانا محمد باقر کو خواجہ سیف الدین لکھتے ہیں کہ بادشاہ دین پرور (اورنگزیب) تمہارے حقوق کے معترف ہیں اور تمہارا ذکر یہاں دربار میں ہوتا رہتا ہے[5]۔

ان کے علاوہ اس سلسلہ کے بہت سے افراد اورنگ زیب کے ہاں ملازم، شامل لشکر اور مشیر تھے چند ایک نام ملاحظہ ہوں۔

حافظ مقصود علی، سید عبد العلیم (خواجہ سیف الدین کے ہمراہ اورنگ زیب کی تربیت کے لیے مامور تھے)[6] سید علی عرب عیدروس (مولف زین العلم فی شرح عین العلم)، میر محمد عارف، خواجہ عبد الصمد، میر محمد زمان اور خواجہ عوض۔

یہ محض الزام ہے کہ اورنگ زیب کے سامنے یہ حضرات محض ہاں میں ہاں ملانے والے تھے اور انہوں نے اس سے مدد معاش لے کر دائمی خاموشی اختیار کر لی تھی حضرت شیخ آدم بنوڑی (عظیم خلیفہ حضرت مجدد) کے ایک خلیفہ حضرت شیخ سلطان حق گوئی میں اورنگزیب جیسے شاہنشاہ کی بھی پروا نہیں کرتے تھے وہ اکثر بادشاہ کو بےباکانہ رقعات کے ذریعہ

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ ہذا تحت "نبار حضرت مجدد اور اورنگ زیب۔"

[2] سیف الدین خواجہ : مکتوبات ۱۸۹/۱۶۲

[3] محمد اسلم پسروری : فرحۃ الناظرین ترجمہ و ترتیب محمد ایوب قادری۔ کراچی ۱۹۷۲ء ۲۰۵

[4] ایضاً

[5] سیف الدین خواجہ : مکتوبات ۱۷۳/۱۴۸

[6] تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ ہذا تحت حضرت خواجہ سیف الدین

امورِ شرعیہ کی تلقین کرتے اور بدعات کا رد فرماتے اور بادشاہ انہیں قبول کر لیا کرتا تھا۔[1]

اورنگ زیب نے ان حضرات کے زیرِ اثر وہ تمام بدعات دین سے رفع کرنے کیلئے کمرِ ہمت باندھ لی تھی جو شاہ جہان کے آخری ایام حکومت میں داراشکوہ کے عمل دخل کی وجہ سے رواج پا گئی تھیں یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم اسے اپنے خطوط میں بطور دُعا "آفتاب سلطنت و کوکبہ معدلت تابندہ و درخشندہ باد۔"[2] لکھا کرتے تھے۔

---

[1] محمد امین بدخشی : نتائج الحرمین۔ نسخہ ا، ورق ۱۶۹۔ ا ۱۰۷۔ ب

یہاں ہم ایک اور غلط فہمی کا ازالہ کرنا بھی لازم سمجھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ کے مخالف محققین یہاں یہ اعتراض کریں کہ اس خانوادہ سے منسلک بعض حضرات داراشکوہ سے بھی وابستہ تھے۔ جیسے حضرت مجدد کے سوانح نویس ملا بدر الدین سرہندی (مولف حضرات القدس)، مرزا عبید اللہ بیگ داراشکوہی اور میر غضنفر داراشکوہی وغیرہ۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مولف حضرات القدس نے خود ہی وضاحت کی ہے کہ داراشکوہ نے ان کو ۱۰۴۷ھ / ۱۹۳۷ء میں بہجۃ الاسرار اور روضۃ النواظر وغیرہ کے فارسی ترجمہ کے لیے بلایا تھا (حضرات ۱۵۹/۲) جیسا کہ ہم ترتیب زمانی کے اعتبار سے دارا کے الحاد کی طرف مائل ہونے کا تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔ اس سے عیاں ہو جاتا ہے کہ وہ ابتدا میں ایک راسخ العقیدہ صوفی تھا اور اس کے اس میلان کی طرف واضح رغبت کے ۱۰۵۲ھ سے ثبوت ملتے ہیں۔ اس لیے مولف حضرات القدس کا ۱۰۴۷ھ میں اس کے لیے ترجمے کرنا تعجب کا باعث نہیں ہے۔ ان کا صحیح سال وفات ہمیں معلوم نہیں ہے تاہم اتنا واضح ہے کہ وہ اس سفر حج میں (۱۰۶۷ھ) میں شریک سفر نہیں تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس سے قبل فوت ہو چکے تھے۔ بیشک دارا ۱۰۴۷ھ میں انہیں القاب کا مستحق تھا جو ملا بدر الدین سرہندی نے اس کے لیے لکھے ہیں، یعنی :

"شہزادہ عالی قدر، والا گہر، ولی عہد، وصی عصر، دانش پرور سلطان محمد داراشکوہ"

لیکن ۱۰۶۲ھ میں جب وہ حسنات العارفین لکھنے کے لیے بیٹھا تو نہ صرف علماء بلکہ ان کتابوں سے ہی جن کا ترجمہ اس نے ملا بدر الدین سے کروایا تھا اس کا دل بیزار ہو چکا تھا۔ (تفصیل متعلقہ مقام پر ملاحظہ کریں) ہمارے خیال میں مجددی حضرات کا داراشکوہ سے ملنا اسی طرح ہے جس طرح حضرت مجدد اور حضرت شیخ عبد الحق محدث کا ابتدا میں فیضی سے رابطہ تھا۔

اسی طرح مرزا عبید اللہ بیگ داراشکوہی اور میر غضنفر کے بارے میں بھی واضح طور پر

←

حضرت خواجہ محمد سعید، خواجہ سیف الدین اور خواجہ محمد نقشبند ثانی حجۃ اللہ نے خصوصیت سے قدم قدم پر حوصلہ افزائی کے طور پر اس کو ترویج دین کے لیے خطوط لکھے اور بار بار اسے "بدعاتِ ماندہ" کے استیصال کے لیے پُرزور خطوط لکھتے رہے خاص طور پر انہوں نے اورنگ زیب کی مہماتِ دکن کو مذہبی بنیادوں پر جہاد کا درجہ دیا تھا اور ان مہمات کے دوران اُسے مبارک باد کے جو خطوط لکھے ان میں "فضائلِ جہاد" کو مکتوبات کا موضوع بنایا اور پھر ان تینوں اصحاب کی اس کے ہمراہ اس جہاد میں شمولیت کی خواہش نے اس کے حوصلے اور عزم کو بہت ہی تقویت دی جس طرح اورنگ زیب کی دوسری ملکی پالیسیوں میں ان حضراتِ سرہند (اولادِ حضرت مجدد) کو خاص عمل دخل حاصل ہے اسی طرح "دکن پالیسی" میں بھی ہمارے یہی حضرات کارفرما نظر آتے ہیں حتیٰ کہ سقوطِ گولکنڈہ کے بعد والیٔ گولکنڈہ کی بیٹی سے حضرت حجۃ اللہ کے فرزند کی شادی بھی اس کی نشاندہی کیلئے کافی ہیں[1]۔

اورنگ زیب کے مخالف اور مشہور شیعی مورخ نعمت خان عالی نے اورنگ زیب کے محاصرۂ گولکنڈہ کے واقعات کے تحت اس طرح حضرت مجدد کی اولاد مبارک کو ہدفِ تنقید بنایا ہے ؎

افترا و زور و بہتان خال و خوابِ خواجگان
شید و خدعہ دعوت شیخان سرہندی[2] وطن

مقاماتِ معصومیہ (۸۲۵) میں تحریر ہے کہ وہ داراشکوہ کے سامنے واضح الفاظ میں "کلمۂ حق" کہتے تھے اور اس کے الحاد کا انہیں ذرا بھی خوف نہیں تھا۔

[۲] محمد معصوم خواجہ: مکتوبات ۲۲۷/۳

[۱] ان اشارات کی تفصیلات اسی مقدمہ میں متعلقہ مقامات پر تحریر ہو چکی ہیں۔

[۲] نعمت خان عالی: وقائع۔ طبع نولکشور ۱۹۲۸ء ۱۶

اس تنقید لایعنی سے واضح ثبوت ملتا ہے کہ اورنگ زیب کے ۲۵ جلوس تک ہمارے حضرات اس کے شانہ بشانہ ان مہمات میں ذہنی، عملی اور فکری طور پر اس کے ہمراہ تھے اور انہیں حضرات کی بدولت وہ دین کو زندہ کرنے میں کامیاب ہوا اور "محی الدین" کے لقب سے نوازا گیا۔

اس لیے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد نے اس سے جس گہری اُلفت و محبت کا اظہار کیا ہے اس سے محض "احیاء و ترویج دین متین" مقصود تھا۔

حضرت خواجہ محمد معصوم نے اس کے لیے یہ شاندار القاب استعمال کیے ہیں:

شاہزادۂ دین پناہ[1]، حضرت سلطان الاسلام ...... ہادم اساس الجور والاعتساف ...... حضرت امیر المومنین انار اللہ برہانہ[2]،

حضرت محمد معصوم کے برادر بزرگ خواجہ محمد سعید نے بھی اس کے لیے بہت سے القاب تحریر کیے تھے جن میں سے بعض یہ ہیں:

حضرتِ امیر المومنین ظل اللہ الارضین، رافع اعلام الشریعۃ الغرا قامع بنیان البدعۃ الغبراء، مالک السلطنۃ القاہرہ کاسر اعناق الکفرۃ الاکاسرہ محی السنۃ والاسلام رحمۃ اللہ الانام[3] ...... شہزادۂ دیندار عالی قدر ناصر الملت البیضاء مروج الشریعت الغراء، موید الدین القویم مشید احکام الصراط المستقیم[4] ......

اورنگ زیب کے ان القاب اور دارا شکوہ کے اُن القاب کا اس پس منظر میں موازنہ کیجئے جو اس کے مصاحبوں نے اُسے "خدا آگاہ" باور کرا کر اس کے سہارے اس ملتِ اسلامیہ کے ساتھ روا رکھا اور پھر اس کے مسموم اثرات کو جس طرح اس "شہزادۂ دیندار"

---

[1] محمد معصوم: مکتوبات ۱/۶۴ [2] ایضاً ۳/۶
[3] محمد سعید خواجہ: مکتوبات ۳۷/۹۱ [4] ایضاً ۴۶/۱۰۲، ۹۵/۱۲۱، ۸۴/۱۴۵

و "دین پرور" اور "محی الدین"، محی السنۃ" جیسے القاب کی صحیح نوعیت آپ پر واضح ہو جاتے گی۔

عصر حاضر کے مورخین نے بھی اورنگ زیب کے مذہبی رجحانات میں مشائخ نقشبندیہ کے حصّے کو تسلیم کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد یٰسین نے لکھا ہے کہ ان حالات میں حضرت خواجہ محمد معصوم نے اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح سمجھ لیا تھا کہ انہیں اورنگ زیب کو کس طرح احیائے دین کے لیے راغب کرنا ہے:

Khwaja Masum was fully conscious about his responsibilities in brining Aurangzeb in complete accord with the Shariat and a complete transformation of his heart in favour of orthodox Islam.[۱]

ایک اور مقام پر ڈاکٹر صاحب موصوف نہایت واضح الفاظ میں لکھتے ہیں کہ اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ اورنگ زیب کی ساری "سٹیٹ پالیسی" کے پس منظر میں سرہندی رُوح کارفرما تھی:

It will not be an exaggeration to say that Aurangzeb's state policy was promopted by the voice of Serhindi from behind the scence.[۲]

عہد حاضر کے مذہبی تاریخ کے مشہور محقق جناب خلیق احمد نظامی نے اکبر اور اورنگ زیب کی مذہبی پالیسی کا تقابل کرتے ہوتے لکھا ہے کہ اورنگ زیب نے سیاست میں اس راسخ العقیدگی کو متعارف کروایا جو نقشبندی مشائخ کی پیدا کی ہوئی تھی:

---

۱ Muhammad Yasin: Social Hisotry of Islamic India, Lucknow, 1958, p. 170.

۲ Ibid. p. 171.

Akbar had brought religion into politics inspired by his zeal for religious cosmopolitanism, Aurangzeb introduced religion into politics impelled by an orthodox religious attitude created by the Naqshbandi Saints.[1]

نظامی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ اورنگ زیب کے مذہبی رجحانات پر نقشبندی مشائخ کی تعلیمات کا اتنا گہرا اثر ہے کہ اس کی سیاسی پالیسیوں میں سے صاف جھلکتا ہوا نظر آتا ہے:

Aurangzeb's religious thought was thus deeply influenced by the teachings of the Naqshbandi Saints and it found expression in his political activities also.[2]

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:

Aurangzeb was greatly helped by the Naqshbandi influence In war of succession, and when he emerged victorious and ascended the throne as Muhiyy-ud din Alamgir he proved to be the political culmination of the Mujaddidi Movement.[3]

آیئے اس سیاسی، سماجی اور مذہبی پس منظر میں اسی "مجددی تحریک" کے رُوح و روان حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے فرمودات، ملفوظات اور مکاشفات کے ایک ایسے مجموعے کا مطالعہ کریں جو عین انہیں حالات میں مرتب و مدون ہوا تھا۔

---

[1] Nizami, K, A: Naqshbandi Influence on Mughal Rulers, Islamic Culture, Vol. 39 (No. 1) p. 49.

[2] Ibid: p. 50.

[3] Qurashi, I, H: Ulama in Politics, Karachi, 1974. p. 98.

۱۱۔ سلطنتِ مغلیہ کا وہ نقشہ جو حضرت خواجہ محمد معصوم کے وصال سے صرف دو سال بعد برنیر کے سفرنامہ کے ساتھ ۱۶۷۰ء میں پیرس سے طبع ہوا۔

III The Extent of Islam c. A.D. 1650

حسنات الحرمین
فارسی متن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل جنان اولیائہ مہبطا العجائب ونطق علی لسانہم بکلام متضمن علی الغرائب وصیّر کلامہم دواء شفاء للنوائب والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ الذی لا یحیط نعتہ الادراک کفی بہ ناعتًا لولاک لما خلقت الافلاک وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ وعلی جمیع الاولیاء ومتوسلیہم واتباعہم ۔

امابعد کمترین معتصمان الطاف ایزدی محمد شاکر[1] بن شیخ بدرالدین احمدی سرہندی می نماید کہ چوں حضرت قطب الاقطاب غوث الشیخ والشاب خازن کنوز الہدایۃ والمعرفۃ قاسم معادن الرحمۃ والبرکۃ الواصل الی اقصیٰ درجات الولایۃ البالغ الی منتہی معارج النہایۃ، الوارث الکامل والتابع الابلغ (۲-۱) المشرف بالمحبۃ الذاتیۃ المستعد لخلعۃ القیومیہ، الجامع بین کمالات الاصالۃ والضمنیۃ، المبشر بالاسرار الناشیۃ عن صرف المحبوبیۃ، النور الاتم من الملک القیوم سیدنا وامامنا وقبلتنا حضرت خواجہ محمد معصوم راسلمہ اللہ سبحانہ و ادام برکاتہ وظلال ارشادہ الی یوم المعلوم در سنہ ہزار وشصت وہشت کہ از کلمہ محمد ن المعصوم زار الشفیع نیز معلوم میگردد بعنایت اللہ[2] جل وعلا طواف بیت اللہ وروضۂ رسول اللہ وزیارت اصحاب کبار ومواضع ومزار متبرکہ میسر گشت ودران اماکن معظمہ بمواہب عالیہ واسرار غامضہ مشرف ساختند وبہ واردات والہامات بلند و مقامات وکمالات ارجمند نواختند وانوار واسرار نسبتہای خاصہ وخلعت ہای فخیمہ

---

[1] حالات کے لیے ملاحظہ ہو مقدمہ کتاب ہذا

[2] نسخہ ۱ خداوندی

مرحمت کردند آن عالی حضرت در ہنگام فرخندگی خاطر شریف بحکم وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ[1]۔

شطری از ورودِ عنایات فاخره و مکاشفات باہرہ بہ مخدوم زادہ ہای[2] (۲ب) کرام که دریں سفرِ فیض اثر رفیق بودند و ہر یک بہ کمال شرع و تقوی آراستہ و بہ متابعت سنت سنیہ و عمل بہ عزیمت مرضیہ پیراستہ اند و بہ واردات و مقامات عالیہ و درجات و کمالات متعالیہ اند ظاہر می کردند از ان رو کہ حضرت مخدوم زادہ عالی درجات[3] حضرت خواجہ محمد عبید اللہ[4] سلمہ اللہ سبحانہ کہ از خرد سالی در اسرار خفیہ و نکات مکنونہ بہ خصوصیت محرم رازند و در خلوات و جلوات دوام بہ ملازمت و التزام خدمت آنحضرت دارند و آنحضرت را بان دو دمان عز و شرف نظرِ عنایتِ خاص و محبت با اختصاص است چنانکہ آثار ہدایت و کرامت و اطوار نجابت و ولایت بر چہرہ ارشاد آن عالی نژاد پیدا و ہویدا است، شوق تام و ذوق تمام از اہل عرب در استماع اسرار و مقامات آنحضرت معاینہ کردند و التماس آنہا غیر مرۃ بہ وقوع آمد اجابت للملتمس از آنہا آنچہ قابلِ اظہار بود الا ما یجری استتار[5] ہا در قلم عنبریں رقم بہ زبان عربی بالفاظِ فصیحہ و (۳-ا) عبارات بلیغہ جمع نمودہ جلوۃ[6] ساختند[7]۔

بعد از ان کہ بہ وطن مالوف رسیدند بعضی یاران و طالبانِ حقایق و معارف ملتمس داشتند کہ اگر این معارف غامضہ بزبان فارسی مشروح شود فائدہ تام و مائدہ عام بخشد

---

[1] قرآن کریم ۹۳/۱۱ (الضحیٰ)

[2] مخدوم زادوں کے ناموں اور تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ کتاب ہذا

[3] نسخہ ۱ درجہ رفاقتِ صاحبزادگان کی تفصیل بھی مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔

[4] اس رسالہ کے مؤلف حضرت خواجہ محمد عبید اللہ کے حالات مقدمہ کتاب ہذا میں دیکھے جائیں۔

[5] نسخہ ا۔ انتظار ہا [6] نسخہ ا۔ خلوت

[7] رسالہ یاقوتیہ کے عربی متن کے بارے میں ملاحظہ ہو مقدمہ کتاب

بنابرآن، آن مخدوم زادۂ عالی مرتبہ ایں خاکسار بے مقدار را مہربانی فرمودہ بہ ترجمہ آن امر کردند وباین امر جلیل القدر مشرف ساختند تا ایں مقالات عالیات را از عربی بفارسی آوردہ ونقاب از چہرہ برکشودہ در چشم عشاق جلوہ دہد۔

امروز کہ سنہ ہجری ہزار وہفتاد ویک ست شاہدان معانی را کہ کتاب خانۂ عرفان ست از خرگاہ عربی برآوردہ در فضای حریم فارسی مبترا از تکلفاتِ رسمی بر ارباب اسرار بارعام بخشم تا طالبان یقین باندازۂ حوصلۂ دانش ودریافت خویش نصیبی ازان بردارند وایں دور از کار را دعا لحوق بخدمتِ اہل تحقیق حضور یاد آورند۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان (۲ب) وہو ولی الارشاد ومنہ المبدا والمعاد[۱]۔

بدانکہ جمع معارف ایں رسالۂ شریفہ منقولست از مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ سلمہ اللہ سبحانہ مگر[۲] چندی کہ دیگر[۳] مخدوم زادہ ہا نقل کردہ اند آن را باسم سامی ایشان تصریح نمودہ وایں رسالۂ شریفہ برطبق نفحات ورشحات[۴] مسمیٰ بہ حسنات الحرمین گشت واز آن رو کہ اسرار این رسالہ را بہ یاقوتیہ معنون ساختہ اند۔ اگر بہ یواقیت الحرمین[۵] ہم خوانند می شاید ووجہ جمیہ برائے تسمیہ[۶] بایں اسم در آخر ایں رسالہ رقم یافتہ است۔

و رسالہ مشتمل است بر سہ[۲] فصل وخاتمہ۔

۱۔ بعض نسخوں میں "یاقوتیہ" اور "یاقوت" دونوں طرح نقل ہوا ہے لیکن ہم نے آخر الذکر کو ترجیح دی ہے۔

۲۔ نسخہ ا۔ نکر

۳۔ صاحبزادوں نے قیام حرمین کے دوران جو رسائل لکھے، خصوصاً جو مکاشفات قلمبند کئے ان کی تفصیل معتدمہ کتاب ہذا میں بعنوان "حضرت خواجہ کے قیام حرمین کے دوران تالیف ہونے والی کتب سلسلہ" ملاحظہ کریں۔

۴۔ یہاں نفحات اور رشحات سے نقشبندی سلسلہ کی معروف ترین کتابیں یعنی نفحات الانس تالیف مولانا جامی اور رشحات عین الحیات تالیف مولانا علی بن حسین واعظ کاشفی مراد ہیں جو کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہیں۔

۵۔ نسخہ ا۔ یاقوت احمر

۶۔ نسخہ: تشبیہ

فصلِ اوّل

در ذکر بعض از مکاشفات و ملہمات آنحضرت کہ تعلق بہ حرمین شریفین دارد و پیش از وصولِ آن حضرت بہ مواضع متبرکہ بہ ظہور پیوستہ مشتمل است بر ہفت یواقیت۔

یاقوت

حضرت ایشان دامت برکاتہ می فرمودند کہ روزی بعد از نماز بامداد در حلقۂ ذکر پیش از طلوع آفتاب با (۴-۱) اصحاب نشستہ بودم مشہود گردید کہ جماعات بسیار از عالم ملک و ملکوت مرا احاطہ نمودہ نماز می خوانند و سجدہ بہ[1] من می کنند متحیر گشتم و توجہی در کشف این سر گماشتم بعد از تعمق نظر معلوم گردید کہ کعبۂ حسنا برائے ملاقات آمدہ مرا احاطہ نمودہ است ازیں رو متمثل[2] گشتہ کہ جماعاتی[3] کہ سجدہ بہ جانب کعبہ می کنند بہ من می افتد۔

باید دانست کہ ایں قسم معاملہ بر امام ہمام ہادیٔ انام حضرت قطب الاقطاب مجدّد الف ثانی والد ماجد حضرت ایشان (خواجہ محمد معصوم) سلمہ اللہ سبحانہ ظاہر شدہ بود[4] چنانچہ

---

[1] نسخۂ ۱۔ بہ۔ ندارد [2] نسخۂ ۱۔ مشتمل

[3] نسخۂ ۱۔ جماعتی

[4] حضرات القدس میں ہے ایک مرتبہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نماز فجر کے بعد اسی طرح قبلہ رو بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو گیا تو آپ نے مراقبے سے سر اٹھایا۔ اپنے خاص مریدین سے فرمایا کہ آج زیارت کعبہ کا شوق اور حرم محترم کا اشتیاق ہوا میں نے دیکھا کہ کعبۂ مکرمہ آیا اور میرا طواف کیا۔ تعجب ہے کہ اصحاب کشف اس واقعہ سے غافل رہ گئے، ورنہ وہ بھی ضرور میرے گرد پھرتے اور میرا طواف کرتے۔ (حضرات القدس ۱۰۹/۲، اردو ترجمہ ۸۱/۲)

در مقامات[1] آنحضرت قدس سرہ کہ از مولفات[2] والد این مترجم شیخ بدرالدین[3] کہ از اصحاب مخصوص آنحضرت بہ تفصیل نگارش یافتہ است۔ بعد از آن نصیب این خلف رشید (خواجہ محمد معصوم) گشتہ فنعم السلف ونعم الخلف۔

یاقوت

چوں در سنہ ہزار وشصت وہفت بر آن عالی حضرت (خواجہ محمد معصوم) عشق زیارتِ حرمین شریفین غلبہ نمودہ محبت طواف روضۂ (۴-ب) منورہ رسول اللہ علیہ وعلی آلہ الف الف صلوٰۃ وسلام، استیلا کرد۔ باوجود قلت استطاعت ونقصان زاد وراحلہ ومنعِ دوستانِ دوراندیش از راہِ مشورت از اختیار این سفر وخوفِ سواری دریائے شور ومہالک دیگر عزم نمودند کہ پائے شوق در فضای این راہ نہ نہد گاہی از راہِ مقدمات عقلی گونہ تشویشی وقلقی بخاطر مبارک[4] راہ می یافت تا روزی وقت ضحوۂ[5] گری بعد از نماز مخدوم زادہ عالی درجہ حضرت خواجہ محمد عبیداللہ سلمہ اللہ سبحانہ بخدمت گرامی رسیدند و آنحضرت را در غایت فرخندگی یافتند بہ زبان گوہر فشاں فرمودند کہ متوجہ کیفیت این سفر مبارک بودم خود را وشما ہمہ برادران را بآن مقامِ شریف واصل یافتم ودر عین طواف دیدم واشارہ نمودند کہ جمیع این مصائب را کہ در نظر سخت می نمود آسان کردند در برکات صوری ومعنوی را در این سفر ابداع نمودند فوقع کما قال سلمہ اللہ سبحانہ (۵-ا) علی ما شاہدہ کل شریف ووضیع[6]۔

---

[1] مقاماتِ آنحضرت سے مراد یہاں حضرات القدس ہے۔ جس کے مولف حسنات الحرمین کے مترجم کے والدِ ماجد (مولانا بدرالدین سرہندی) تھے۔ تفصیل مقدمہ میں دیکھیے۔

[2] نسخہ ہا۔ مولفات

[3] مولانا بدرالدین سرہندی کے حالات مقدمہ کتاب میں تحت "مترجم رسالہ وخاندان" ملاحظہ کریں۔

[4] نسخہ ہا۔ بہ خاطر مبارک

[5] نسخہ ا۔ صحو گری [6] نسخہ د۔ وضع

یاقوت

برآنحضرت در توجہات آن ایام چناں کشوف ساختہ بودند کہ بعد از رفتن ایشان بآں مقام شریف ظلمت و بعضی بلایا را در زمین ہند سر خواہند داد، ہمچناں بوقوع آمد کہ بعد از رفتن و گذشتن حضرت[1] ایشان از دریای شور بلیّہ وبا در کمال شدت مشتمل شد۔ خصوصاً در بلدۂ سرہند، چنانچہ سہ صد چہار صد جنازہ ہر روز برآمد و مردم بلدۂ مذکورہ[2] سختیہای عجیبہ کشیدند[3] و تقاتل عام بہ سبب اختلافِ سلطنت و تغیر و تبدل[4] امور عظام روی نمود[5] و قحط مستمر رو داد کہ عالم عالم بہ ہلاک رفتند۔

یاقوت

حضرت ایشان را سلمہ اللہ سبحانہ در ایام سواری جہاز درد مفاصل عارض شدہ بود[6] چنانچہ عادت ایشان برآن رفتہ۔ روزی در اثنا خفتِ مرض بہ مراقبہ طویلہ پرداختند و آثار فرح و سرور بر چہرۂ پر نور آنحضرت ہویدا میشد، بعد ازان رقتی گریہ و شوق رو دادہ (۵ب) مخدوم زادہ ہای کبار حضرت خواجہ محمد نقشبند و خواجہ محمد عبید اللہ سلمہما[7] اللہ سبحانہ

---

[1] نسخہ ا۔ حضرت ندارد [2] نسخہ ا ۰ مذکور

[3] روضۃ القیومیہ میں ہے: بعد رفتن آنحضرت (خواجہ محمد معصوم) از ہند و عبور نمودن از دریائے شور در ہند فتنہا پدید آمدند وبا در کمال شدت بر مردم غلبہ کرد، چنانچہ ہر روز عالمی بسبب وبا از صفحۂ حیات بر تختۂ ممات می افتادند و در شہر سرہند ہزار جنازہ می آمدند و سکنہ سرہند دریں ایام صعوبت بسیار کشیدند...... روضہ ۲/۲۰۵ قلمی

[4] نسخہ ا۔ تبدیل

[5] اختلاف و ضعف امور سیاسی کی تفصیل کتاب ہذا کے مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔

[6] حضرت خواجہ کو مدینہ منورہ سے مکہ شریف جاتے ہوئے پھر یہ مرض لاحق ہوا تھا۔ روضہ ۲/۱۱۸

[7] نسخہ ا۔ سلمہ

بعد از انقضای مجلس از سرکار پرسیدند ساعتی خاموش مانده فرمودند که آنقدر وفور برکات و شمول عنایات الٰہی جل شانہ دریں مرض بر ایں ضعیف ظہور نمودہ کہ چہ بیان آن نماید دوران مراقبہ مطالعہ بشارتی[1] کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ در آخر عمر خویش در حق من فرمودہ بودند می نمودم و آن بشارت متعلق است بہ وصول بحضرت ذات بحت تعالت[2] و تقدست[3] و منوط است بہ[4] ترقی از صفات ثمانیہ حقیقیہ و از حقیقت کعبۂ حسنا و مشروط است بہ قطع مراتب اصول ایں صفات کہ شیون ذاتیہ و مجرد اعتبارات اند، چوں دریں باب غوری کردہ اند نسبت علیہ شرف ظہور فرمودند و اسراری درمیان آمد کہ نمی توان اظہار نمود از راہ علو آن نسبت با وجودِ حصول آن بازگونہ ترددی واقع شد و در حصول صریح بشارت متضرع شدم ندا در دادند کہ تو (۹-۱) در کدام موطن از ما جدائی واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

یاقوت

نیز در ایام سواری جہاز[5] روزی فرمودند کہ حضرت قبلۃ الاولیا مجدد الف ثانی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاسنی دریں روزہا بسیار ظاہر می شوند امشب نمودند کہ حضرت مجدد الف ثانی تشریف آوردہ اند و برادرِ کلانِ ما عارف سبحانی خواجہ محمد صادق[6] ہمراہ اند و فقیر و

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے حضرت خواجہ کے لیے اپنے آخری ایام حیات میں جو بشارات دی تھیں ان کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مکتوبات حضرت مجدد دفتر سوم مکتوب نمبر ۲، ۴۳، ۴۵، ۵۲، ۶۲، ۶۴، ..... ۹، ۱۰۹-۱۱۰ و بامداد اشاریہ مکتوب الیہم۔

[2] نسخہ ہا۔ تعالت: ندارد [3] ایضاً [4] نسخہ ہا۔ بر [5] نسخہ ۱۔ جہاز

[6] حضرت خواجہ محمد صادق بن حضرت مجدد الف ثانی ولادت ۱۰۰۰ھ اور وفات ۹ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ یعنی عین حیاتِ حضرت میں ہوئی حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے تربیت یافتہ تھے، ظاہری علم پوری تحقیق و تدقیق سے حاصل کیا تھا مدرسہ سرہند کے نوجوان مگر اہم اساتذہ میں شمار تھا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

۱- محمد ہاشم کشمی : زبدۃ المقامات - طبع لکھنو ۱۳۰۷ھ ۳۰۰-۳۰۸

←

زبدۃ العارفین مخدومی خواجہ محمد سعید نیز حاضریم، آنحضرت قدس سرہ سہ چادر نشیمن بما ہر سہ برادر عنایت فرمودند، مخدومی خواجہ محمد صادق آن چادر را چنانچہ پیچیدہ بود گرفتہ نزد خود نگاہداشتند و در برنگشیدند[1] و مخدومی مکرمی خواجہ محمد سعید آن را پارہ کشود و پارہ پیچیدہ برکتف خود انداختند و فقیر بتمام کشودہ بپارہ در برکشیدم[2]۔

یاقوت

آن عالی حضرت چوں از مخا[3] بحرم محترم متوجہ گشتند می فرمودند کہ تمام دشت از نشیب و فراز ایں مواضع (۶۰ب) متبرکہ را پُر از انوار نبوی علی مصدرہا الصلوات والتسلیمات والبرکات می یابیم و جمیع اشیا را ایں اماکن را در الف انوار کریمہ گم می بینیم و خود را نیز در لجّ آن بحار مستغرق می فہیم۔

یاقوت

حضرت ایشان دامت برکاتہ در شب جمعہ بیست و سوم شہر شعبان کہ از مراد عہ بہ منی متوجہ شدند و مخدوم زادہ والا گوہر حضرت خواجہ محمد عبید اللہ سلمہ اللہ سبحانہ در یک شق شقدف آنحضرت سوار بودند فرمودند کہ انوار کعبہ حسنا در ایں ایام بسیار ظاہری کردد

۲۔ بدر الدین سرہندی : حضرات القدس۔ لاہور ۱۹۷۱ء ۲/ ۲۲۰-۲۳۳

۳۔ مجدد الف ثانی ، مکتوبات۔ نمبر ۱/ ۲۰، ۲۳۴، ۲۴۰ ان کے نام ہیں اور مکتوبات نمبر ۱/ ۱۵۵، ۱۸۲، ۲۴۶، ۲/ ۱۴، ۱۶ میں ان کا ذکر خیر حضرت مجدد نے فرمایا ہے۔

۴۔ صفر احمد معصومی : مقامات معصومیہ۔ قلمی

۵۔ کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ ۱/ ۲۳۰-۲۸۴ (اردو ترجمہ طبع لاہور)

۶۔ محمد فضل اللہ مجددی قندھاری : عمدۃ المقامات۔ حیدرآباد ۱۳۵۵ھ

[1] نسخۂ ۱: نگرفتند۔

[2] مؤلف روضۃ القیومیہ نے وضاحت کی ہے کہ یہاں چادر اوڑھنے سے مراد منصب ارشاد ہے۔ لکھتے ہیں : مؤلف گوید کہ چادر عبارت از ارشاد است ..... (روضہ ۲/ ۳۰۸۔ قلمی)

[3] بندرگاہ مخا کے بارے میں ملاحظہ ہو حسنات الحرمین اردو ترجمہ کے حواشی۔

و از وقت سواری جهاز تا امروز شرف ظهور دارد و امروز زیاده از روزهای دیگر ظاهر شده و معلوم گردیده[1] که کعبهٔ معظمه از مکان شریف خود منتقل شد بعد از ساعتی مشاهده افتاد که بجانبِ من آمد متبسم کنان با بشاشتِ تمام متمثل به صورت زنی دراز قد سفید پوست که انوار بسیار بر آن می تابد جامہا سرخ (۷-۱) و آن انوار در نماز مغرب هم ظاهر می شد بل تا وقت تکلم موافق این مکاشفه است۔

آنچه عارف کامل شیخ ابن عربی در رسالهٔ (خود) مکالماتی که شیخ را با کعبهٔ حسناء واقع شده است می نویسد که در ایام اقامت مکه شبی مقمره که محمل بارانی هم داشت به طواف بر آمدم چون نزدیک به حجرِ اسود رسیدم و قبل از ان من خود را بر کعبه تفضیل می دادم که حقیقتِ انسانی از حقیقتِ حجری[2] فاضل تر است، آن ست که دیدم که کعبهٔ حسناء متمثل به صورت جاریهٔ خوش روی در نهایت زیبائی[3] که هرگز مثل آن مرئی[4] نه شده است دامن خود را جست بر بسته و حربه در دست گرفته بر من حمله کرد و فرمود؟ م تقدم قدری والله ولا اترکک تطوف بی اگر به حطیم پناه نمی بردم حمله بر من میرسید۔ شیخ قدس سره بعد این حکایت می نویسد فرجعت الی نفسی[5] منه تم کلامه۔

---

[1] نسخهٔ ا - گردید

[2] نسخهٔ ا - هجری (سهو کتابت است)

[3] نسخهٔ ا - پرساس

[4] نسخهٔ ا - مرائی

[5] کمال الدین محمد احسان : روضة القیومیه ۲/ ۳۰۸ - قلمی

فصل دوم

در بیان آنچه (۷، ب) در حرم مکۂ معظمہ زادہا اللہ سُبحانہ شرفاً گشتہ متضمن است بر بیست یواقیت۔

یاقوت

میفرمودند کہ چوں بہ مکۂ مبارکہ درآمدیم و طواف قدوم میکردیم دیدیم کہ جماعتہ از مردان و زنان در غایت حسن و جمال در طواف با ما مشارکت دارند و طواف آن جماعت در نہایت اشتیاق و اتصال است بہ طواف مردم ایں عالم نمی ماند در ہر ساعت بیتِ عتیق را بوسہ می زنند و ہر لحظہ معانقہ می نمایند دیدیم کہ قدمہا آن جماعت از زمین بلند است و سرہای آنہا بآسمان رفتہ است بعدازاں ظاہر شد و مشہود گشت کہ کعبۂ حسنا نیز ہمراہ آن جماعتہ بلند بآسمان رفتہ است بعدازاں ظاہر شد کہ مردان مذکور فرشتگان اند و زنان حُور۔

یاقوت

حضرت ایشان سلمہ اللہ سبحانہ می فرمودند چوں بعزم عرفات برآمدیم و منزل بمِنیٰ گرفتیم برائے نماز در مسجد خیف رفتہ بودیم و دران مسجد قبہ ایست (۸۔ ا) کہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک آن قبہ خیمہ زدہ منزل فرمودہ اند و نیز مقام پیغامبران است ازآن جملہ است موسیٰ و ہارون و ہم دران مسجد منارہ ایست کہ زیرا و قبر حضرت آدم است علی ما وردفی الاخبار و در مسجد مذکور نشستہ بودیم کہ مرور رسُولِ خدا با بہیبت و جلال واقع شد و بوجود شریف آن عنصر لطیف زمین و آسمان منور گشت چنانچہ جمیع اشیاء دران انوار مستغرق شد راوی گوید کہ ایں مرد حضرت

رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم گویا برای مشاہدہ عسکر خدا بودہ ومعاینہ مکان ومکانۃ ایشان وذوق وشوق آنہا صلی اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء وسلم۔

یاقوت

آن عالی حضرت بہ تاریخ یازدہم در ایام تشریق کہ منزل بمنیٰ شدہ بود برای طواف زیارت بہ شہر درآمدند می فرمودند کہ چوں از طواف فارغ شدیم مشہود گشت کہ (۸۰ب) کاغذ اجر وقبولیت حج مسجّل نمودہ بما عنایت کردند، اگرچہ از جمرات بر ما باقی ماندہ بود لیکن باد اہر ارکان[1] گویا حج تمام شدہ بود

یاقوت

حضرت ایشان سلمہ اللہ سبحانہ ودامت برکاتہ در ایام اقامت مکہ معظمہ اکثری بہ طواف مشغول می بودند ایں عبادت را در آن ایام از عبادات دیگر مہم تر می شمردند، می فرمودند کہ امور عجیبہ واشیاء غریبہ مشاہدہ می افتد غالب اوقات می بینم کہ کعبہ حسناء بما معانقہ میکند وباشتیاق تمام تقبیل واستلام[2] واقع میشود ودر روزی ازاں ایام مشہود گشت کہ انوار وبرکات از من ناشی شدہ وبحدی افزوں گشتہ کہ تمام اشیاء را در گرفتہ وفضاء را مملو ساختہ است ودر جنب آن انوار دیگراں متلاشی شدہ۔ پس در حقیقت ایں معاملہ تفکر کردیم بہ ظہور پیوست کہ ما را انخلاعی از خود وتحقق[3] بہ کعبہ حسناء شدہ (۸۱۔ا) است ازان رو ایں ہمہ از من ظاہر شدہ ودیدیم کہ بسیار از روحانیان حاضرند وطواف کعبہ حسناء می نمایند، چنانکہ خدمہ بادشاہان در ہر وقت بخدمت ایشان قیام دارند۔

---

[1] نسخہ ہا۔ باد از بزرگان

[2] نسخہ ا۔ استیلام

[3] نسخہ ہا۔ تحقیق

یاقوت

حضرت ایشان سلمہ اللہ سبحانہ بہ تاریخ سوم محرم الحرام بہ زیارت اہل معلیٰ شدند، می فرمودند کہ این مقبرہ از علو درجہ و کثرت انوار اہل آن از سائر مقابر مستثنیٰ است چوں بر تربت[1] عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ در انجاست رسیدند توقف کردہ فرمودند کہ بحر انوار موج می زند و کمالاتِ صحبت خیر البشر تاباں و درخشان است، بعدازاں بر روضۂ منورہ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رسیدہ با یاران مراقبۂ طویلہ نمودہ فرمودند کہ کلاں تر اُمہات المؤمنین آن قدر بالطاف و عنایات و بہ مواہب و عطیات ظاہر شد کہ تا حال این قسم الطاف (۹ ب) از ہیچکس بہ وقوع نیامدہ بود و یافتہ می شد کہ آنحضرت از کمال اہتمام و کثرت اعتنا کہ بشان من داشتند بیرون سُرادقات احتجاب خود برآمدہ ایستادہ شدہ اند و در صدد انعام و اعطا اند، می فرمایند کہ بہ فلانی فلاں نعمت[2] بدہیدیم کذا ثم کذا بالجملہ بہ عجائب امور و غرائب نعم احسان نمودند و نسبت شریفۂ آنحضرت در نہایت علو و غایت رفعت و اصالت محسوس می شد گویا بہ کمالات نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰت والسلام مخفوف است۔ می فرمودند چوں از فاتحہ فارغ شدیم ام المؤمنین در سُرادقات احتجاب در آمدند گویا ہماں فاتحۂ وداع بودہ است بعدازان ہرچند برای حضور ایشان توجہ کردیم ظاہر نہ شدند بعدازان در محاوطہ کہ در وی مرقد فضیل[3] بن عیاض و سفیان بن عیینہ و بسیاری از اجلای مشائخ است در آمدند و در شان فضیل کلماتِ

---

[1] نسخۂ ہا۔ تربیت

[2] نسخۂ ہا۔ عطیت

[3] حضرت فضیل بن عیاض، متقدمین صوفیہ میں خاص مقام و عظمت کے مالک ہیں ملاحظہ ہو:
سلمی : طبقات الصوفیہ۔ طبع شربیہ ۶-۱۴
اصبہانی : حلیۃ الاولیاء ۸/۸۴

مدحیہ بسیار فرمودند و فرمودند کہ چندی از کبار مشائخ (۱۰-۱) کہ درامت مرحومہ مستثنیٰ اند و شان علیحدہ دارند، فضیل ہم دران جماعت یافتہ می شود بعدہ بر قبر شخصی کہ مستسعد[1] باخذ طریقہ انیقہ در دیارِ ہند از آنحضرت شدہ بود، لکن رجعت بر عقل کوتہ اندیش خود خوردہ بہ جماعت دیگر ملحق گشتہ بود توقف کردہ، فرمودند کہ خلائق محزون ومغموم و سرنگون بہ حالی عجیب ظاہر شد کہ چہ بیان آن کنیم ہر چند توجہ بہ حال او نمودیم اثر انتفاع کمتر محسوس شدہ[2] فرمودند کہ علم الغیب عنداللہ سبحانہ فسعد من سعی الیہ وفاز من التجی لدیہ دامت برکاتہ۔

ابن جوزی : صفۃ الصفوۃ ۲/۲۳۷-۲۴۷

ہجویری : کشف المحجوب، طبع ژوکوفسکی۔ بامداد اشاریہ

۱۰؎ نسخہ و اور نسخہ ۱ میں سفیان بن عتبہ سہو کتابت ہے۔ اصل میں یہ لفظ "عُیَینہ" ہے۔ ان کا پورا نام سفیان بن عیینۃ بن ابی عمران ابو محمد ہے۔ ولادت ۱۰۷ھ اور وفات ۱۹۸ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ ہو:

اصبہانی، ابو نعیم : حلیۃ الاولیاء ۷/۲۷۰-۳۱۸

ابن جوزی : صفۃ الصفوۃ ۲/۲۳۱-۲۳۷

سلمی : طبقات الصوفیہ۔ طبع شربیہ۔ ۹۸ بامداد اشاریہ

انصاری : طبقات الصوفیہ طبع حبیبی۔ بامداد اشاریہ

ہجویری حضرت داتا گنج بخش : کشف المحجوب ۱۲۲-ترجمہ نکلسن ۹۸، ۱۱۸

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ انہیں "حجون" میں دفن کیا گیا (صفۃ ۲/۲۳۷) یاقوت حموی نے وضاحت کی ہے کہ حجون پہاڑ کے قریب اہل مکہ کا قبرستان تھا معجم البلدان ۲/۲۲۵) گویا حضرت خواجہ محمد معصوم زیارت کے لیے مکہ کے مضافات "حجون" میں گئے تھے۔

---

[1] نسخہ ۱۔ مستعد

[2] یہ واقعہ حسن خان افغان کے متعلق نہیں ہے بلکہ وہ تو بخارا میں ارتداد کے جرم میں قتل ہوا تھا (ہدیۃ مجددیہ ۱۰۵) روضۃ القیومیہ کے مولف نے یہاں مبالغہ سے کام لیا ہے کہ جس شخص کی قبر پر

یاقوت

حضرت ایشان دامت برکاتہ بہ زیارت بعضی از مشائخ کہ توطن بہ مکہ معظمہ درزیدہ بود و معرفت و اختصاص تام با آنحضرت و حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ داشتہ رفتند و ساعتی بر قبر او ہمراہ یاران توجہ مراقبہ نمودند بعد از مراجعت فرمودند کہ فلاں بہ حالت عجیبہ ظاہر شد کہ از نہایت خجالت و انفعال (۱۰۔ب) مجال آن نداشت کہ سر بردارد و نظر بجانب ما بہ کند از سبب آن پرسیدہ شد فرمودند کہ آن ہمہ حالت دروی از راہ عدم انقیاد گردید بہ حضرت مجدد الف ثانی است کہ باوجود اطلاع از حقیقت ایشان کہ امام وقت خود بودند از وے بہ وقوع نیامدہ[1]

حضرت خواجہ نے مراقبہ کیا تھا وہ بدستور عذاب میں مبتلا رہا۔ لکھا ہے:

> بعد ازاں بر قبر شخصی کہ در ہند مرید آنحضرت شدہ بود باز شیطان اورا در غلا بندہ از آن جناب مردود شدہ بقوم دیگر پیوستہ فاتحہ خواندہ، فرمودند ہر چند بروی توجہ کردیم اما ہیچ اثر نہ شد ہمچناں معذب و سرنگوں بود۔ (روضہ ۲/۳۱۱ قلمی)

حالانکہ روضہ کا ماخذ حسنات الحرمین ہی ہے۔ حضرت خواجہ نے اپنے ایک مکتوب میں مکہ مکرمہ میں میر منصور کی قبر پر جانے اور ان کے تاسف و ندامت کے ساتھ ظاہر ہونے کا مکاشفہ لکھا ہے لیکن یہ مکتوب ۱۰۵۰ھ کا لکھا ہے۔ ممکن ہے مکتوب کے کوئی جملے آپ کے سفر حج ۱۰۶۸ھ سے متعلق ہوں (فقط قیاس)

[1] ممکن ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت شیخ آدم بنوڑی کو دو متحارب شخصیات تصور کرنے والے مؤلفین اس یاقوت کے مکاشفہ کو حضرت بنوڑی سے منسوب کریں لیکن حقیقتِ حال بہت ہی واضح ہے کہ یہ اس شخص کی قبر پر مراقبہ کا ذکر ہے جو حضرت مجدد سے منحرف ہو گیا تھا۔ روضۃ القیومیہ میں ہے:

> حضرت امام معصوم بر قبر شخصی کہ از ہند رفتہ توطن بہ عرب کردہ بود اختصاص تام بہ حضرت مجدد الف ثانی داشت، اما حضرت قیوم اول امور خلاف شرع وی از ہند اخراج کردہ بودند، رفتہ، فاتحہ ہمراہ یاران خواندہ، فرمودند فلاں بحالت عجب ظاہر شد از نہایت خجالت و انفعال مجال نداشت کہ سر بردارد و نظر جانب ما کند از سبب آن پرسیدم گفت ایں حالت بہ واسطہ عدم گردید حضرت مجدد الف ثانی است۔" (روضہ ۲/۳۱۱ قلمی)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی جو مخالفت آپ کی زندگی میں ہوتی اس کی تفصیل کے لیے مولانا وکیل احمد سکندر پوری کی ہدیہ مجددیہ کا تحقیقی مقدمہ ملاحظہ کریں۔

یاقوت

چوں در کلام حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ در تحقیق حقیقت کعبہ حسنا۔ عبارات مختلفہ واقع شدہ است[1] حضرت ایشان دامت برکاتہ ہموارہ در تطبیق آن می کوشیدند و جمع آن می خواستند و ملتجی ظہور حقیقت ایں معنی از عالم غیب می بودند و طالبان یقین کہ پیرامون دامن ہدایت آنحضرت می گشتند نیز مترصد استماع ایں معارف سامیہ می بودند تا روزی در ایام اقامت مکہ معظمہ منبسط و خوش وقت بودند و در خلوت با مخدوم زادہای کبار عالی تبار افادہ نمودند کہ چوں دریں باب غوری نمودیم ایں حقیقت الجوبہ نقش را باصل الاصل یافتیم (۱۱۔ ا) و برجمیع حقائق فائق دیدیم و محسوس گشت کہ حقائق جمیع اشیاء بوی سجدہ می کنند و ہمہ مراتب متعلقہ مقام عبودیت حتیٰ النبوۃ والرسالۃ ازاں ذروہ علیا متنزل است تا ہر جا اثری از امکان و شائبہ عابدیت[2] است ازاں حقیقت پایان است و مقام عبودیت ہماں حقیقت منتہی شدہ است و ماوراء آن حقیقت معبودیت صرف است، پس ناچار از حقائق ملکی و بشری باشد چہ آن حقیقت فی الحقیقت مجرد اعتباری است بر ذات بحت تعالیٰ

---

[1] حقیقت کعبہ کی تفصیل اور مکاشفات حضرت مجدد کے لیے ملاحظہ ہو:
مکتوبات ۱۲۴/۳ ، مبداء و معاد۔ نمبر ۴۸
محمد سعید بن حضرت مجدد : مکتوبات ۶۸ ۲۷-۱۲۹
بدرالدین سرہندی : حضرات القدس ۱۲۶/۲ ۔ اردو ترجمہ ۹۹/۲
غلام علی دہلوی شاہ : رسائل سبعہ سیارہ ۵۰
ہم نے احوال و آثار عبداللہ خویشگی ۱۵۱-۱۵۲ میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔ نیز اس موضوع پر چونکہ اس سنہ (۱۰۶۸ھ) میں بہت پُر زور مباحث ہوتے تھے اس لیے ہم نے کتاب ہذا کے مقدمہ میں مستقل عنوان کے تحت مواد کو یکجا کر دیا ہے۔

[2] نسخہ ا ۔ عادیت

و تقدس می تواں گفت کہ اول نوری کہ بر ذات اعتبار نمودہ آید ہمیں حقیقت بلکہ ایں حقیقت
کنایت از سُرادقات عظمت کہ حجاب ذات شدہ است بہ آن معنی کہ سُرادقات
زایدہ است بر ذات تعالیٰ بلکہ بآن معنی کہ عظمتِ ذاتیہ لازمہ کبریائی اوست تعالیٰ و
تقدس حجاب او شدہ است تحقیقتہا لیست الاصرف اعتبار علیٰ ذات المقدس
(حجاب او شدہ است تحقیقتہا[1]) المعلی (ا ا ب)، ہذا باز در نظر ثانی و تعمق فکر سری
دقیق منکشف گشت و آن است کہ معلوم ساختند کہ حقیقتِ کعبہ حسنا را با ایں ہمہ
قرب و منزلت کہ بیان نمودہ شد ترقی و عبوری در ماورا آن سُرادقات کہ این حقیقت
عبارت از آنہا بودہ نیست چہ ترقی و عروج خاصہ انسان ست ہیچ احدی دریں امر
بادی شرکت ندارد پس ناچار کعبہ را از ماورا حقیقت خود نصیبی نہ باشد و محسوس گشت
کہ کمل افراد انسانی را سیما الحبیب والخلیل والکلیم علیہم و علی الیہم الصلوات التسلیمات
ہر چند احیا طبعی آنہا پایان تر از حقیقتِ کعبہ حسنا است بہ طریق ترقی و عروج گذری
و نصیبی از ماورا آن سُرادقات عظمت ثابت است۔ پس کعبہ مکرمہ ہر چند باعتبار
مقام اصلی تفوق بر جمیع حقائق افراد عالم دارد اما بہ واسطہ ترقی و عروج کہ خاصہ
انسان ست بعض کمل افراد را تحقق بما فوق آن حقیقت میسر است (۱۲-ا) و ازیں
رو کعبہ از انوار آنہا مستمد است و نیز در کعبہ و بعضی کمل افراد بشر فرقی دیگر واضح شد
باعتبار مکان و مکانۃ و بعضی از روحانیات از ملک و غیر آن ہر چند فوق بشرند، در
امری کہ مناسب مکان ست اما منزلت و مکانۃ کہ مدار فضل است مر بشر را معلوم
گشت چنانچہ در عالم مجاز کہ قنطرۂ حقیقت است مشاہد می افتد کہ ہر چند غلمان و خدام سلاطین
از وزرا، قرب مکان دارند اما منزلتی کہ وزرا راست غلمان را ازاں نصیب نیست[2]۔

---

[1] حجاب ...... تحقیقتہا۔ در نسخہ ا۔ ندارد

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مقدمہ کتاب ہذا تحت عنوان "حقیقت کعبہ اور علمائے حرمین"۔

یاقوت

حضرت ایشان را دامت برکاته دخول بیتِ عتیق در اوّل مرتبه در روز عاشورا میسر شد، می فرمودند که درون بیت شریف آن قسم اسرار غریبه و مطالب عجیبه معائن گشت که با اثری از آن از خارج محسوس نبود چنانچه در عالم مجاز فرق در اندرون و بیرون خانہا، بادشاہاں می باشد (۱۲ ب) بدیہی است که خلوت خاص و مجلس مخصوص تعلق به درون دارد و در خارج جز انموذج امری نه۔

یاقوت

مخدوم زاده عالی درجه حضرت خواجه محمد نقشبند سلمہ اللہ سبحانہ نقل کردند که آن عالی حضرت در ایام اقامت مکۂ معظمہ برای دفع مرض برادر کلان خود قدوۃ المحققین، زبدۃ العارفین حضرت خواجه محمد سعید قدس سرہ که دراں ایام آنحضرت را مرض صعب رو داده بود[1] توجه گماشتند و به تضرع و التجا دست مبارک به دعا بر داشتند می فرمودند دراں ہنگام مشہود گردید که آنچه در عرصۂ امکان است در خشوع و بر داشتن دستہا موافقت ما در زیده و ہزاران ہزار دستہا از اقسام مخلوقات به تبعیت این مسکین نموده بلکه جمیع حقائق اسما و صفات الٰہیه جل شانہا و اصول و ظلال آنہا در حصول مراد با مشارکت[2] دارند الی ان انتہت الی الذات (۱۳- ا) البحت تعالت و تقدست تا اثرِ قبول ظاہر شد و ایشان صحت یافتند۔

یاقوت

حضرت ایشان دامت برکاته می فرمودند روزی طواف می کردیم که کعبۂ حسناء با ما معانقه کرد و به شوق عجیب سخت در بر گرفت۔

---

[1] حضرت خواجہ محمد سعید کے مرض صعب کی تفصیل کے لیے دیکھئے لطائف المدینہ قلمی

[2] نسخہ ۔ ہا ۔ مشارک

یاقوت

مخدوم زادہ گرامی مرتبت خواجہ محمد سیف الدین سلمہ اللہ سبحانہ نقل کردند کہ آن عالی حضرت درشبی از شبہا بعد فراغ از طواف متابل رکن یمانی درمحلی کہ سرور انبیاء در انجا نماز خواندہ اند اشتغال بہ نماز وتر داشتندی فرمودند کہ محسوس گشت جمعی کثیر از ملائکہ نزدیک رکن یمانی حاضرند موید این معنی است آنچہ در حدیث نبوی علی مصدرہا الصلوات والتسلیمات آمدہ کہ ہفتاد ہزار فرشتہ نزدیک رکن یمانی حاضر می باشد و معاینہ شد کہ آن جماعۃ از مکان خودہا انتقال نمودہ گرداگرد من جمع شدہ اند (۱۳ ب) و در دستہا دوات وقلم دارند چیزی از حقیقتِ معاملہ من نوشتہ رفتند۔

یاقوت

می فرمودند کہ سحر شب پنجشنبہ برای حصول بعضی کمالات تضرع والتجا داشتیم بعد از ساعتی ازاں تضرع باز آمدیم و گفتیم باللعبد والارادت بہ مجرد خطور این خطرہ انشراح سینہ و بسط عظیم رو داد بعد از نماز بامداد بہ حلقہ ذکر اشتغال داشتیم دیدیم کہ خلعت عالی ما را عنایت کردہ اند آنگاہ متوجہ گشتم کہ این کدام خلعت است؟ معلوم ساختند کہ این خلعت عبودیت است الحمد للہ علی ذلک۔

یاقوت

حضرت ایشان دامت برکاتہ روزی در مصلای مالکی در حلقہ ذکر نشستہ بودند و استغراق و توجہ و مراقبہ داشتند بعد از فراغ حلقہ فرمودند کہ امروز در مجلس سکوت خلعت ارشاد در کمال علوشان در بر خود دیدیم و آن قدر خود را بہ مرتبہ ارشاد (۱۴-ا) مناسب یافتیم کہ زیادہ بر آن متصور نہ باشد[1] مقتضای وقت و قرب قیامت ظہور آن را کما ہو

---

[1] گیارہ ربیع الاول کو چاہ زمزم کے قریب کشف ہوا کہ "تمہیں محض خلقت کے ارشاد کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔" (روضۃ القیومیہ ۲/۹۸ - اُردو ترجمہ)

برنمی تابد و نیز درین مجلس سکوت محسوس گشت که ما را دوات و قلم عنایت کردند چنانچه برای منصب وزارت می دہند پس ناچار دفاتر عالم ملک و ملکوت از احکام ظاہرہ و باطنہ آنہا با آنحضرت مفوض باشد و ایشان مرجع و ملاذ عالم باشند و تجویز و تصحیح امور با آنحضرت مسلم بود۔

یاقوت

آن عالی حضرت چوں بار دیگر داخل بیت شریف گشتند فرمودند کہ درون بیت شریف آن قدر اسرار خفیہ بہ ظہور پیوست کہ اصلا در خارج مثل آن محسوس (نہ) گشت و ما را بآنجا خلعتِ خاصہ سبز رنگ مرحمت فرمودند۔

یاقوت

می فرمودند کہ حضور و طواف روحانیان گرد اگرد بیت شریف می بینم و اکثری حضرت مجدّد الف ثانی را (۱۴ ب) قدس سرہ و ہم برادر اکبر عالم ربّانی عارف سبحانی شیخ محمد صادق را ہمراہ روحانیان طائف می یابیم و نیز حضور و طواف بعضی انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات مشاہدہ می افتد لیکن ایں طواف طواف تکلیف نیست بلکہ از راہ شوق است ۔ چنانچہ در حدیث نبوی علی مصدرہا الصلوات والتسلیمات آمدہ کہ چوں آن سرور انبیاءؑ را در شب معراج بر قبر حضرت موسیٰ گزر واقع شد، دیدند کہ حضرت موسیٰ در قبر نماز می خوانند[1] صلی اللہ علی نبینا و علیٰ آلہم و سائر الصالحین۔

یاقوت

بتاریخ ہفتم شہر صفر در ایام اقامت مکہ معظمہ بعد فراغ از ارکان حج آنحضرت عالی منزلت در منزل خود کہ میان باب ابراہیم و باب وداع بیرون مسجد واقع است نشستہ بودند و مخدوم زادہ ہای بلند درجات در خدمت سامی حاضر بودند (۱۵-الف) کہ آنحضرت کلمات عالیہ در تحقیق فنا۔ اتم و انخلاع از

---

[1] صحیح مسلم میں یہ حدیث اس طرح ہے: مَرَرْتُ عَلٰی مُوسٰی لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَھُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ (مسلم ۲۶۸/۲ باب من فضائل موسیٰ) دیگر مراجع کیلئے دیکھئے: معجم المفہرس لالفاظ الحدیث ۵/۴۲

معالم[1] انتقار[2] شرک خفی القاموزند در اثنا ایں افادہ از حضرت امام ہمام قبلۃ الاولیاء
حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نقل کردند کہ آنحضرت روزی بہ تقریبی از عارف کامل
شیخ محی الدین العربی حکایت کردند کہ شیخ قدس سرہ در تاویل آیہ کریمہ وان من شئ
الایسبح بحمدہ[3] می نویسد کہ می تواند کہ ضمیر بحمدہ راجع بہ شی باشد یعنی ہیچ چیز نیست مگر
تسبیح بحمد خود می کند[4] یعنی از آن رو کہ وی از دقائق شرک خفی بتمام نہ برآمدہ است و نفس
وی[5] درمیان است تسبیح لائق جناب قدس خداوندی جل شانہ نیست و بآنجناب مقدس
نمیرسد بلکہ بوی عائد می گردد، حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ایں معرفت را پسندند و
فرمودند کہ دریں وقت کہ نظر (۱۵ ب) کشفی را سر میدہم در تمام عالم ہیچ کس را نمی یابیم
کہ دائرہ نفی و انتفاء را تمام کردہ باشد و بہ تمام و کمال از دقائق شرک خفی برآمدہ بود و
محسوس می کردم ہر کہ دریں وقت بہ ذکر الٰہی جل شانہ مشتغل است و کلمہ توحید میگوید،

---

[1] نسخہ ا ۔ ازین عالم .
[2] نسخہ ا ۔ انتفاء ۔ ندارد
[3] القرآن ۱۷/۴۴
[4] شیخ اکبر ابن عربی نے فصوص الحکم کی فص ۲۷ حکمۃ فردیہ فی کلمۃ محمدیہ میں اس موضوع پر لکھا ہے فرماتے ہیں : "وان من شئ الا یسبح بحمدہ" أي بحمد ذلک الشئ فالضمير الذى فی قوله "بحمده" يعود على الشئ
(فصوص ۔ طبع عفیفی ۲۲۶)
عصر حاضر میں "ماہر ابن عربی" ابو العلاء العفیفی نے فصوص کے تعلیقات میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر کے سلسلہ میں شیخ اکبر ابن عربی کی اس تاویل کو جرأت غریبہ قرار دیا ہے : هذا جرأة غريبة فى فهم القرآن ۔ (فصوص ۔ تعلیقات عفیفی ۳۲۵)
مولانا جامی نے اس مقام کی مزید تشریح کی ہے تفصیل کے لیے دیکھئے :
جامی : نقد النصوص فی شرح نقش الفصوص ۔ طبع ولیم چیٹیک (CHITTICK)
تہران ۱۹۷۷ء ۵۶ (از افادات جناب مرزا غلام قادر مدظلہ)
[5] نسخہ ا ۔ وی ۔ ندارد

چوں قایل از تنگنای شرک نه برآمده است اثبات او به معبود حقیقی عز شانه نمی رسد بلکه بر نفس قایل عاید میگردد و حاصل در حق وی از کلمه طیبه لااله الاالله انا می شود فرمودند اگر خود را ازین حکم مستثنیٰ می یابیم و بکرم و عنایت الٰہی جل شانه می بینیم که اثبات که از من واقع می شود به جناب قدس حضرت وہاب جل شانه میرسد و لایق آن مرتبه علیا است بعد از اتمام این نقل حضرت ایشان دامت برکاته فرمودند لله سبحانه الحمد لله والمنة که حضرت حق سبحانه و تعالیٰ از کمال رافت و کرم خویش آن مقام را به تمام رحمت فرموده (۱۶-الف) و شریک آنحضرت قدس سره گردانیده و محسوس میگردد که در ہیچ مرتبه از مراتب وجود و لطائف خلق و امر بوی از شرک نمانده است به ذکر نفسه به نفسه این جا متحقق گشته و چوں مقام نفی تمام و کمال منتہی شد حظ وافر و نصیب کامل از مرتبه اثبات به حصول انجامید درین وقت عارف از مخلصان به فتح لام می گردد و چوں ذات و صفات او ہمه برای او سبحانه شد در ہیچ عمل محتاج به تصحیح نیست نباشد چه نیت در محل است متعین و محتاج نیت نیست درین وقت ہیچ آرزوی در خود نمی یابد وی و لطائف وی ازین است برگشته است بعد ازاں آن عالی حضرت متعالی مرتبت فرمودند که شاہد برایں مدعا آنکه روزی در مسجد حرام قریب باب الوداع به ذکر کلمه طیبه مشغول بودم بعد ازاں ذکر لسانی را گذاشته به مراقبه پرداختیم محسوس گردید که کعبه حسنا از مقام خود منتقل شده به صورت (۱۶-ب) و حقیقت خود متوجه من گردید در آن وقت چناں می یافتیم که ہیچ اثری ازان در آن مقام نمانده حتی الجدران والسقف و باظہار لطافت و محاسن خود آمده مرا درکنار گرفت در آن با مراقبه ذکر لسانی را ہم قرین ساختمؔ[1] دیدم که ہر وقت که من کلمه طیبه می گفتم مرا تقبیل می فرمود و چوں کعبه حسنا ناشی از مقام اصل الاصل است پس تا اثبات کلمه

---

[1] نسخه ہا - کردم

مبارکہ کہ بآں مقام واصل نہ شود مقبول آن درگاہ نیفتد از مشاہدہ این امر امید کلی
بر حصول آن مقام عالی شان دست داد۔

یاقوت

حضرات مخدوم زادہای کبار نقل کردند کہ آن عالی حضرت را در نصف[1] شہر شعبان
دخول بیتِ معظم میسر گشت و ایام وداع از حرم محترم نزدیک رسیدہ بود می فرمودند کہ
الطاف عظیمہ و عطایای فخیمہ مرحمت شد و نیز منکشف گردید کہ خلعت عالی (۱۷-ا) سبز
رنگ مکلل بہ جواہر عنایت کردند معلوم شد کہ این خلعت خلعتِ وداع است پس از آن
برای حصول وداع و عنایات در حق فرزندان خویش کہ درین سفر رفیق بودند متوجہ گشتم
دیدیم کہ ہمہ آن ہا را خلعتی جُدا جُدا عنایت شد الحمد للہ علی ذلک، و فرمودند کہ حضرت ابراہیم
را علی نبینا و علیہ السلام در مقام و نزدیک آن ظہور و مناسبت غریب ہست[۲] لہذا آن مقام
از اسرار خُلت[۲] ہموارہ مملوی نماید۔

یاقوت

حضرت ایشان دامت برکاتہ بتاریخ یازدہم شہر ربیع الاول کہ شب مولود[۳] آنحضرت
علیہ و آلہ الف الف صلوٰۃ و سلام می فرمودند کہ امروز نزدیک ملتزم در اشتغال بامر ارشاد
و ترک آن ملتجی و متضرع بودیم کہ کدام مرضی حق جل شانہ باشد پس اشتغال این امر
جلیل القدر ما مور ساختند و تمام رضا و کمال اہتمام (۱۷ ب) در آن ظاہر گشت و ہیچ
گونہ رضا در ترک آن مفہوم نہ شد۔

یاقوت

آن عالی حضرت بعد از مراجعتِ مکہ معظمہ چوں بہ جدہ رسیدند می فرمودند کہ

---

[1] نسخۂ ا۔ منتصف [2] نسخۂ ا۔ خلعت
[3] یہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں۔

انوار و اسرار در خارج حرم شریف زیادہ ازاں کہ در اندرون ظاہر بے نظر می در آمد چہ در حضور از غلبہ اشعہ انوار نظر بدان راہ نیست و درک پیرامون آن نمی گردد در ہنگام قلب انوار نزدیک بہ فہم و ادراک می آید۔

یاقوت

حضرت ایشان سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہ بتاریخ روز شنبہ ہژدہم رجب المرجب در مکہ مشرفہ وقت معاودت از طیبہ مبارکہ در مصلای مالکی در حلقۂ ذکر با یاران مجلس مراقبہ و سکوت داشتند می فرمودند کہ در آن مجلس غیبتی در ربود گویا شخصی مرا از ورود عنایات عظیمہ و عطایای فخیمہ از حضرت الٰہی جل شانہ آگاہ می سازد و اطلاع می بخشد دیدم کہ لباس فاخرہ خلعت جلیل القدر (۱۸۱) کہ از کثرت ضیا و شعشعان انوار بہ ہیچ صورت نمی شود بلکہ نور صرف بہ نظر می در آید مرا پوشانیدند بعدہ ازاں بقعہ برخاستہ خارج مسجد دراز کشیدم و خلعت مذکورہ را در بر خود می یافتم باز غیبت دست داد درین اثنا ندا در دادند کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیں لباس نامناسب آن می پوشد، چنانچہ در حدیث قدسی الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری[1] باید دانست کہ ایں قسم معاملات داخل اسرار است و از ظاہر مصروف۔

---

[2] نسخہ ا۔ مولد۔ صوفیاء کرام کے ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے یوم ولادت پر خصوصی اہتمام کا ذکر بکثرت ملتا ہے۔ سلسلہ مجددیہ کے کئی حضرات نے اپنی تحریرات میں اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے۔ دیکھیے حضرت شاہ احمد سعید مجددی کا رسالہ "اثبات المولد والقیام" مرتبہ محمد اقبال مجددی۔ طبع خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی پاکستان۔

[1] ابو داؤد (لباس ۲۵)، ابن ماجہ (زہد ۱۶)، مسند امام احمد بن حنبل ۲/۲۴۸، ۴۱۴، ۴۲۷، ۴۴۲ بحوالہ المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی ۴/۲۷۹

فصل سوم

در ذکر مکاشفات و ملهمات آنحضرت که در مدینهٔ رسول علیه و علی آله الف الف صلوٰة و سلام و در ہنگام رجوع از طیبهٔ مبارکه پیوسته است الی ان وصل المکة المعظمہ۔

متضمن است بر بیست و شش یواقیت

یاقوت

حضرت ایشان دامت برکاته در راه مدینهٔ منوره تجسس تمام (۱۸۔ب) در دریافت آثار و مشاہد[۱] متبرکه چه آثار و چه مساجد نبوی علی صاحبها الصلوٰت والسلام والتحیة میکردند مهما امکن خود را بدان موضع میرسانیدند و ہمچناں در وصول بمزارات صحابه رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین کوشش بلیغ می نمودند الا ان یشاء ربی شیاً۔ چوں از وادی بدر به صفراء رسیدند از راه انحراف ورزیده به زیارت عبیده بن حارث[۲] که از شهداء بدراست و در بدر مجروح گشته در صفراء آسوده است متوجه شدند ساعتی بر قبر شریف وہمراه یاران به مراقبه پرداختند بعد ازاں به قافله رسیده فرمودند که بر قبر او رضی الله تعالیٰ عنه توجه کردیم[۳] نیافتیم بعد از ساعتی با کمال ابهت و مرتبت ظاہر شد و به جانب ما آمد و با بشاشت تمام ملاقات کرد و ساعتی جلسه نموده به شتابی رجوع کرد گو یا در امری مشغول بوده به اکرام ضیف آمده باز ہماں (۱۹۔ا) امر رو آورد و چوں به مدینهٔ معطره نزدیک رسیدند در آن شب

---

[۱] نسخهٔ ا۔ مشاہده ۔ شیخ عبدالحق محدث نے جذب القلوب میں جابجا لفظ مشاہد استعمال کیا ہے ۱۶۰ بعد)

[۲] نسخهٔ ا ۔ عبیدة الحارث [۳] نسخهٔ ا ۔ متوجه شویم

از کثرت شوق در شدت ظہور تشعشان انوار غالباً بیدار[1] مانند سحرگاہ بہ مدینہ رسول علیہ وعلی آلہ الف الف صلوٰۃ وسلام درآمدہ آداب زیارت روضہ منورہ ومسجد شریف بجا آوردند از روضہ معطرہ شریفہ کمال الطاف وعنایات وتفقدِ احوال وانعام عطایا ظاہر گردید وبعد از سہ چہار روز بعضی مردم از اہل مدینہ منورہ خواستند کہ داخل طریقہ[2] آنحضرت شوند ایشان از کمال ادب دریں امور جلیل القدر از خدمتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذن خواستند ومواجہ کریمہ ایستادہ مراقبہ نمودند، تمام رضا بہ اشتغال این امر جلیل القدر وکمال اہتمام بآن ظاہر گشت چنانچہ در کعبہ حسنا. بہ ظہور پیوستہ بود و خلعتِ ارشاد در غایۃ علو[3] از جناب مقدس مطہر علیہ وعلی آلہ (۲۰۱) الف الف صلوٰۃ وسلام عنایت شد ونیز انوار وعنایات حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وقرب متحلی بودن ایشان بہ کمالات سرور انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰت والبرکات ظاہر گردید ودر اکثر اوقات از توارد ظہور انوار در مشاہد، وآثار خصوصاً در مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوات والتحیۃ خاصہ در مواجہہ شریفہ نزدیک اسطوانہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ در ایں مواضع اسرار مکنونہ بہ کمال ظہور موج می زد بیان می فرمودند وہم کمالات حضرت امام اجل مجدد الف ثانی قدس سرہ ومرتبہ آنحضرت در محال مزبورہ معلوم گردید، بعد ازاں بہ مزارات بقیع رفتند عنایات والطاف امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومہربانیہای اہل بیت وامہات ومومنان[4] ظاہر گشت سیما کمالات صدیقہ

---

[1] نسخہ ۱۰ - مدار

[2] حضرت خواجہ کے سفر حج اختیار کرنے سے پہلے بھی بعض علمائے حرمین سے روابط تھے اور کئی ذی علم حضرات سلسلہ نقشبندیہ میں آپ سے ارادت کے خواہاں تھے شیخ محمد مراد شامی، شیخ عبداللہ حجازی، شیخ حسین خلوتی رومی مدنی، سید زین العابدین اور شیخ محمد بن محمد عامری تہامی وغیرہ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے، ہم نے مقدمہ میں قدرے تفصیل سے اس موضوع پر لکھا ہے۔

[3] نسخہ ۱۰ - علوی [4] نسخہ ۱۰ - مومنین

حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۲۰-ب) زیادہ ازان کہ درعدد حدود آید ظہور می نمود، می فرمودند
کہ اگر چہ مدفن صدیقہ در بقیع است اما ازان رو کہ حجرۂ شریفہ خانہ ویست اکثر اوقات
ان ام المومنین را در حجرۂ شریفہ نبوی می یابیم و مسجد شریف را بانوار وی رضی اللہ تعالیٰ
عنہا مملو می بینم، می فرمودند کہ آن قدر الطاف از عائشہ صدیقہ در بارۂ خویش مشاہدہ کردہ ام
و اہتمام از وی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہ حال خود یافتہ کہ چہ گویم و از جملہ امداد و اعانت کہ از
حضرت صدیقہ نسبت بہ حضرت ایشان سلمہ اللہ سبحانہ ظہور یافتہ آن ست کہ حضرت ایشان در
یکسو چیزی بہ توسل حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بہ حضرت خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
والتحیۃ، شفاعت درخواستند و چون اثر شفاعت زود تر بہ ظہور پیوست و دران سری
خواہد بود توسل بہ صدیقہ (۲۰-ب) حبیبہ جستند ایشان بہ مجرد التماس خود را بہ جناب مطہر
رسول اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوٰۃ والسلام بہ شتابی تمام رسانید و خود را در کنار
آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام انداخت و لوازم محبت و آثار موانست درمیان آمد و
التماس حضرت ایشان را از جناب مقدس نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والبرکات بہ
شتابی فرا گرفت و آنچہ می خواستند ازان درگاہ معلی حاصل کنانید رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

و نیز کمالات حضرت فاطمہ زہرا علیٰ ابیہا و علیہا السلام در شب مولد آنحضرت
ظاہر شد و اجتماع عظیم و سرور فخیم از اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین درون حجرۂ
شریفہ معاین گشت۔

یاقوت

از جملہ عنایات الٰہی جل شانہ آنکہ حضرت ایشان را با جمعی کثیر از اصحاب دخول حجرۂ
مطہرہ مقصورۂ منورہ میسر گشت چون بآن مقام عالی درآمدند (۲۱-۱) رقتی و فرد رفتگی
عظیم بر آنحضرت و اصحاب وارد شد مدتی بہ مراقبہ ایستادہ ماندند و بانکسار تمام سر و رُوی
را درون پردہ خاص و حجاب مخصوص درآوردہ بآن خاک پاک مالیدند و آن را شرف و

معراج خود دانستند بعد ازاں از آن مقام عالی برآمده ساعتی در روضہ حضرت فاطمہ زہرا کہ متصل حجرۂ شریفہ است ایستادند می فرمودند کہ چوں بآن مقام رسیدیم محسوس گشت کہ خلعت عالیہ در غایت رفعت ونہایت ابہت معمولہ از ذہب وفضہ مکللہ بہ جواہر ویواقیت از جناب عالی حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلی آلہ الف الف صلوٰۃ والسلام بایں کمترین مرحمت شدہ می فرمودند ہر چند از حضرت روضہ منورہ دور تر می گشتیم ضیا وانوار آن خلعت زیادہ تر می شد گوئیا در وقت قرب نسبت بہ انوار کریمہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰت والبرکات (۲۱ ب) مستور ومغلوب بودہ فافہم۔

یاقوت

روزی در ایام اقامت مدینہ منورہ شخصی از اصحاب آن عالی حضرت متعالی منزلت در خدمت عالی ایشان احوال ومقامات بعضی عزیزان آن وقت را بیان نمود بہ خاطر مبارک از راہ غیرت خطرہ گزشتہ باشد برای مقایسہ نسبتہا متوجہ شدند نسبت شریف آنحضرت متجلی شد وتمام عالم از انوار آن ممتلی گشت وقرب خاص ومنزلتِ مخصوص کہ آنحضرت را بہ جناب مقدس معلی است عز شانہ وبآن ممتاز ند شرف ظہور فرمود ونسبت افرادِ عالم و افتقار واحتیاج آنہا بایں عارف کامل مبرہن شد ومحسوس گشت کہ آنحضرت ہر گز عالم وامام وقت اند وافراد عالم ہمہ گرداگرد آنحضرت صفوف بستہ منتظر فیوض از آنحضرت شد در آن اثنا را القا نمودند کہ صاحب ایں دولت را میرسد کہ بر کسی غیرت نماید۔

یاقوت

روزی (۲۲-۱) آنحضرت نماز عشاء را بہ جماعت شافعی ادا نمودند، می فرمودند کہ امام اجل محی السنۃ محمد بن ادریس الشافعی[۱] آمدہ باکمال بشاشت وسرور بما ملاقی شد گوئیا

---

[۱] ابو عبداللہ محمد بن ادریس (۱۵۰-۲۰۴ھ/۷۶۷-۸۱۹ء) ائمہ اربعہ میں سے تھے۔ "فقہ شافعی" کے مؤسس ہیں۔ بدر عالم میرٹھی: ترجمان السنۃ ۱/۲۴۵-۲۴۶ مع مراجع دیگر

اظہار انفراح ازیں موافقت نمود۔

یاقوت

واز مواہب عالیہ کہ آنحضرت بآن ممتاز کر۔ند آنکہ آنحضرت سلمہ اللہ سبحانہ باجمعی از اصحاب در مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوات والسلام باعتکاف دو روز و یک شب ماذون گشتند چوں از نماز عشا فراغ یافتند وہر شریف و وضیع را از مسجد برآوردند چنانچہ درآں لقعہ شریفہ معمول است خلوتِ خاص حاصل شد حضرت ایشان در مواجہہ شریفہ آمدہ مدتی مدید بہ مراقبہ پرداختند وہمچنیں در آخر شب وقت تہجد نیز آمدہ مراقب نشستند، می فرمودند کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات از کمال بندہ نوازی (۲۲ ب) و نہایت کرم از حجرہ خاص و حجاب مخصوص برآمدہ بر ما نزول فرمودند وآن قدر ما را تشرف[1] بہ آنجناب معلی حاصل شد کہ بہ ہیچ چیز مثل آن بظہور نیافتہ بود، ہمچنیں وقت تہجد محسوس گشت کہ آنحضرت علیہ وعلی آلہ الف الف صلوٰۃ والسلام از مقصورہ منورہ برآمدند واز کمال عنایت وتلطف این کمترین را در برکشیدند وایں حقیر را الحاق خاص بہ حقیقت او علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ میسر گشت والحمد للہ علی ذلک۔

یاقوت

در اوائل جمادی الاولیٰ چوں بہ زیارت بقیع رفتند نسبت علیہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ در کمال علو ونہایت لطافت متجلی گشت وکثرت عنایات و وفور الطاف حضرت عباس وکمال اہتمام آنحضرت بہ حال ایشان ہویدا گردید وہمچنیں الطاف حضرت عباس محسوس شد[2]۔

چوں بہ زیارت حضرت فاطمہ[3] زہرا رضی اللہ تعالیٰ (۲۳-۱) عنہا رسیدند، تلاطم

---

[1] نسخہ ا۔ مارا آنقدر مشرف بآنجناب [2] نسخہ ا۔ گشت

[3] حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مرقد مبارک کی تفصیل کے لیے دیکھیے جذب القلوب ۱۷۳-۱۷۴

امواج نسبت علیہ آنحضرت معلوم گردید وکرم و تلطف بے شمار از آنحضرت فہمیدند و دریافتند[1] کہ آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایشان را بہ خودی کشند گویا میگویند کہ تو از ان مای و مہمان مای گفتند کہ قبل ازیں معاملہ خود را بہ صدیقہ حبیبہ مایل تر می یافتم از جہت کثرت عنایات او رضی اللہ تعالیٰ عنہا، چوں از بقیع برگشتہ بہ مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام رسیدم و در بحار نسبت فاطمہ زہرا استغرقم نسبت علیہ صدیقہ حبیبہ شرف ظہور فرمود و علیہ رو آورد باوجود تحقیق و استہلاک و حالت متقدمہ در نسبت شریف صدیقہ حبیبہ نیز استغراقی پدید آمد بعد ازان در ہماں مقام ہر یکی ازیں ہر دو بزرگ بہ نفس نفیس خودہا ظہور نمودند و مرا بہ خودی کشیدند حضرت فاطمہ زہرا بر کتف یمیں ظاہر شدند و حضرت صدیقہ بر کتف یسار، و از وقت مغرب تا نماز عشا ہمیں معاملہ درمیان ایشان (۲۳-ب) می گزشت بعد ازاں در مسجد شریف چناں معلوم شد کہ نسبت حضرت زہرا بتول غالب آمد نسبت شریف ایشان مایل بہ بیاض می یافتم و نسبت صدیقہ حبیبہ را بہ حجرہ متمثل میدیدم بعد ازاں در مواجہہ[2] حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام رسیدہ شد ہمیں معاملہ آنجا ہم ظاہر شد کہ ہر یکی مرا بہ خودی کشید در حضور شریف آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ نسبت صدیقہ ہم قوت و استیلاء پیدا کرد گویا بنا ہر دو نسبت متساوی شدند، بعد عشا کہ حضرت ایشان بہ منزل آمدند و با مخدوم زادہا کبار عالی تبار حکایت میکردند فرمودند کہ تا حال ہماں معاملہ درمیان است و من در فرح و سروری ام کہ ہرگز فوق آن متصور نہ باشد از کثرت عنایات ایں قسم دو بادشاہ عالی شان بہ حال این مسکین ضعیف۔

یاقوت

حضرت ایشان طالت حیوٰۃ و دامت برکاتہ (۲۴-ا) بتاریخ سیزدہم جمادی الاولیٰ

---

[1] معلوم گردید .... دریافتند ۔ نسخہ ا ، ندارد

[2] مایل بہ بیاض .... در مواجہہ ۔ نسخہ ہا ، ندارد

بعد از فراغ نماز جمعہ بسلام آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ رفتہ در مواجہہ کریمہ ایستادند فرمودند
چوں از ارسال صلوات و سلام فارغ شدیم خلعتی عنایت شد و چناں معلوم گردید کہ ایں
خلعت از عنایات حضرت صدیق اکبر است رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ازاں در ہماں مجلس و مقام
خلعتی دیگر بر خود یافتیم فہمیدیم کہ این از تلطفات[1] حضرت فاروق اعظم است رضی اللہ تعالیٰ عنہ
و این ہر دو خلعت رنگت[2] جداگانہ دارد اول سرخ رنگ است و دومی زرد فام۔ و ہنگام
رجوع از آں مقام عالی خلعتی ثالث سبز رنگ بر من نزول فرمود القا نمودند کہ ایں مرحمت است
از حضرت خیر البریہ علیہ و علیٰ آلہ الف الف صلوٰۃ والسلام و تحیۃ۔

یاقوت

در بیان عظمت جناب سرور و استغنار و محبوبی و رحمت عامہ او صلی اللہ تعالیٰ (۲۴ ب)
علیہ و علیٰ آلہ وسلم می فرمودند محسوس میگردد کہ وجود شریف او علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات
مرکز جمیع عالمیان ست از دورہ عرش تا مرکز فرش و ہمہ مخلوقات از ملک و حور و انس و جن
و سائر جنود الٰہی جل شانہ بوی محتاج اند و از وی فیض بند مفیض حقیقی ہر چند وہاب مطلق
است جل شانہ اما اقسام افاضات بہ ہر کہ میرسد بہ توسل شریف اوست و مہمات ملک و
ملکوت باہتمام او انصرام می پذیرد و مشاہد میگردد کہ شب و روز انعامات بر کافہ مخلوقات از
روضہ مطہرہ علیٰ ساکنہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ علیٰ سبیل الاتصال فائض است کما یفتح افواہ
القرب ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾[3] میفرمودند کہ باین کرعموم رحمت
و شمول شفقت استغناء و عظمت محبوبیت کہ لازمہ مقام خاصہ اوست بروجہ اتم و اکمل ثابت
است (۲۵-ا) لہٰذا در عرض احتیاج بہ جناب او بہ وسائل احتیاج می افتد و اظہار امری
در آنحضرت بے توسل صعب می نماید۔

---

[1] نسخہ ہا۔ تلفات [2] نسخہ ا۔ رنگین

[3] قرآن کریم ۲۲/۱۰۷

یاقوت

شب شنبه بیست و یکم جمادی الاولیٰ حضرت ایشان سلمہ اللہ سبحانہ بعد از فراغ نماز عشا در خلوت بہ مخدوم زادہای عالی درجات طالت حیوتہم افادہ نمودند کہ از شب گزشتہ کہ شب جمعہ باشد مقدمات ظہور اسرار تلاطم امواج انواری یافتم امروز اسراری بر ما اضافہ نمودہ اند کہ باشارہ ہم نمیتوانیم، القا نمود و اگر چیزی ازاں بظہور رسد قطع البلعوم و ذبح الحلقوم آری اگر بعض مقامات ان اشارہ نمایم می سزد و آن آنست کہ بعضی از مشائخ تکون و بروز درمیان شیخ کامل و مرید مستعد اثبات می نمایند یعنی چوں شیخ کامل می خواہد کہ کمالات خود را در مرید صادق افاضہ نماید از خود (۲۵ب) غائب شدہ در نفس مرید ظاہر می شود و دریں ہنگام مرید بہ تمام بہ رنگ مرشدی بر آید و بہ حقائق و لطائف او متحقق می گردد و فرمودند کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس این معاملہ را از خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نسبت بہ خود اثبات می فرمودند الحال ایں فقیر نیز این قسم معاملہ عظمہ را از آں جناب عالی نسبت بہ خودمی یابد ازیں معاملاتی درمیان آمدہ است کہ در حق آن تواں گفت لا عین رأت ولا اذن سمعت می فرمودند کہ اشعار نعت و قصائد مدحیہ کہ آنست بر رسم قدیم می خوانند ہمہ را بہ خود منسوب می یافتیم دراین اثنا مخدوم زادۂ عالی درجہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ اللہ سبحانہ از آنحضرت عالی منزلت سوال کردند آیا ایں کون و بروز در عین فنا و بقا است کہ در قوم متعارف است یا امریست ورای آن فرمودند این معاملہ غیر فنا و بقا است (۲۶-ا) و ممتاز است ازاں بہ خصائص کہ آن جا یافتہ نمی شود حضرت ایشان دامت برکاتہ می فرمودند کہ در اکثر اوقات حضور روحانیان و اہل سموات و غیر آنہا از جنود حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ در خدمت روضۂ مقدسہ منورہ مشہود میگردد خصوصاً بر بالای قبۂ مبارکہ و خارج مسجد شریف آن قدر اجتماع جنود ظاہر می شود کہ در داخل مانند آن مرئی نمی گردد و می تواند کہ سر درین معنی آن باشد کہ از راہ تلاطم انوار درونی تاب درک و ادراک نمی ماند بہ خلاف بیرون کہ انوار درونی کمتر ظاہر میشود۔

یاقوت

می فرمودند که قبلۂ الاولیاء امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ مرا بہ اسرار خفیہ[1] بمشتر ساختہ بودند و من ہر چند آن معاملات را در خود ملاحظہ می نمودیم از راہ علو آن اسرار و معاملات گاہ (۲۹-ب) گاہ غلیان می شد و ترددی می انداخت بحمد للہ سبحانہ کہ در حضور حجرۂ منورہ مطہرہ نقاب از چہرہ و آن اسرار برطرف ساختند ظاہر کردند کہ مرا برای وصول مطلوب دو طریق ست طریق است کہ حصول آن عاجز باعتبار اصالت نیست و آن طریق احسان است و طریق دیگر سلوک آن بہ توسط و ضمنیت است و آن طریق انابت است بدانکہ طریق اول اقرب است بہ وصول چنانکہ ظاہر است و در طریق ثانی الطاف و اعطاف حضرت خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ از حد یافتہ می شود۔

یاقوت

بتاریخ روز دوشنبہ ششم جمادی الاخریٰ حضرت ایشان بہ زیارت اہل بقیع رفتند

---

[1] سوانح نگاروں نے حضرت مجدد الف ثانی کے اسرار کی پانچ اقسام بتائی ہیں۔ اول وہ اسرار جو آپ نے خود تحریر فرماتے، دوم وہ جو آپ نے تحریر تو نہیں کیے لیکن اپنے فرزندوں اور خلفاء سے بیان فرمائے، سوم وہ اسرار جو آپ نے صرف اپنے فرزندوں پر ظاہر کیے، چہارم وہ اسرار جو آپ نے خلوت میں حضرت خواجہ محمد معصوم سے بیان کیے۔ پنجم وہ اسرار جو بیان ہی نہیں کیے گئے اور راز ہی رہے۔ (مقاماتِ معصومیہ ۹۲)

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد معصوم کو اسرار حضرت مجدد کی غایت درجہ اطلاع تھی ان اسرار کو حضرت خواجہ نے اپنی "بیاض خاصہ" میں تحریر فرما لیا تھا، یہ بیاض خواجہ محمد ہاشم نے دیکھی تھی، لکھتے ہیں:

> این مخدوم زادہ را غایۃ اطلاع است بر اسرار و معارف پدر بزرگوار خود چہ آن معارف کہ داخل مکتوبات گردیدہ و چہ غیر آن از اسرار خاصہ کہ در خلوات از زبان مبارک آنحضرت (مجدد الف ثانی) شنودہ اند و بعضی را از آنہا در بیاضہ خاصہ خود تسوید فرمودہ چوں بایں بندہ نظر عنایتی داشتند محرم می دانستند باکثر آنہا اطلاع بخشیدہ بودند بہ نقل بعضی اجازۃ فرمودہ .... (زبدۃ المقامات ۳۱۸)

بعد از مراجعت می فرمودند که به هر قبری از قبور متبرکه می نشستم چنانچه عنایات صاحب آن قبر به حال خود مشاهده می کردم ما همچنان (۲۷-ا) انتظار اہلِ قبور دیگر که ارادهٔ زیارت آنها داشتم معائنہ می نمودم و اجتماع ایشان برای ملاقاتِ من همچو اجتماع بر مهمان عزیز[1] و بر غایت مرغوب که غیر مترقب وارد است می یافتم، چوں از زیارت امیر المومنین حضرت عثمان علیه الرضوان فارغ گشتم خلعتی تازه برخود یافتم معلوم گردید که ایں عطیهٔ حضرت عثمان است چوں به روضه منوره سیدنا ابراہیم[2] علی ابیه و علیه الصلوٰۃ والسلام رسیدم دیدم که به جانب ما بر آمده و خود را به من ملحق ساخت گاہی[3] در کنار من می آمد و گاہی به کمال مهربانی معانقه می کرد و آنحضرت نورِ صرف در نظر می در آمد چرا چنیں نه باشد که او علیه و علی آله الف الف صلوٰۃ والسلام در شان آن جگر گوشه چنیں فرموده اند لو عاش لکان نبیاً۔

می فرمودند التذاذی (۲۷ب) که از ظهور نسبت و عنایات آنحضرت علی ابیه و علیه الصلوٰۃ والسلام یافته ایم و اہتمام آن عالی نژاد نسبت به خود فهمیده آن التذاذ از من رفتنی نیست و همچناں صحابه که در روضهٔ منوره او رضی اللہ تعالیٰ مدفون اند، مثل عبداللہ بن مسعود وغیره او ہمه حاضر شدند و به عنایات بسیار و اشفاق بے شمار ما را احاطه کردند بعد ازاں به مرقد امام اجل مالک ابن انس[4] رسیدیم که به شتابیِ تمام جانب ما بر آمده ملاقات به کمال بشاشت و سرور بر رسم ملاقات عرب کرد چه ملاقات ایشان در کمال انبساط است و ایں رسم در غیر ایشان نیست بعد ازاں عنایات و مهربانیهای ازواج مطهرات زیاده از حد یافتم چنانچه شفقت مادر در حق ولد خصوصاً اشفاق صدیقه حبیبه که مخصوص (۲۸-ا) ہیچ وقت نیست

---

[1] نسخهٔ ا۔ برعزیز۔ ایں جا بر زائد است۔

[2] روضهٔ منوره حضرت ابراہیم بن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیل کیلئے دیکھئے جذب القلوب ۱۶۸ بعد

[3] نسخهٔ ہا۔ گاه

[4] حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ (۹۳-۱۷۹ھ/۷۱۱-۷۹۵ء) اہلِ سنت کے ائمہ اربعہ میں سے تھے اور فقہ مالکی کے موسس، احوال و افکار کیلئے ملاحظہ ہو: بدر عالم میرٹھی: ترجمان السنۃ ۱/۲۴۱-۲۴۴)

بلکہ پیوستہ می یابم ہمچناں الطاف کثیرہ از زہرا بتول علی ابیہا وعلیہا الصلوات والسلام بہ ظہور پیوست وشفقتہا اہل بیت از بنات مطہرات وامیرالمومنین حضرت عباس وحضرت حسن وکذالک از ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم از تعداد خارج مفہوم گشت چوں بہ سر تربت عارف ربانی خواجہ محمد پارسا[1] قدس سرہ رسیدیم بہ کمال بشاشت وخصوصیت برآمدہ کرمہا و کرمہا فرمودند دراں وقت نسبت ایشان را در کمال صفا ولطافت فوق ظلال یافتم۔

چوں از بقیع برآمدہ بر دروازہ قلعہ رسیدند ساعتی ایستادہ متوجہ روحانیت امام اسمٰعیل بن امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ درون قلعہ مدفون است، شدند۔ ایشان در کمال علوشان ونہایت لطف واحسان بر آنحضرت (۲۸۔ب) ظاہر شدند۔ مخفی نماند کہ حضرت مخدوم زادہ عالی درجہ مخزن الاسرار احوال حقائق آگاہ شیخ آدم[2] را در رسالہ اصل بایں عبارت

---

[1] حضرت خواجہ ابوالفتح محمد بن محمد بن محمود حافظی بخاری ملقب بہ خواجہ پارسا (۷۴۹-۸۲۲ھ/۱۳۴۸-۱۴۲۰ء) سلسلۂ نقشبندیہ کے معروف ترین بزرگوں میں سے تھے۔ سوانح نگاروں نے آپ کی کئی تصانیف کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں سے فصل الخطاب اور رسالۂ قدسیہ (در ملفوظات حضرت خواجہ بہاالدین نقشبند قدس سرہ) بہت مشہور اور متداول ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

۱۔ کاشفی: رشحات عین الحیات۔ طبع تہران ۲۵۳۶ ش ۱/۱۰۱-۱۰۴

۲۔ جامی: نفحات الانس۔ طبع ایران ۳۹۳۔ بہ بعد

۳۔ رسالۂ قدسیہ مقدمہ مفصل نوشتہ احمد طاہری عراقی۔ طبع تہران ۱۹۷۰ء

۴۔ رسالۂ قدسیہ مقدمہ نوشتہ ملک محمد اقبال۔ راولپنڈی ....

۵۔ محمد اختر چیمہ: شخصیت عرفانی وعلمی خواجہ محمد پارسا۔ مقالہ مشمولہ مجلہ دانشکدۂ ادبیات وعلوم انسانی۔ دانش گاہ فردوسی۔ مشہد۔ ایران شمارہ ۳۔ سال ۱۰۔ ۱۳۵۳ش۔ ۴۶۷-۵۲۰۔

ترجمہ اردو مقالہ ہذا از عارف نوشاہی شامل رسالہ نور اسلام شرقپور (اولیائے نقشبند نمبر)

[2] صاحب روضۃ القیومیہ کے متضاد بیانات کی بدولت عوام میں حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت شیخ آدم بنوڑی کے مابین تعلقات کی کشیدگی اور اس سلسلہ میں دونوں حضرات کی رقابت ذہن نشین ہو گئی ہے۔ اس لیے ہم نے اس موضوع پر اس کتاب کے مقدمہ میں مفصل بحث کر کے حقیقتِ حال کا اظہار کیا ہے۔

آوردہ فقیر نیز اقتدا بایشان نمودہ ہماں عبارت بعینہا ایراد می نماید واما احوال الشیخ آدم فقیہہ بعض تفصیل تذکرہ فی ورقہ انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن ایں قدر مسموع گردید کہ حضرت ایشان ہرگاہ بہ بقیع می رفتند بر تربت شیخ مشار الیہ رسیدہ مراقب می شدند الا ان یشاء ربی شیئا بالجملہ درین باب غور بسیار فرمودہ اند۔

تذییل[1]۔ بعد از القاء ایں کلمات آنحضرت دامت برکاتہ فرمودہ اندکہ در بقعات مبارکات مزارات متبرکات بقیع نسبت من ظہوری عجیب وانجلای غریب پیدا کردہ و قرب و منزلت خود را آنجناب اقدس او تعالیٰ مشاہدہ کردم محسوس گردید کہ تمام عالم از نور آن نسبت (۲۹-ا) ممتلی شد و مکونات عالم ہمہ صفوت بستہ گاہی خلعت نموداری گرد اگرد من و من درمیان امامم و مرئی شد کہ فیوض و برکات گوناگوں کہ از حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نسبت بہ کافۂ خلائق میرسد ہمہ آن بتوسط ایں درویش میرسد و سائر مخلوقات چہ اولیاء و چہ غیر آنہا منتظر حصول برکات و ترقیات ازین ضعیف اند و اکثر اوقات دوات و قلم را نزد خود حاضر می یابم برائے تصحیح مہمات ملک چنانچہ وزیر اعظم دربار سلطان ذی شان نسبت و قدرت دارد آن حالت در خودی فہم باوجود ظہور اسرار عزیبہ کہ دراء ایں خدمت جلیل القدر من مرحمت فرمودہ اند از خفایاء اصالت و محبوبیت بعد ازاں فرمودند کہ ہر چند ایں نسبت ظہور و غلبہ می نمود من متعجب و مستحی می شدیم کہ (۲۹-ب) در حضور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ظہور نسبت دیگری چہ گنجائش دارد اما از آنکہ ایں حالت ہم اثر عنایات و تتمۂ برکات آنحضرت است آن ہمہ را از طفیل ایں اکابر دانستہ متسلی و شادمان بودم۔

یاقوت

یک باری آنحضرت از زیارت بقیع برگشتہ فرمودند از کثرت حصول خلعات[3] ازیں

---

[1] نسخۂ ا۔ یاقوتیہ [2] نسخۂ ا۔ گردیدم [3] نسخۂ ا۔ خلقات

مزارات متبرکہ فی الحقیقہ کنایت از حصول نسبتہای آن عزیزان ست متعجب ام کہ انواع خلعتہای رنگارنگ ہر یکے از دیگر ممتاز در بر خودمی یابم واز درخشندگیٔ انوار آنہا منفرح بعدازاں از زبان گوہر فشاں فرمودند کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وافاض علینا برکاتہما آن قدر شدہ فنا والحاق بہ جناب سروری دارند علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات و در حضور شریف آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوات وسلام بدرجۂ خود را (۳۰-۱) کم ساختہ اند کہ برعموم زائرین حضور آنحضرت رضی اللہ عنہما ظہور عنایاتِ ایشان و اخذ فیوض والتماس امری بر آن عالی درجات خیلی دشوار است مگر شخصی کہ الطاف آنحضرت بروی زیادہ از حد باشد با بسیار غوری دریں باب بکار بر دمترصد حصول عنایات ایشان کرد، چنانچہ از کمال وکرم خلعتہای خاصۂ خود باین حقیر مرحمت فرمودند بخلاف حضرت امیرالمومنین عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چوں از حضرت رسالت خاتمیت اند کہ بہ فرق مدفون اند ظہور جدای دارند لہذا ہر وقتی کہ بہ زیارت ایشان رفتہ می شود و معاملات و اسرار درمیان می آید۔

یاقوت

روز پنجشنبہ بتاریخ شانزدہم جمادی الاخریٰ آن عالی حضرت بہ زیارتِ اہل بقیع وحصول رخصت از اکابر آن مقام رفتہ قریب مزار پُرانوار امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ (۳۰-ب) عنہ نشستند وپس از وداع از آن معدنِ حیا بر مزارات دیگر جلسہ نمودہ فرمودند کہ امیرالمومنین حضرت عثمان بکمال الطاف ومہربانی بہ وداع برآمدہ مرا بوسہ دادند وخلعتہای گوناگوں پوشانیدند و وداع کردند وہمچناں بر ہر مزار عنایتہای بسیار والطاف بے شمار مشاہدہ کردم بعدازان روز دوشنبہ مرتبۂ دوم برای وداع اہل بقیع رفتند فرمودند کہ من از امیرالمومنین حضرت عثمان از راہ حضور بعد از وداع بسیار مستحی بودم چہ حضور ما غالباً درخدمتِ گرامی ایشان برای طمع عطیہ است واخذ موہبت چوں

نزد مزار پُرانوار معدن حلم نشستم مخطور خاطر حزین کردندکہ پیش ازیں وداع و خلعت حاصل شدہ است و امروز مارا بہ جز صحبتِ حضور نصیبی نیست بعد از برخواستن خلعت دیگر درغایت لطافت بہتر (۲۱-ا) از خلعت ہای اولی[1] مرحمت شد، فرمودندکہ در مزارات متبرکہ معاملہ حضرت امیر المومنین از ہمہ مستثنیٰ است و منزلت و مرتبت او ممتاز است از دیگران، اگرچہ بعضی از امہات مومنین در ابہت و انوار با آنحضرت مشارکت دارند لیکن ایں قسم افاضہ عطیات و تفقد در او کہ ثمرہ خلافت نبوی ست امریست جُدا۔

یاقوت

دو مرتبہ آنحضرت بہ زیارت سید الشہدا۔ امیر المومنین حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ مرقد شریف ایشان نزدیک جبل احد کہ قریب سہ منزل از مدینہ منورہ باشد رفتہ اند و بر آن عالی حضرت نسبت شریف و قرب منزلت ایشان از جناب سروری علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیات ظاہر شدہ و عنایات والطاف دربارہ خود دریافتہ اند۔ می فرمودند (۲۱-ب) کہ بعضی اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آن قدر عنایات و تفقدِ احوال دربارہ خویش مشاہدہ می افتد کہ چہ بیان آن نماید۔ در بقیع متبرک آں قدر الطاف کہ از امیر المومنین عثمان و صدیقہ و سیدنا ابراہیم و عبدالرحمٰن بن عوف و عبداللہ بن مسعود و جماعتہ کہ در روضہ سیدنا ابراہیم مدفون اند و امام اسماعیل ابن امام جعفر صادق و محمد زکی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نسبت باین حقیر فائض می شود کہ زیادہ از دیگراں است[2]۔

یاقوت

حضرت ایشان سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہ بہر دو مخدوم زادۂ عالی درجات اعنی

---

[1] نسخہ ہا۔ اول

[2] جنت البقیع کے ان مزارات متبرکہ کی تفصیل حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں بہت عمدہ طریقہ سے دی ہے۔

حضرت خواجہ محمد نقشبند و حضرت محمد عبید اللہ سلمہا اللہ سبحانہ خطاب کردہ، فرمودند کہ ہر دو شما از جانب سروری علیہ و علیٰ آلہ الف الف صلوات وسلام۔ دو دستار معمول از سیم و زر مرحمت شد (۲۲-ا) وہر یکی ازیں ہر دو مخدوم زادہ ختم قرآن را بہ تمام خواندہ بآنجناب معلی ہدیہ و تحفہ گذرانندہ بودند در صلۂ آن بایں مرحمت ممتاز گشتند۔

یاقوت

ہموارہ حضرت ایشان سلمہ اللہ سبحانہ بعد از نماز فجر در محراب حضرت عثمان در مواجہہ کریمہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام رفتہ، حلقۂ ذکر با اصحاب بر طریق معہود می نمودند۔ روزی بعد از فراغ نماز اشراق فرمودند کہ امروز مشہود گشتہ کہ گویا حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوات والسلام والتحیۃ از روضۂ منورہ برآمدہ بطرف این حلقہ متوجہ اندو د بدبۂ سلطنت و حشم و افواج از روضہ مبارک برآمدہ می آیند دریں اثنا، وچندی از خواصان[2] کہ در منزلت و مکان نزدیک پایۂ حضور اند برآمدہ اند فرزند ارجمند محمد عبید اللہ ہم بہ لباس عالی و زیور آراستہ در ہماں (۲۲-ب) خواص داخل است و نزدیک می آید للہ سبحانہ الحمد۔

یاقوت

می فرمودند کہ درمیان نساء اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہن خدیجہ کبریٰ، عائشہ صدیقہ[3] و زہرا بتول[4] شان علیحدہ دارند و بحضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات قرب و منزلت دیگر دارند کہ دیگراں را این شان و منزلت میسر نیست و آن ہر سہ بزرگ بایک دیگر ہم در علو شان دست و گریبان اند اما این قدر مشہود می گردد کہ حضرت صدیقہ را اتصالی است خاص و در معاملات واردہ مداخلہ زیادہ از دیگران می نماید

---

[1] ان مخدوم زادوں کے حالات ہم نے مقدمہ میں درج کئے ہیں۔ [2] نسخہ ہا۔ خواصان
[3] ازدواج مطہرات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم [4] دختر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

وحضرت خدیجہ وحضرت زہرا در کمال قرب بہ وقار وسکینہ ظاہر می شوند وبکل وجہۃ والعلم عنداللہ سبحانہ۔

یاقوت

در ایام اقامت مدینہ منورہ آنحضرت روزی در خلوتی بر مولانا بدرالدین سلطان پوری[1] (۳۳-ا) کہ از اجلۂ خلفاء ایشان ست واز فحول علماء متوجہ بودند کہ خلیل الرحمٰن علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بر آنحضرت ظاہر شدند وآنحضرت علیہ السلام از نہایت کرم بکمال انبساط در رفع حجاب از عقب مولانا مشار الیہ آمدہ در بر گرفتند وبخشش نمودند وقبل ازین معاملہ حضرت ایشان مولانا مذکور بہ دخول در دائرہ ولایت ابراہیمی وحصول کمالات آن ولایت مبشر گردانیدہ بودند ونیز در ایام اعتکاف در مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام روزی حضرت ایشان در مواجہہ شریف با مولانا مذکور مجلس سکوت داشتند بعد از برخاستن فرمودند کہ خلعت خلت بہ وی مرحمت شد الحمد للہ سبحانہ علی ذالک۔

یاقوت

حضرات مخدوم زادہای عالی درجات نقل کردند کہ روز دوشنبہ بیستم جمادی الاخریٰ (۳۳ب) حضرت ایشان وقت انتقال از مدینہ سکینہ برائے رخصت از خدمۃ علیہ مفخر موجودات وسرور کائنات خواجۂ دین ودنیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم درآمدند، می فرمودند کہ در نماز ظہر بودم نزدیک محراب نبوی علیہ الصلوٰت والسلام گریہ از حزن فراق والم وداع برمن غلبہ کرد ودر ہمین غم واندوہ بودم کہ از جانب مقصورہ کریمہ وروضہ معطرہ سطوات انوار وحشمت سلطنت طلوع نمود وحضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات بہ کمال ابہت وتظاہر عظمت از حجرۂ کریمہ برآمدہ برما نزول فرمودند واز نہایۃ کرم خلعت تاج سلاطین در غایۃ علو ونہایت رفعت کہ ہرگز مثل آن مرئی نشدہ است باین حقیر

---

[1] نسخۂ ا، مولانا۔ مولانا بدرالدین سلطان پوری کا ذکر مقدمۂ کتاب حاضر میں ملاحظہ کریں۔

پوشانیدند محسوس میگشت که بر آن تاج طره شد است (۲۴-ا) که بالای آن لعل عالی تعبیه کرده اند و چناں مستفاد شد که این خلعتی است خاصه که از بدن شریف آنحضرت علیه الصلوٰة والسلام متخلع شده است، مثل خلعات دیگر نیست بعد ازاں برای بعضی فرزنداں خود که دران سفر رفیق بودند و آن وقت با من حاضر بودند دراں عالی حضرت برای حصول خلعت التجا و تضرع نمودم از کمال بنده نوازی بهر یکی از آنها خلعات متعدده مرحمت شده، بعد ازان به مواجهه شریف رفته، همیں معامله مشاهده کردم می فرمودند که دریں هر دو مقام محراب خاصه و مواجهه کریمه دستی پہلوی من ایستاده و برای حصول رخصت رفته[1] برای او نیز متضرع گردیدم که خلعتی بوی هم مرحمت شود و در معرض قبول نیفتاد این معنی مرا بر کمال التجا آورد، بعد از تضرع بسیار متمثل بصورت (۲۴ ب) شد که چیزی از قسم خلعت بوی هم عنایت شد، چنانچه دراں وقت بر دستار او ممتاز می نمود، این حقیر گوید عفی عنه دریں مکاشفه گویا تعبیر آن واقعه بظهور پیوست که آنحضرت سلمه الله سبحانه قبل ازین در راه جهان آباد دیده بودند و آن چنیں است که فرمودند امشب می بینم که حضرت مجدد الف ثانی قدس سره امامت نماز می نمایند و خلائق بسیار عقب آنحضرت صف بسته اقتدا کرده اند فقیر و هر دو برادر بزرگ ما خواجه محمد صادق و خواجه محمد سعید قدس سرهما در صف اول هستیم و پس حضرت مجدد الف ثانی در عین نماز می فرمایند که از محمد معصوم بما ایں رسید و این رسید تعداد اموری نمایند و همچنیں هر دو برادر بزرگ همیں کلمه را می گویند که از محمد معصوم به حضرت مجدد الف ثانی فلاں فلاں رسید دریں اثنا گویا جانب حضرت وهاب عز شانه و عم انعامه خطاب به حضرت مجدد الف ثانی (۲۲۵) می رسد که او را آرائش نمایند گویا حضرت مجدد معروض میدارند که چه قسم آرائش نمایم حکم می رسد که تاجی بر سر او بگذارید و لعل دراں تعبیه کنید که روشنی از سر تا قدم رسد و تمام نور گردد انتہا۔

---

[1] نسخهٔ ا کے حاشیہ پر مندرجہ ذیل عبارت کا اضافہ جو نسخہ ب میں نہیں ہے:
بر من دائره ظاهر شد معلوم شد که دریں دائره هیچکس نیست غیر از اولاد تو بعده شد رأیت الدائره تحت فرأیت فیه خلفای ومنهم ... گرفته

یاقوت

می فرمودند که اعطاء خلعت عبارتست از افاضۂ نسبت خاصه و معاملہ مخصوصہ که اوّل دلیل و اعدل مشاہد است بر خصوصیت تمام و عنایت کامل از معطی به معطی که در نظر کشفی آن عطیہ متمثل بہ خلعت می گردد بہ خلاف سائر عنایات کہ باین خصوصیت نباشد بہ خلعت متمثل نمی شود و لہذا ہر چند در مواجہہ شریفہ برای حصول خلعت برای بعض یاران مخصوص متضرع شدیم اثر آن ظاہر نہ شد ہر چند التفات و عنایت بر آن جماعۃ محسوس می شد مگر بہ بعض فقیرزادہا کہ از محض کرم و صرف فضل خلعات بآنہا عنایت شد (۲۵ ب) فافہم[1]

یاقوت

حضرت ایشان سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہ چوں بہ اماکن شریفہ حرمین شریفین رسیدہ اند محبت آن بقاع غلبہ کردہ بہ دیار ہند بسیار متوقف و متردد بودند چوں وقت برآمدن قافلہ از مدینہ منورہ نزدیک رسید آنحضرت در مواجہہ کریمہ و روضۂ منورہ رفتہ، ملتجی و متضرع شدند تا مرضی جناب مقدس سروری را علیہ الصلوت والسلام معلوم نمایند کہ اقامت مقبول آن درگاہ است یا رجوع بوطن مرضی است. بکمال رضا در عود باین دیار مستفاد گردید و اشارہ صریح صحیح بر رخصت ہویدا شد، درین اثنا بہ خاطر مبارک حضرت ایشان رسید[2] ولد اکبر سلطان وقت[3] کہ دشمن شریعت غرا و اہل آن بودہ خصوصاً بہ منتسبان ایں سلسلہ[4] علیہ سیما بہ خاندان حضرت مجدد الف ثانی نقار داشتہ و پیوستہ در صدد اضرار آن جماعت بود،

---

[1] نسخۂ ا، ندارد [2] نسخۂ ا، گرفتہ [3] نسخۂ ہا، شخص از دیار ہند، ولد اکبر سے مراد داراشکوہ ہے اور سلطان وقت یعنی شاہجہان بادشاہ کی طرف اشارہ ہے۔

[4] چونکہ حضرت خواجہ محمد معصوم اعلانیہ اورنگ زیب کے حامی تھے اس لیے داراشکوہ آپ کے اور اس خاندان سے منسلک افراد کے خلاف تھا۔

(مقدمہ ہذا میں تفصیل ملاحظہ کریں۔)

مخطور گردید درین باب التجا به جناب معلی آوردند، می فرمودند، محسوس گشت که حضرت (۲۶-ا) رسالت خاتمیت علیه وعلی آله الصلوت والتسلیمات ظاهر[1] شدند و بدست مبارک آنحضرت شمشیر برہنہ است اشارہ بہ قتل وی می نمایند فوقع کما اشار صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم[2]۔

وقبل ازین بہ چندین سال حضرت ایشان سلمہ اللہ تعالیٰ بہ جدلان راد و رفعت و علو وظهور معامله امیر المومنین[3]) در روضہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ مبشر گردیدہ[4] بودند وکان کما رای فافہم فانہ کرامۃ لہ ومعجزہ للنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام (از نتائج الحرمین)

یاقوت

چوں از مدینہ سکینہ برآمدہ متوجہ مکہ معظمہ شدند در راہ آنحضرت مرض وجع مفاصل عارض شد[5] روزے در اشتداد مرض فرمودند کہ حضرات عالیات زہرا بتول وصدیقہ حبیبہ و ابراہیم ابن[6] النبی علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات حاضر شدند گویا بہ عیادت آمدہ اند (حضرت فاطمہ برہمیں ظاہر[7] شد) حضرت صدیقہ بریسار وحضرت ابراہیم بر سینہ نمودار گشتند و ہمہ این عزیزان الطاف وعنایات بسیار نمودند (۲۶ ب) خصوصاً از صدیقہ مواہب وعطایا و

---

[1] نسخہ ۱۔ حاضر

[2] حضرت خواجہ ۱۰۶۷ھ میں حج کے لیے گئے تھے اور اسی سال شاہ جہاں کے فرزندوں کے مابین تخت نشینی کے لیے کش مکش کا آغاز ہو چکا تھا اور اورنگ زیب ایک راسخ العقیدہ شہزادہ تھا۔ اس لیے تخت نشینی کی اس جنگ میں علمائے حق نے اس کا ساتھ دیا جن میں حضرت خواجہ کا اسم گرامی سر فہرست ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے مقدمہ کتاب ہذا۔

[3] توسین میں منقول عبارت نسخہ ۱ میں نہیں ہے۔

[4] تخت نشینی کی جنگ سے چند سال قبل اورنگ زیب سرہند میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوا تھا جہاں حضرت خواجہ نے اسے ہندوستان کی بادشاہت کی بشارت دی تھی یہاں اسی حاضری کی طرف اشارہ ہے۔ ہم نے مقدمہ میں اس کی تفصیل دی ہے۔

[5] اس مرض کا ذکر سابقہ حواشی میں کیا جا چکا ہے۔

[6] نسخہ ۱۔ ابن۔ ندارد

[7] این فقرہ در نسخہ ۱ موجود نیست

الطاف بے شمار ہویدا می گردد. اکثر اوقات آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر می شوند۔

یاقوت

چوں بہ وادیٔ صفرا[۱] رسیدند، بعد از نماز عصر بر مزار ابوذر غفاری رفتہ، ساعتی مراقب شدند نسبت شریف ایشان بہ کمال الطاف ظاہر شدی فرمودند کہ درآن وقت ہدیہ ازاں جناب نسبت بہ خود یافتم (چوں از نماز فارغ شدیم خلعتی نو در بر خود یافتم[۱]) معلوم گردید کہ تحفہ آن جنابست۔

یاقوت

حضرت ایشان سلمہ اللہ سبحانہ چوں بہ نواحی[۲] خلیص[۳] کہ سہ منزل از مکہ مبارکہ است برسیدند فرمودند کہ مشاہدہ می گردد کہ تمام این بقعات مبارکات بانوار کعبہ حسنا مملواست و ہجوم ملائکہ و روحانیات درین صحرا محسوس می گردد بعد ازاں فرمودند کہ توجہ بہ کعبہ مبارکہ و التفات آں کاتب این ضعیف معلوم می شود۔

یاقوت

چوں حضرت ایشان سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہ بہ حرم نزدیک رسیدند معلوم گردیدہ (۳۷۰) کہ انوار عظیمہ اطراف و جوانب مکہ مکرمہ[۴] را در گرفتہ است و در طواف عنایات بزرگ از حضرت کعبہ دریافتہ اندمی فرمودند کہ چوں خلف مقام دوگانہ طواف ادا نمودیم، حضرت خلیل الرحمٰن علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہر شدند و حضور خاص و اتفاق عجیب آنحضرت را باین مقام اعلیٰ معلوم گردید و اسرار خلعت شرف ظہور فرمودمی فرمودند کہ تمام مقام باین اسرار خلعت مملو یافتم۔

باید دانست کہ معاملاتی کہ بر آنحضرت در مکہ شریفہ بعد از رجوع از مدینہ مکرمہ روی نمودہ است بہ تفصیل در فصل اوّل ذکر یافتہ است۔

---

[۱] یہ عبارت نسخہ ہا میں نہیں ہے۔ [۲] نسخہ ہا۔ نبوی

[۳] صفرا اور خلیص کیلئے حسنات کے اردو ترجمے کے حواشی ملاحظہ کریں [۴] نسخہ ہا۔ معظمہ

خاتمہ

در بیان متممات و ملحقات عرب کہ بر آن عالی حضرت سلمہ اللہ سبحانہ ظاہر گشتہ متضمن است بر چہار یواقیت۔

یاقوت

در بندر مخا شب بیست و ہفتم شہر رمضان در نماز تراویح کہ مخدوم زادہ عالی منزلت حضرت خواجہ محمد عبید اللہ[1] امام بودند و فور برکات تکاثر عنایات بر آنحضرت ظاہر شد آن مخدوم زادہ خطاب نمودہ فرمودند کہ دران وقت (۲۷۔ب) بر شما برادران متوجہ شدہ التجا نمودم دیدم کہ بر شما از آن برکات ریزش نمودند، بعد ازان بر یاران دیگر متوجہ شدم معلوم شد کہ رشاش بر اصحاب نیز افتاد، چنانچہ بر یکی می ریزند و قطرات بر دیگران می افتد۔ وللارض من کاس الکرام نصیب

یاقوت

بہ عنایت آلہی جل شانہ چون از دریا گذشتہ بہ بندر سورت داخل شدند و مردم بسیار و طلاب بے شمار از رجال و نسا برائے اخذ طریقہ علو کردند و در حلقہ ذکر اجتماع عجیب می شد گویا بہ مصداق : وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا[2] بہ ظہور پیوست روزی در خلوتی بہ حضرات مخدوم زادہا فرمودند کہ امشب وقت سحر دریں حالت متفکر بودم[3] و در اشتغال بامر ارشاد تحیر داشتم کہ آیا ایں قدر تصرف نمودن در بندہ ہای جل شانہ مرضی او

---

[1] خواجہ محمد عبید اللہ ملقب بہ مروج الشریعۃ جامع رسالۂ ہذا مفصل حالات مقدمہ کتاب میں ملاحظہ کریں۔
[2] القرآن ۱۱۰/۲ (النصر) [3] نسخہ ا۔ ندارد

سبحانہ باشد یا نہ، بعدازاں بر ترک این امر عزم نمودم وطریقہ تجرید را خواستم وخواستم کہ شمارا هم بر ترک ارشاد وصیت کنم، چوں ساعتی (۳۸-ا) بر این حالت گذشت ومن بر همیں ارادہ عازم[1] صنوف عنایات وانواع الطاف الٰہی عز برہانہ وعم انعامہ ظاہر گردید وتجلی خاص و ظہور مخصوص واقع شد کہ این قسم تجلی کمتر بہ ظہور پیوستہ باشد ملہم ساختند کہ معاملہ ارشاد وآنچہ از تو صادر می شود وآن ہمہ از ماست وما میکنیم از تو ہیچ اثری در میان نماندہ است می فرمودند کہ در آن وقت مشاہدہ می شد کہ آنچہ از من می شود و ہمہ منسوب باو است سبحانہ وتعالیٰ حتی کہ کلاہ وشجرہ دادن کہ گاہ گاہ بہ بعضی طالبان واقع شد آن را ہم مخصوص ومنسوب باو یافتیم سبحانہ مخدوم زادہ عالی درجہ صاحب الاسرار در اصل بعد اتمام این مکاشفہ این عبارت آوردہ اند۔

قال الکاتب عصمہ اللہ سبحانہ من الخطاء والزلل ہذا الالہام الصحیح الصریح بشارۃ تامۃ لکل من تاب وتاب علی یدیہ ویفہم منہ مرتبہ عالیہ ومنزلۃ مرید یہ فان ذالک کانہ منسوب الی اللہ سبحانہ[2] بلا توسط احد الحمد للہ رب العالمین۔

یاقوت

ولنختم مواہب الحرمین الشریفین بذکر عنایتین استفاد ہما[3] (۳۸ب) امامنا وقبلتنا السید الشیخ سلمہ اللہ سبحانہ ودامت برکاتہ من الحضرت العلیۃ العالیۃ اعنی الجناب المقدس النبوی علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات عنایۃٌ فی حقہ واخری فی حق شیخہ امام العالم مجدد الالف الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اول آنکہ روزی در مجلس میان بیگانہ وآشنا نشستہ بودند، دیدند کہ حضرت سیدالاولین والآخرین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات از آسمان نزول فرمودند در کمال

---

[1] نسخۂ ہا۔ عاظم [2] نسخۂ ہا۔ تعالیٰ

[3] نسخۂ ہا۔ استفادنا

ابہت نورانی محض حق کہ از کثرت شعشعان نور بہ ہیئتی متشخص نمی شوند بلکہ نور صرف متمثل اند و بر حمت سروری حضرت ایشان را بوسہ دادند باز بہ آسمان عروج فرمودند۔

دوم آنکہ روزی در ایام اقامت بہ سرہند در واقعہ دید کہ حضرت محبوب رب العالمین علیہ و علی آلہ الف الف صلوٰۃ والسلام در خانہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ایستادہ اند انوار عظیم بر آنحضرت علیہ الصلوٰت والسلام متلالی است و حضرت مجدد الف ثانی در گوشہ صحن (۳۹۔ ا) آن خانہ ایستادہ اند و در نسبتِ خود استغراقی دارند حضرت رسالت خاتمیت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام از کمال بندہ نوازی کلمات بسیار در مدح ایشان می گویند و می فرمایند سبحان اللہ درین مردم یا درین دیار حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ہمچنیں بندہ را بندہ کردہ است کہ فرشتہا بہ مقرب او سبحانہ نزد او می آیند و وی بانہا التفات نمی ماند[1]۔

یاقوت

بعد اتمام این رسالہ شریفہ (چو آن را[2]) در حضور آنحضرت سلمہ اللہ سبحانہ (حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) گذرانیدم و بتمام مسموع کردند بہ زیارت روضہ منورہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ تشریف بردند و بہ مخدوم زادہ مخزن الاسرار حضرت محمد عبید اللہ فرمودند کہ رفتہ در حضور پیر دستگیر خود متوجہ شدیم کہ آیا[3] این ہمہ چیزہا کہ مرقوم شدہ است اظہار مرضی ہست یا[4] نہ؟

آنحضرت قدس سرہ ظاہر شدہ آن قدر وفور مہربانی و عنایات فرمودند (۳۹۔ب) کہ تاحال این قسم مراحم کمتر بہ ظہور پیوستہ باشد می دیدیم کہ از کمال مرحمت گرد یا گرد ما گردند و اظہار فرح و سروری نمایند صباح آن روز بعد از نماز بامداد بہ حلقہ ذکر مراقب نشستم دیدیم کہ دو کس دو خوان در دست گرفتہ از ہر دو دروازہ مسجد پیش ما آمدند و حقیقت انکہ از آنہا

---

[1] نسخہ ا۔ کند [2] نسخہ ب۔ قوسین والے الفاظ سے خالی ہے۔ [3] نسخہ ب۔ ندارد
[4] رسالہ ہذا کے بارے میں تمام ممکن الحصول معلومات ہم نے مقدمہ ہذا میں یکجا کردی ہیں۔

خوب بہ وضوح نہ پیوست کہ چہ آوردہ پیش ما نہاد دیدیم کہ چیزہای درخشیدہ چوں جواہر و یواقیت آب دار در آن نہادہ اند دریں اثنا آن شخص یک تاج مکلل بہ جواہر بر سر ما گذاشت۔ انتہی۔

راقم حروف گوید عفی عنہ للہ سبحانہ الحمد لہ تسمیہ ایں رسالہ بہ یواقیت موافق ایں معرفت افتاد و وجہ وجہ برائے تسمیہ پیدا شد۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ[1]۔

(ترقیمہ کاتب) (۴۰-۱) قد تمت هذ الرسالة الشريفة مسمى به حسنات الحرمين بتاريخ ۲۵ شعبان (۲) ۱۰۷ تمه تمام شد۔

---

[1] القرآن ۳۷/۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲

حسنات الحرمین
اردو ترجمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے اولیاء کے دلوں کو عجائب کے نازل ہونے کی جگہ بنایا اور ان کی زبان پر ایسا کلام جاری کیا جو نوادر پر مشتمل ہے، اور ان کے کلام کو مصیبتوں کے لیے شفا اور دوا بنایا، اور صلوٰۃ و سلام نازل ہو اللہ تعالیٰ کے حبیب پر کہ علم ان کی تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا، ان کی تعریف کے لیے یہ حدیث کافی ہے کہ اے حبیب اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور آپ کے آل و اصحاب متبعین اور تمام اولیاء اور ان کے متوسلین پر بھی (صلوٰۃ و سلام ہو)

اما بعد، الطاف خداوندی کے طالبوں میں سے کمترین محمد شاکر بن بدرالدین احمدی سرہندی[1] (عرض پرداز ہے) کہ جب حضرت قطب الاقطاب، غوث الشیخ والشاب، ہدایت و معرفت کے خازن، رحمت و برکت کے منبع کے قاسم، ولایت کے انتہائی درجات کے واصل، ولایت کے انتہائی مرتبہ پر فائض، (اسلاف کے) صحیح وارث و تابع، محبت ذاتیہ سے مشرف، منصب قیومیت کے لیے مستعد، کمالات اصالت و ضمنیت کے جامع، مقام محبوبیت کے تازہ ترین اسرار سے بشر اور ملک القیوم کے کامل نور سیدنا، امامنا و قبلتنا حضرت خواجہ محمد معصوم اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے، آپ کی برکات، سایہ اور ارشاد یوم معلوم تک قائم رہے۔

---

[1] توضیحی حواشی کے لیے ملاحظہ ہو حسنات الحرمین کا فارسی متن، چونکہ یہ حواشی اردو میں لکھے گئے ہیں اس لیے ان کا ترجمے میں تکرار نہیں کیا گیا۔

۱۰۶۸ھ کو اللہ جل وعلا کی عنایت سے بیت اللہ اور روضہ حضرت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طواف، اصحاب کبار، مقامات اور مزارات متبرکہ کی زیارت میسر آئی اور ان مقدس مقامات پر اللہ تعالیٰ کی عالی عنایات اور گہرے اسرار (کے رموز) سے آپ کو مشرف کیا گیا پھر آپ کو عالی واردات اور الہامات اور اعلیٰ مقامات و کمالات سے نوازا گیا (اور اسی طرح) خاص نسبتوں کے انوار و اسرار اور قابلِ قدر خلعت عطا ہونے تو خوشی کے مواقع پر اس حکم کے موجب کہ "تیرے رب کا جو احسان ہے وہ بیان کر" آپ نے قابل فخر عنایات کے ورُود اور واضح مکاشفات اپنے مخدوم زادگان کرام جو کہ اس فیض اثر سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک کمال اور تقویٰ سے آراستہ، سنتِ سَنیہ کی متابعت اور پسندیدہ عمل بہ عزیمت سے آراستہ ہیں اور واردات عالی مقامات، درجات و کمالات (پر فائض ہیں) پر ظاہر کیا۔ تو حضرت مخدوم زادہ عالی درجات خواجہ محمد عبید اللہ سلمہ اللہ سبحانہ جو کہ کم سنی سے ہی آپ (حضرت خواجہ محمد معصومؒ) کے اسرار خفیہ اور نکات مکنونہ کے حامل ہونے کی وجہ سے خصوصی محرمِ راز ہیں اور ہمیشہ خلوت و جلوت میں آپ کے ساتھ رہنے اور آپ کی صحبت کا التزام کیے ہوتے ہیں اور حضرت خواجہ نے بھی خانوادہ کے اس معزز صاحبزادہ کو عنایتِ خاص اور اپنی خصوصی محبّت سے مختص فرمایا ہے اور ان کے چہرۂ ارشاد سے بھی ہدایت، بزرگی اور شرافت و ولایت کے آثار نمایاں ہیں۔ آپ کے ان اسرار و مقامات کے سننے میں اہلِ عرب نے جس ذوق و شوق کا مظاہرہ کیا اسے دیکھتے ہوتے صاحبزادہ نے ان کے التماس پر فوراً جو کچھ کہ قابلِ اظہار تھا تحریر کر دیا، اور سوائے ان جزوی باتوں کے جن کا پوشیدہ رکھنا ضروری تھا، ان (خواجہ عبید اللہ) کی فصیح و بلیغ عربی زبان میں جمع ہو کر جلوہ افروز ہوتے۔ جب یہ حضرات واپس اپنے وطن (سرہند) پہنچے تو بعض دوستوں اور حقائق و معارف کے طالبوں نے التماس کی کہ اگر ان عمیق معارف کی فارسی میں شرح کر دی جاتے تو اس کا پورا فائدہ اور دعوتِ عام کا کام

دے گی۔ اس لیے اس عالی مرتبہ مخدوم زادے نے اس بے مقدار خاکسار (محمد شاکر) پر مہربانی فرما کر اس کے ترجمے کا حکم دیا۔ اور اس جلیل القدر کام کا شرف بخشا تاکہ ان اسرار کی نقاب کشائی ہو اور فارسی میں ترجمہ ہو کر عاشقوں کے لیے جلوہ افروزی کا سامان بہم پہنچا سکیں۔

آج جب کہ ۱۰۷۱ھ ہے (فیصلہ کیا کہ) اسے فصیح عربی سے رسمی تکلفات سے پاک فارسی میں ترجمہ کر کے صاحبِ اسرار لوگوں کے لیے عام کروں تاکہ طالبِ یقین اپنی ہمت و دانست کے مطابق استفادہ کر سکیں۔ (اور اُمید ہے کہ) اس دور از کار (مترجم) کو اہلِ تحقیق دُعا میں یاد کریں گے۔ اللہ وہ ہے جس سے ہم مدد چاہتے ہیں اور جس پر ہم بھروسہ کرتے ہیں، وہی سیدھی راہ کا مالک ہے۔ اُسی سے ابتدا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اگرچہ اس رسالہ کے اکثر معارف مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ سلمہ اللہ سبحانہ سے منقول ہیں لیکن بعض کلمات دوسرے مخدوم زادوں کی زبانی بھی نقل کیے گئے ہیں جن کے ناموں کی (متعلقہ مقامات پر) وضاحت کر دی گئی ہے۔ اس رسالہ شریفہ کو نفحات اور رشحات کے طریقہ پر ہی حسنات الحرمین سے موسوم کیا گیا ہے اور اس رسالہ کے اسرار کو "یاقوت" سے تعبیر کیا گیا ہے اس لیے شاید اسے "یواقیت الحرمین" بھی کہا جاتا ہے اور اس رسالہ کی یہ مؤخر الذکر وجہ تسمیہ اس کے آخر میں بیان کی گئی ہے۔

یہ رسالہ تین فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

فصلِ اوّل

(حضرتِ خواجہ محمد معصومؒ) کے بعض ان مکاشفات اور الہامات کا بیان جو حرمین الشریفین سے متعلق ہیں اور ان متبرک مقامات پر پہنچنے سے پہلے جن کا ظہور ہوا۔ اس فصل میں سات یواقیت ہیں۔

یاقوتیہ

حضرتِ خواجہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نمازِ فجر سے فراغت کے بعد سورج نکلنے سے پہلے ساتھیوں کے ساتھ حلقۂ ذکر میں بیٹھا ہوا تھا کہ مشاہدہ ہوا کہ بہت سی جماعتوں میں سے عالمِ ملکوت میں فرشتوں نے میرا احاطہ کر لیا ہے اور نماز میں مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ میں اس سے حیرت زدہ ہوا اور پھر اس کشف کے راز پر توجہ مبذول کی تو بہت غور کے بعد معلوم ہوا کہ "کعبۂ حسنا" میری ملاقات کے لیے آیا اور میرا احاطہ کر لیا اور عالمِ مثال میں مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہ جماعت جو کعبہ کو سجدہ کر رہی ہے در اصل میں ان کا مسجود ہوں۔

یاد رہے کہ اس قسم کا معاملہ حضرت خواجہ سلمہ کے والدِ ماجد امام ہمام ہادیٔ انام حضرت قطب الاقطاب مجددالف ثانی کے ساتھ بھی پیش آیا تھا۔ چنانچہ (اس رسالہ کے) مترجم کے والد شیخ بدرالدین جو حضرت مجدد کے خاص خلیفہ تھے، نے حضرتِ مجدد کے مقامات (حضرات القدس) میں اسے تفصیل سے لکھا ہے۔ جو آپ کے بعد آپ کے خلفِ رشید (خواجہ محمد معصوم) کے نصیب میں ہوا۔ (گویا) اسلاف کی نیکیاں ہی اخلاف کے لیے

İmam-ı Rabbanî hazretlerinin camisinin bahçesinde Kâbe-i Muazzama'nın tecessüm ettiği yer
The place where the Holy Ka'ba-i Muazzama appeared, in the garden of Hadrat Imam-i Rabbanî ' s mosque

۱۲- حضرت مجدد کی مسجد کا وہ مقام جہاں کعبۂ حسنا نے نزول فرمایا۔ (ماخوذ از کتابچہ سرہند)

انعام ہیں۔

یاقوتیہ

جب ۱۰۶۷ھ میں حضرت خواجہ پر حرمین الشریفین کی زیارت کے عشق کا غلبہ اور مواجہہ منورۂ حضرتِ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ الف الف صلوٰۃ والسلام کے طواف کی آرزو کی انتہا ہوئی تو استطاعت کی کمی، زادِ راہ کی قلت اور سفر کے نقصان (کے پیش نظر) بعض دُور اندیش دوستوں نے جہاز کی سواری، دریا (سمندر) کی طغیانی اور دیگر نقصانات کے خیال سے مشورہ کے طور پر آپ کو اس سفر سے منع کیا، لیکن آپ نے اس کے باوجود اس کا عزم کر لیا۔ چونکہ آپ نے اس سے پہلے اس قسم کا سفر اختیار نہیں کیا تھا اس لئے عقلی طور پر کبھی کبھی اس کے لیے تشویش اور دل مبارک میں اس کا قلق بھی ہوتا تھا۔

یہاں تک کہ ایک روز چاشت کے وقت جب مخدوم زادہ عالی درجہ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ سلمہ اللہ سبحانہ آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ کو نہایت ہی مسرت کے عالم میں زبان گوہر فشان سے یہ بیان فرماتے ہوئے پایا۔ کہ میں اس سفر مبارک کی کیفیت کے بارے میں متوجہ ہوا تو خود کو تمہارے تمام بھائیوں سمیت اس "مقام شریف" میں پایا اور عین طواف کی حالت میں دیکھا اور اشارہ کیا گیا کہ تمام مشکلات جو کہ ہماری نظر میں تکلیف دہ معلوم ہوتی تھیں آسان کر دی گئی ہیں اور اس سفر میں ظاہری و باطنی برکات کا اجرا کر دیا گیا ہے۔ پس ایسا ہی رونما ہوا جیسا کہ آپ سلمہ اللہ سبحانہ نے کہا تھا، اس کا ہر اعلیٰ و ادنیٰ نے مشاہدہ کیا۔

یاقوتیہ

(ہندوستان سے روانگی کے وقت) ان ایام کی "توجہات" میں حضرت خواجہ پر یہ مکشوف ہوا کہ آپ کے یہاں سے چلے جانے کے بعد سرزمینِ ہند پر ظلمت اور بلاؤں کا ظہور ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے حرمین الشریفین کی طرف روانہ ہونے کے بعد

کمال شدت کے ساتھ وبا پھوٹ پڑی، خاص طور پر "بلدۂ سرہند" سے ہر روز تین چار سو جنازے اُٹھائے جاتے تھے اور اس شہر کے لوگوں نے عجیب قسم کی سختیاں جھیلیں۔ اور (شاہ جہان کے بیٹوں کے درمیان جنگ تخت نشینی) کے باعث "قتلِ عام، اختلافِ سلطنت"، امورِ مملکت میں تبدیلی اور ایسا قحط عظیم رونما ہوا کہ ایک عالم تہہ و بالا ہو گیا۔

یاقوتیہ

(سفر کے لیے) جہاز میں سواری کے ایام میں حضرتِ خواجہ کو عادی دردِ مفاصل کا عارضہ ہوا۔ ایک روز جبکہ مرض میں قدرے افاقہ تھا، آپ نے دیر تک مراقبہ کیا تو اس کے بعد آپ کے چہرۂ انور پر خوشی و فرحت کے آثار ظاہر ہوئے۔ اس کے بعد "گریۂ شوق" سے بہت رقت ہوئی، مجلس کے ختم ہونے کے بعد مخدوم زادوں حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ خواجہ محمد عبید اللہ سلمہا اللہ سبحانہ نے اس "گریہ و ذوق" کے بارے میں دریافت کیا تو کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس مرض میں مجھ پر اللہ جل شانہ کی برکات و عنایات کا اس کثرت سے نزول ہوا کہ ان کا بیان ناممکن ہے۔ اس مراقبہ میں اس بشارت کا مشاہدہ کیا جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنی آخری عمر میں میرے حق میں فرمائی تھی، اس بشارت کا تعلق ہے "حضرت ذات بحت سے واصل ہونا" جو بلند اور پاک ہے اور وابستہ ہے صفاتِ ثمانیۂ حقیقیہ کی ترقی سے اور کعبۂ حسنا کی حقیقت سے مشروط ہے، ان صفات کے اصول کے مراتب و منازل طے کرنا جو کہ شیون ذاتیہ ہیں اور صرف اعتبارات ہیں۔ جب اس معاملہ میں غور کیا گیا تو اس بلند نسبت نے شرفِ ظہور فرمایا اور وہ اسرار درمیان آئے کہ جن کا اظہار نہیں کیا جا سکتا، اس نسبت کی بلندی کی راہ (وجہ) سے اس کیفیت کے حصول کے باوجود پھر بھی قدرے تردد واقع ہوا، تو اس واضح بشارت کے حصول کے لیے میں آہ و زاری کرنے لگا۔ ندا آئی تم کس موطن میں ہم سے جدا ہو، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مختص کر دیتا ہے۔

یاقوتیہ

(حج کے لیے روانہ ہونے کے دوران) جہاز پر سوار ہونے کے دنوں میں آپ ایک روز فرمانے لگے کہ ان ایام میں حضرت قبلۃ الاولیا مجدد الف ثانی قدسنا اللہ سبحانہ کثرت سے (عالم رویا میں) ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس رات دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانی تشریف لائے ہیں اور میرے بڑے بھائی عارف سبحانی خواجہ محمد صادق ہمراہ ہیں ہیں اور زبدۃ العارفین مخدومی خواجہ محمد سعید بھی حاضر ہیں آپ (حضرت مجدد) نے ہم تینوں بھائیوں کو تین پشمین چادریں عنایت کیں۔ مخدومی خواجہ محمد صادق نے اس چادر کو اس طرح لپیٹ کر پکڑ لیا کہ گویا اس کی حفاظت کر رہے ہیں اور انہوں نے اُسے اپنے اُوپر نہیں اوڑھا اور مخدومی و مکرمی خواجہ محمد سعید نے اس چادر کے ایک حصے کو پھیلا دیا اور دوسرے کو اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ لیکن میں نے وہ چادر ساری ہی پھیلا دی اور اس کا تھوڑا سا حصہ اپنے اُوپر اوڑھ لیا[1]۔

یاقوتیہ

عالی حضرت (خواجہ محمد معصومؒ) جب بندرگاہ مخا[2] سے حرم محترم کے لیے روانہ ہوئے تو آپ نے فرمایا اس صحرا کے تمام نشیب و فراز کو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے پُر دیکھا اور ان مقامات کی تمام اشیاء کو "انوار کریمہ" میں پوری طرح لپٹا ہوا دیکھا خود کو اس بحر انوار کی اتھاہ گہرائیوں میں پایا۔

---

[1] چادر سے یہاں مراد منصب ارشاد ہے اور اس کے پھیلانے اور اوڑھنے سے مراد ہے تبلیغ و ارشاد کی سعادت کا حصہ (ر۔ک بہ حواشی متن فارسی)

[2] مخا، یمن کا ایک شہر ہے جو ساحل سمندر پر زبید اور عدن کے درمیان بندرگاہ ہے (یاقوت ۶۷/۵) سارے یمن میں اس قسم کا عالی شان بندرگاہ نہیں ہے (رازی: ہفت اقلیم ۱/ ۱۵) مخا سے تجارت کے لیے عدن جاتے ہیں (المنجد ۸۲۱ - طبع ۲۳)

یاقوتیہ

حضرتِ خواجہ دامت برکاتہ ۲۳ شعبان شبِ جمعہ کو مراوعہ سے صنعا کی طرف روانہ ہوئے (کذا) اور مخدوم زادہ والا گوہر حضرت خواجہ محمد عبید اللہ سلمہ اللہ سبحانہ بھی حضرت خواجہ کے ہودے کے ایک حصے میں سوار تھے، فرماتے تھے کہ ان دنوں "کعبۂ حسناء" کے بہت ہی انوار ظاہر ہو رہے ہیں، جہاز پر سوار ہونے سے لے کر آج تک اس کے ظہور سے مشرف ہو رہا ہوں اور آج وہ پہلے دنوں سے زیادہ ظاہر ہوا ہے۔ ایک ساعت کے بعد مشاہدہ ہوا کہ وہ میری طرف آ رہا ہے۔ اس طرح کہ مسکراتے ہوئے پوری بشاشت سے دراز قد، سفید فام اور بہت سے انوارِ تابناک سے پُر سُرخ لباس میں عورت کی صورت میں متمثل ہوا، اس قسم کے انوار مغرب کی نماز میں بھی ظاہر ہوتے۔ اس سے مخاطب ہونے تک یہی کیفیت رہی۔

یہ مکاشفہ عارفِ کامل شیخ ابن عربی کے اس مکالمے کی طرح ہے جو ان کا کعبۂ حسناء کے ساتھ ہوا تھا۔ شیخ اپنے ایک رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:

کہ میں قیام کے دنوں میں ایک چاندرات میں جبکہ قدرے بارش بھی ہو رہی تھی، میں طواف کعبہ کے لیے نکلا، اور حجر اسود کے قریب پہنچا۔ اس سے پہلے میں خود کو کعبہ سے افضل سمجھتا تھا کیوں کہ حقیقتِ انسانی پتھر کی حقیقت سے افضل ہے ـــــ ناگاہ میں نے دیکھا کہ "کعبۂ حسناء" ایک نہایت خوبصورت زیب و زینت سے آراستہ لونڈی کی شکل میں ظاہر ہوا کہ اس سے پیشتر ایسی خوبصورت لونڈی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ اس نے اپنا دامن سمیٹا اور اس ہتھیار سے جو اس کے ہاتھ میں تھا مجھ پر حملہ کر دیا۔ اور کہا کہ تو نے میری کتنی قدر ضائع کی، میں تجھے طواف نہیں کرنے دوں گی۔ اگر میں

لہ منتہی الارب (۲/ ۴/ ۲۷۴ طبع لاہور ۱۳۲۲ھ) میں تشقدف کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے "لونی از ہودہ و اما التشقدف، فلیس من کلامہم"......

دیوارِ کعبہ کی پناہ نہ لیتا تو اس کا ہاتھ مجھ تک پہنچ جاتا (حملہ بر من رسید) شیخ اکبر نے یہ حکایت بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ میں اس مسئلہ میں (یعنی پتھر پر انسان کی فضیلت) غلطی پر تھا۔

فصلِ دوم

حرمِ مکہ معظمہ (اللہ سبحانہ اس کے شرف کو زیادہ کرے) میں جو کچھ ظاہر ہوا، اس فصل میں بیس یواقیت ہیں۔

یاقوتیہ

فرماتے تھے کہ جب میں مکہ مبارکہ میں آیا اور طواف کے دوران دیکھا کہ نہایت ہی حسین وجمیل مرد اور عورتیں ہمارے ساتھ شریکِ طواف ہیں اور اس جماعت کے طواف میں ایسا اشتیاق اور وابستگی دیکھی جو اس دُنیا کے لوگوں میں نہیں ہوتی۔ وہ ہر وقت "بیتِ عتیق" کو بوسہ دیتے اور معانقہ کرتے تھے۔ دیکھا کہ اس جماعت کے قدم زمین سے اُونچے ہیں اور ان کے سر آسمان تک پہنچے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اس طرح مشاہدہ ہوا کہ "کعبۂ حسنا" بھی اس جماعت کے ساتھ آسمان کی بلندی تک چلا گیا ہے۔ اس کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ مرد دراصل فرشتے اور عورتیں حوریں تھیں۔

یاقوتیہ

حضرت ایشان (خواجہ محمد معصومؒ) سلمہ اللہ سبحانہ فرماتے تھے کہ جب میں عرفات جانے کے لیے نکلا اور اس وقت میرا قیام منیٰ میں تھا۔ میں نماز کے لیے مسجد خیف میں گیا۔ اس مسجد میں ایک قبہ ہے۔ اس کے قریب حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

نے خیمہ نصب فرما کر قیام کیا تھا۔ اور پھر یہ پیغمبروں میں سے حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کا مقام ہے اور جیسا کہ احادیث میں ہے اس مسجد میں ایک مینار بھی ہے جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور میں مذکورہ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت شان و شوکت سے ورود ہوا اور اس وجودِ شریف اور عنصرِ لطیف صلی اللہ علیہ وسلم سے زمین و آسمان اس طرح منور ہو گئے کہ تمام اشیا ان انوار میں گویا ڈوب گئیں۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ورود گویا شکر خداوندی کے مشاہدہ اور اس مبارک جگہ کے معائنہ کے طور پر ہوا تھا۔

یاقوتیہ

حضرتِ خواجہ ماہِ رواں کی گیارہ تاریخ کو ایام تشریق[1] میں جب کہ آپ منیٰ میں ٹھہرے ہوئے تھے، زیارت کے لیے شہر میں آئے، تو فرمانے لگے کہ جب میں طواف سے فارغ ہوا تو ایسا مشاہدہ ہوا کہ حج کے ثواب اور اس کی قبولیت کے کاغذ پر مہر لگا کر مجھے عنایت کیا گیا ہے اگرچہ شیطان پر پتھر برسانے کا عمل باقی تھا لیکن ادائیگی ارکان کے اعتبار سے گویا حج مکمل ہو چکا تھا۔

یاقوتیہ

حضرت خواجہ سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہ مکہ معظمہ میں اقامت کے دوران اکثر طواف میں مشغول رہتے تھے اور ان ایام میں آپ اس عبادت کو دوسری عبادات سے زیادہ اہم شمار کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ عجیب امور اور نادر چیزیں مشاہدہ میں آئی ہیں۔ اکثر اوقات یہ دیکھا گیا کہ "کعبۂ حسنا" ہم سے معانقہ کر رہا ہے اور کامل اشتیاق سے بوسے لیے گئے۔ ان ایام میں ایک روز مشاہدہ ہوا کہ وہ انوار و برکات جو مجھ سے نکل رہے ہیں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ انہوں نے تمام اشیاء کو ڈھانپ لیا ہے اور فضا ان سے بھر

---

[1] عید الاضحیٰ کے بعد تین دن جن میں گوشت خشک کیا جاتا ہے (المنجد۔ شرق ۳۸۴، دستور العلماء ۲۹۶/۱)

گئی ہے اور اس کے پہلو میں دوسروں کے انوار معدوم (لاشئی) ہو گئے۔ جب میں نے اس معاملہ پر غور کیا۔ تو یہ ظہور ہوا کہ میں اپنی اصلیت سے ماورا۔ ہو کر حقیقتِ "کعبہ حسناء" ہو گیا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام انوار مجھ سے ظاہر ہوئے اور میں نے دیکھا کہ بہت سے صاحبِ باطن حاضر ہیں اور کعبہ حسناء کا طواف کر رہے ہیں۔

چنانچہ بادشاہوں کے خدام وہاں ہر وقت حاضر رہتے ہیں۔

یاقوتیہ

حضرت خواجہ سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہ نے ۲ محرم الحرام کو اہل معلیٰ کی زیارت کی، فرماتے تھے کہ یہ مقبرہ اپنے مدفونین کے اعتبار سے اعلیٰ مقام اور کثرِ انوار کے لحاظ سے تمام مقابر سے مستثنیٰ ہے۔ جب آپ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کی تربت وہاں ہے، پر پہنچے تو وہاں توقف کیا اور فرمایا کہ گویا بحرِ انوار موجزن ہے اور ان (حضرت عبدالرحمن) سے حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ مبارک کے کمالات تاباں و درخشاں ہیں۔

اس کے بعد ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے روضہ منورہ پر اپنے اصحاب کے ساتھ دیر تک مراقبہ کیا اور فرمایا کہ ـــــ امہات المومنین میں سے سب سے بڑی ام المومنین نے اس قدر الطاف و عنایات و عطیات فرمائے کہ ابھی تک کسی سے، اس قسم کے "الطاف" کا ظہور نہیں ہوا۔ اور میں نے محسوس کیا یہ عفت مآب کمال درجہ کے اہتمام اور کثرت اعتنا کے باوجود حجاب سے باہر تشریف لا کر کھڑی ہو گئی ہیں، انعام و عطا میں مصروف ہیں اور فرمایا کہ فلاں فلاں کو بھی یہ نعمت دے دینا۔ اس طرح بہت کچھ فرمایا۔

ان تمام عجیب امور اور نادر نعمتوں میں سے جو مجھے انہوں نے عطا کیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ شریفہ اپنی انتہائی "علو، غایتِ رفعت اور اصالت" سے اس طرح محسوس کروائی کہ گویا کمالاتِ نبوی علی مصدرہا الصلوٰت والسلام میں لپٹی ہوئی ہے۔

فرماتے تھے کہ جب میں فاتحہ سے فارغ ہوا تو حضرت ام المومنین حجاب سے پھر باہر تشریف لائیں گویا وہی فاتحہ اور اجازتِ رخصت تھی، اس کے بعد میں نے ہر چند ان کے ظہور کے لیے توجہ کی لیکن ظاہر نہ ہوئیں۔

اس کے بعد اُس احاطہ میں جہاں حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت سفیان بن عُیینہ اور دیگر بہت سے جلیل القدر مشائخ کے مزار ہیں، میں گئے اور حضرت فضیل کی شان میں بہت سے تعریفی کلمات فرمائے اور کہا امت مرحومہ کے بڑے مشائخ میں میں سے چند ایک ایسے ہیں جو سب سے مستثنیٰ اور علیحدہ شان کے مالک ہیں، اس جماعت میں حضرت فضیل بھی شامل ہیں۔

اس کے بعد آپ اس شخص کی قبر پر گئے جو ہندوستان میں حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہ سے اخذ طریقہ میں مصروف ہوا تھا، لیکن عقل کوتاہ نے دھوکہ دیا اور وہ دوسری جماعت میں شامل ہو گیا، تو وہاں (قبر پر) توقف کیا اور فرمایا کہ وہ خوف زدہ، مغموم اور ندامت سے سر جھکائے ہوئے ایسی عجیب حالت میں ظاہر ہوا کہ کیا بیان کیا جائے۔ میں نے اس کے حال پر ہر چند توجہ کی لیکن اس پر اس کا بہت کم اثر ہوا، فرمایا کہ غیب کا علم اللہ سبحانہ کو ہے جو اس کی طرف گیا اس نے سعادت پائی، اور جس نے اس کے سامنے التجا کی وہ کامیاب ہوا (مراد پائی)۔

یاقوتیہ

حضرت خواجہ دامت برکاتہ بعض ان مشائخ (کے مزارات کی) زیارت کے لیے بھی گئے جنہوں نے حضرت خواجہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے معرفت حاصل کی اور آپ سے خصوصی تعلق رکھتے تھے۔ (ان میں سے) ایک کی قبر پر کچھ دیر اپنے اصحاب سمیت مراقبہ کیا اور واپس پہنچ کر فرمایا کہ وہ بڑی عجیب حالت میں ظاہر ہوا تھا۔ وہ اس قدر شرمندہ تھا کہ سر اٹھا کر ہمارے ساتھ نظریں بھی نہ ملا سکا۔ اس کا سبب جب اس سے

پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ یہ ساری حالت حضرتِ مجدد الف ثانی کی اتباع سے روگردانی کے باعث ہوئی ہے کہ اس حقیقتِ حال کو جاننے کے باوجود کہ آپ اپنے وقت کے امام تھے، میں نے ایسا نہ کیا۔

یاقوتیہ

چونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تحریرات میں حقیقتِ کعبۂ حسنا کی تحقیق کے سلسلہ میں مختلف عبارتیں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے حضرت خواجہ دامت برکاتہ نے ایک دوسرے پر منطبق کرنے کی کوشش کی اور انہیں جمع کرنا چاہا۔ عالمِ غیب سے اس کی حقیقت کے ظہور کے لیے التجا کی اور وہ طالبانِ یقین جو آپ سے وابستہ تھے وہ ان معارف (کے نتائج) سُننے کے اُمیدوار و منتظر تھے۔ یہاں تک کہ ایک روز مکہ معظمہ میں قیام کے دوران آپ نے نہایت مسرت و انبساط کے ساتھ عالی مرتبہ مخدوم زادوں سے جو خلوت میں آپ سے استفادہ کر رہے تھے، فرمایا جب میں نے اس معاملہ پر غور کیا تو اس عجوبہ نما حقیقت کی اصل الاصل مل گئی یعنی (حقیقتِ کعبہ کو) تمام حقائق پر فائق دیکھا اور محسوس ہوا کہ تمام اشیاء کے حقائق اُسے (حقیقتِ کعبہ) سجدہ کرتے ہیں اور مقام عبودیت سے متعلق تمام مراتب حتیٰ کہ نبوت اور رسالت بھی اس عالی ترین حقیقتِ (کعبہ) سے نازل ہوتے ہیں جس مقام پر امکان کا اثر اور عابدیت کا شائبہ ہے۔ اسی حقیقت پر اس کی انتہا ہے۔ اس کے ماوراء صرف عبودیت رہ جاتی ہے۔ پس ناچار یہ حقائق (جو بیان کیے گئے ہیں) ملکی و بشری ہیں۔ کیونکہ وہ حقیقت درحقیقت مجرد اعتباری[1] ہے، ذاتِ بحت پر یہی چیزیں حجاب بن گئی ہیں۔ ان معنی میں نہیں بلکہ جو سرادقات میں وہ اللہ تعالیٰ پر زائد نہیں بلکہ عظمت ذاتیہ کے معنوں میں۔ یہ تو اس کی کبریائی کے لوازم میں ہے۔ اور یہی کیفیت اس کا ایک حجاب بن گئی ہے — پس اس کی حقیقت کچھ نہیں؛

---

[1] یعنی اعتبار کر لیا جائے کہ اس کے اندر بھی ایک تجرد ہے۔

صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتبار ـــــ

جب دوبارہ نظر کی گئی اور فکر کی گہرائی میں گئے تو ایک بہت "دقیق سر" منکشف ہوا اور وہ یہ کہ آگاہ کیا گیا کہ "حقیقت کعبہ حسناء" تمام قرب اور بیان شدہ منزلت کے باوجود یعنی عبور کرنا اور ان سرادقات کے ماوراء چڑھنا، حقیقت یہ ہے جیسا کہ عبارت میں واضح کیا گیا ہے، دراصل ترقی یا عروج تو انسان کا خاصہ ہے ـــــ کوئی بھی اس امر میں اس کے ساتھ شرکت نہیں رکھتا پس کعبہ کی جو اپنی حقیقت ہے۔ اس کے ماوراء اس کا کوئی نصیب نہیں، اور یہ بھی محسوس ہوا کہ انسانی افراد میں جو کامل ترین ہیں خصوصاً حبیب، خلیل اور کلیم علیہم الصلوات والتسلیمات کا طبعی احیاء حقیقت کعبہ سے متاخر ہے ـــــ ترقی اور عروج کی وجہ سے ان کی عظمت کے سرادقات کے ماوراء سے ان کو "نصیب" ملا اور گزر ہوا۔ یہ متحقق ہے۔ پس کعبہ مکرمہ ہر چند اپنے اصلی مقام کے اعتبار سے تمام عالم کے افراد کے حقائق پر فوقیت رکھتا ہے۔ مگر ترقی اور عروج جو کہ انسان کا خاصہ ہے، کے ذریعہ بعض کامل ترین افراد کو اس حقیقت کے بھی اُوپر "تحقق" میسر ہے۔ اس لحاظ سے کعبہ ان کے انوار کی طرف نگاہ رکھتا ہے۔ کعبہ اور بعض کامل افراد میں ایک اور فرق واضح ہوا (اور وہ فرق) مکان اور مرتبہ کے اعتبار سے ہے اور روحانیات میں سے بعض جیسا کہ فرشتے وغیرہ جو ہر چند انسان سے بلند ہیں۔ اس امر کو جو مناسب مکان ہے مگر وہ منزلت اور درجہ جس پر فضیلت کا مدار ہے، آدمی کو معلوم ہو گیا۔ جیسا کہ عالم مجاز میں حقیقت کا مرتبہ مشاہدہ میں آجاتا ہے۔ ہر چند غلام، سلطنت کے خادم وزیروں کی نسبت بادشاہوں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں، لیکن وہ درجہ جو وزیروں کو حاصل ہوتا ہے وہ غلاموں کے نصیب میں نہیں۔

یاقوتیہ

حضرت خواجہ دامت برکاتہ پہلی مرتبہ عاشورہ کے روز جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو فرمایا، کہ اس بیت شریف کے اندر وہ نادر اسرار اور عجیب مطالب معائنہ میں

آئے کہ ان کا اثر باہر محسوس نہیں ہوتا، چنانچہ "عالمِ مجاز" میں اندر اور باہر کا فرق واضح ہے۔ یہ حقیقت دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ "خلوتِ خاص" اور "خاص مجلس" کا تعلق "اندرون" سے ہوتا ہے اور "باہر" ایسے امور بہت ہی کم ہوتے ہیں۔

یاقوتیہ

مخدوم زادہ عالی درجہ حضرتِ خواجہ محمد نقشبند سلمہ اللہ سبحانہ سے منقول ہے کہ مکہ معظمہ میں اقامت کے دوران حضرتِ خواجہ محمد معصوم نے اپنے برادرِ کلاں قدوۃ المحققین زبدۃ العارفین حضرتِ خواجہ محمد سعید قدس سرہ جو ان دنوں شدید قسم کے مرض میں مبتلا تھے، دفع مرض کے لیے توجہ کی، اور گڑگڑا کر حضورِ خداوندی میں التجا کی، دُعا کے لیے ہاتھ مبارک اُٹھائے، فرمایا حدِ امکان تک خضوع و خشوع کیا گیا تو مشاہدہ ہوا کہ مختلف اقسام کی مخلوق نے ہزاروں ہاتھ اٹھا کر میری موافقت کی اور دُعا میں میری اتباع کی، بلکہ تمام حقائق اسماء و صفاتِ الٰہی جل شانہ اور اس کے اصول و ظلال بھی اس مراد کے حصول کے لیے میرے ساتھ شرکت کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ میں ذات بحت کی طرف رجوع ہوا جو پاک اور مقدس ہے۔ یہاں تک کہ اس کے قبولیت کے آثار ظاہر ہوئے اور وہ (برادرِ بزرگ) صحتیاب ہو گئے۔

یاقوتیہ

حضرتِ خواجہ دامت برکاتہ فرماتے تھے کہ ایک روز میں طواف کر رہا تھا کہ کعبہ حسنا نے میرے ساتھ معانقہ کیا اور عجیب قسم کے شوق سے مجھے اپنی گرفتِ سخت میں لے لیا۔

یاقوتیہ

مخدوم زادہ گرامی مرتبہ خواجہ محمد سیف الدین سلمہ اللہ سبحانہ سے منقول ہے کہ ایک رات حضرتِ خواجہ طواف سے فارغ ہو کر رکنِ یمانی کے سامنے اس مقام پر جہاں سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے، نمازِ وتر میں مصروف ہوتے، فرماتے ہیں کہ (وہاں)

ایسا محسوس ہوا کہ فرشتوں کی کثیر تعداد رکن یمانی کے نزدیک حاضر ہے۔ جو اس حدیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰت والتسلیمات کی تائید ہے کہ رکن یمانی کے نزدیک ستر ہزار فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ معائنہ بھی کیا کہ وہ جماعت اپنی جگہ سے منتقل ہو کر میرے ارد گرد جمع ہو گئی ہے اور اُن کے ہاتھوں میں قلم و دوات ہے۔ انہوں نے مجھ سے "حقیقتِ معاملہ" کے بارے میں کچھ لکھوایا اور چلے گئے۔

یاقوتیہ

فرماتے تھے کہ پنجشنبہ کو سحر کے وقت بعض کمالات کے حصول کے لیے تضرع و التجا کی ایک ساعت کے بعد اس آہ و زاری کا پھر غلبہ ہوا اور میں نے کہا بندہ کے لیے اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ ارادت رکھے اور یہ خطرہ ایسے انشراح صدر میں تبدیل ہوا کہ "بسطِ عظم" پیدا ہو گیا۔ نماز کے بعد حلقۂ ذکر میں دیکھا کہ مجھے ایک عالی شان خلعت عطا ہوا ہے۔ ناگاہ، مجھے خیال ہوا کہ یہ کیسا خلعت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ خلعتِ عبودیت ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

یاقوتیہ

حضرتِ خواجہ دامت برکاتہٗ ایک روز "مصلائے مالکی" پر حلقۂ ذکر میں بیٹھے ہوئے تھے اور استغراق، توجہ اور مراقبہ میں مصروف تھے، فراغت کے بعد ایک حلقہ منعقد کیا۔ اس میں فرمایا کہ آج "مجلسِ سکوت" کے دوران "خلعتِ ارشاد" کمال درجہ کی شان کے ساتھ اپنے اُوپر دیکھا اور خود کو اس وقت مرتبۂ ارشاد کے اتنا مطابق پایا کہ اس سے زیادہ کا تصور ممکن نہیں ہے۔ وقت کا تقاضا اور قیامت کے قرب کی وجہ سے اس کا ظہور جیسا کہ وہ (مرتبۂ ارشاد) ہے، جلوہ گر نہیں ہوتا۔ نیز اس مجلسِ سکوت میں محسوس ہوا کہ مجھے قلم و دوات عنایت کیا گیا ہے۔ چنانچہ منصبِ وزارت بھی دیا گیا۔ اس لیے عالمِ ملک و ملکوت کے دفاتر کے ظاہری و باطنی احکام حضرت خواجہ کو تفویض ہوتے اور آپ عالم پناہ

ہوسکے اور امور کی تجویز و تصحیح کے لیے آپ کی شخصیت مسلّم ہوگئی۔

یاقوتیہ

حضرت خواجہ جب دُوسری مرتبہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو فرمایا کہ بیتِ شریف کے اندر اس قدر "اسرارِ خفیہ" کا ظہور ہوا کہ وہ کبھی باہر محسوس نہیں ہوتے تھے۔ اور وہاں مجھے سبز رنگ کا خاص خلعت بھی عطا ہوا۔

یاقوتیہ

فرماتے تھے کہ بیت اللہ شریف کے گرد روحوں کو میں حاضر اور طواف کرتے ہوئے دیکھتا ہوں سا کثر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اور میرے بڑے بھائی عالم ربانی عارف سبحانی شیخ محمد صادق ان رُوحوں کے ساتھ طواف کرتے ہوئے پائے گئے اور بعض انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کو وہاں حاضر اور طواف کرتے ہوئے مشاہدہ کیا۔ لیکن ان کا طواف تکلفاً نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ صرف شوق کے تحت تھا۔ چنانچہ حدیثِ نبوی علی مصدرہا الصلوٰت والتسلیمات میں ہے کہ معراج کی رات جب حضرت سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت مُوسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ صلی اللہ علیٰ نبینا وعلیٰ آلہم وسائر الصالحین۔

یاقوتیہ

، سفر کو مکہ معظمہ میں اقامت کے دوران ارکانِ حج سے فراغت کے بعد حضرت خواجہ محمد معصومؒ اپنی اقامت میں جو بابِ ابراہیم اور باب وداع کے درمیان مسجد سے باہر واقع ہے، بیٹھے ہوئے تھے اور "بلند درجات مخدوم زادے" بھی خدمت عالی میں حاضر تھے۔ حضرت خواجہ "تحقیق فنائے اتم، نفی معالم اور استغفار شرکِ خفی" کے بارے میں عالی شان کلمات القا فرما رہے تھے ——— اس اثنا میں حضرت امام ہمام قبلۃ الاولیا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ایک قول کا بیان ہوا کہ ایک روز آپ نے ایک تقریب میں عارفِ کامل

شیخ محی الدین ابن عربی کا یہ واقع بیان کیا کہ شیخ قدس سرہ اس آیت کریمہ و ان من شئی الا یسبح بحمدہٖ کی تاویل میں لکھتے ہیں کہ ہو سکتا ہے بحمدہ کی ضمیر خود شئی ہی کی طرف راجع ہو یعنی اس ضمیر کا مرجع خود شئی ہو یعنی اس کی رُو سے "شرکِ خفی کے دقائق" سے مکمل طور پہ باہر نہیں آئے اور اس کی اپنی ذات درمیان ہے، ایسی حمد اللہ تعالیٰ کی جناب کے لائق نہیں ہے اور اس مقدس جناب تک نہیں پہنچتی بلکہ حمد کرنے والے کی طرف لوٹتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اس معرفت کو پسند کرتے اور فرماتے تھے کہ اس وقت جب میں نے نظرِ کشف سے اس پہ توجہ کی تو تمام عالم میں سے کسی کو "دائرۂ نفی و انتفا" کو تمام کرنے والا اور شرکِ خفی کے دقائق سے باہر آیا ہوا نہیں پایا۔ اور ایسا محسوس کیا کہ اس وقت ہر ایک اللہ جل شانہ کا ذکر کرنے والا اور کلمۂ توحید پڑھنے والا جب تک شرک کی تنگ وادی سے باہر نہیں آتا، وہ جو کچھ کر رہا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتا بلکہ کہنے والے کی ذات کی طرف لوٹتا ہے تو کلمۂ طیبہ لا الہ اس کے حق میں الا انا (مگر ہم) ہو جاتا ہے اور کلمہ طیبہ سے اس کے حق میں "الا انا" حاصل ہوتا ہے[1]۔ فرماتے تھے کہ خود کو اس حکم سے مستثنیٰ پایا اور اللہ جل شانہ کے کرم اور عنایت سے میں نے دیکھا کہ وہ "اثبات" جو مجھ سے واقع ہوا وہ جناب قدس حضرت وہاب جل شانہ تک پہنچ گیا ہے اور اس کے مرتبہ عالیہ کے لائق ہے۔

یہ نقل کرنے کے بعد حضرت (خواجہ محمد معصوم) دامت برکاتہ فرماتے تھے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کمال مہربانی و کرم سے وہ مقام مجھے عنایت فرمایا اور (اس مقامِ اثبات میں) مجھے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا شریک بنایا اور محسوس ہوتا ہے کہ وجود کے تمام مرتبوں میں سے کسی مرتبہ (خلق اور امر) جو عالم خلق اور امر کے لطائف ہیں، شرک کا شائبہ تک نہیں رہا۔

یہاں متحقق ہو گیا اور جب نفی کا مقام بتمام و کمال منتہی ہوا تو مرتبۂ اثبات میں سے

---

[1] یعنی لا الہ (نفی) الا اللہ (اثبات)

حظ وافر اور نصیب کامل کا حصول ہوا۔ اس وقت عارف مُخلَص[1] ہو جاتا ہے چونکہ اس کی تمام ذات وصفات اللہ سبحانہ کے لیے ہوتی ہیں اس لیے اس کا کوئی عمل تصحیح نیت کا محتاج نہیں ہوتا، اگرچہ اس کی نیت پر احتمال ہی کیوں نہ کیا گیا ہو، پھر بھی وہ تعین کی محتاج نہیں ہوتی۔ اس وقت وہ اپنے میں کوئی آرزو نہیں پاتا وہ اور اس کے لطائف یہی ہوتے ہیں کہ اُسے (تمام حاجتوں سے) مبرا کر دیا جاتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا اس مدعا پر یہ شاہد ہے کہ میں ایک روز مسجد حرام میں باب الوداع کے قریب کلمہ طیبہ کے ذکر میں مشغول تھا۔ ذکر لسانی ختم کرنے کے بعد جب مراقبہ میں مصروف ہوا تو محسوس کیا کہ "کعبہ حسنا" اپنے مقام سے منتقل ہو کر اپنی صورت اور حقیقت کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوا ہے، اس وقت یہ محسوس ہوا کہ اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا حتیٰ کہ دیواریں اور چھت بھی اس سے خالی ہے۔ اور اپنی لطافت ومحاسن کے اظہار کے طور پر مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اس وقت میں ذکر لسانی کا مراقبہ بھی کر رہا تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ جب بھی میں کلمہ طیبہ پڑھتا تھا کعبہ میرے بوسے لیتا تھا چونکہ کعبہ اس وقت اپنے "اصل الاصل" مقام سے ہٹا ہوا تھا اس لیے جب تک کلمہ مبارکہ کا اثبات (الا اللہ) اس مقام تک واصل نہ ہو اس بارگاہ میں مقبول نہیں ہوگا، اس امر کے مشاہدہ سے اس عالی مقام کے حاصل ہونے کی پوری اُمید ہو گئی ہے۔

یاقوتیہ

بڑے مخدوم زادوں سے منقول ہے کہ ماہِ شعبان کے نصف میں حضرت خواجہ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ اسوقت حرم محترم سے وداع کا وقت بھی قریب آرہا تھا، فرمایا کہ اسوقت "عظیم الطاف وعطیات" مرحمت ہوتے اور انکشاف ہوا کہ وہ جواہر سے آراستہ سبز رنگ کا

---

[1] مخلَص (بفتح لام)، یعنی وہ طالب جس کو خدا نے شرک سے پاک کر دیا ہو۔ اور مخلِص یعنی جس کی عبادت خالص اللہ ہی کے لیے ہو۔ (یہاں اول الذکر کا مفہوم ذہن میں رہے)

خلعت جو عطا ہوا ہے دراصل وداعی خلعت ہے۔ اس کے بعد اجازتِ رخصت اور اس سفر میں ہمراہی صاحبزادگان کے لیے عنایات کے حصول کے لیے متوجہ ہوا تو دیکھا کہ ان سب کے لیے الگ الگ خلعت عنایت کیے گئے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک اور فرماتے تھے کہ مقامِ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے نزدیک "مناسبت" غریبہ کا ظہور ہوتا ہے۔ اس لیے وہ مقام "اسرارِ خلت" سے مملو ہے۔

یاقوتیہ

حضرت خواجہ دامت برکاتہ گیارہ ربیع الاوّل کو، جو کہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہٖ الف الف صلوٰۃ وسلام کا "شبِ مولود" ہے۔ فرمایا آج ہم نے اپنے (منصبِ) ارشاد کے بارے میں اللہ جل جلالہ کے حضور تضرع کے ساتھ التجا کی کہ اسے ترک کر دینا چاہیئے یا اللہ تعالیٰ کی کیا مرضی ہے؟ پس ہمیں اس جلیل القدر امر پر مامور رکھا گیا۔ اس کے اہتمام کے لیے کامل رضا کا ظہور ہوا، اور اس کے ترک کرنے کے بارے میں کوئی اشارہ نہ ہوا۔

یاقوتیہ

جب آپ مکہ معظمہ سے جدہ پہنچے، تو فرمانے لگے۔ حرم شریف سے باہر بھی انوار و اسرار ان انوار سے زیادہ نظر آتے ہیں جو حرم کے اندر دیکھنے میں آتے ہیں حضور میں انوار کی شعاعوں کے غلبہ کے دوران دیکھنے کے سوا چارہ نہیں ہے اور انسانی فہم انکا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اجتماع خاطر (ہنگام قلب) میں "انوار" فہم وادراک کے قریب آجاتے ہیں۔

یاقوتیہ

حضرت خواجہ سلمہ اللہ سبحانہ ودامت برکاتہ ۱۸ رجب المرجب بروز شنبہ کو "مکہ مشرفہ" میں روانگی کے وقت مصلائے مالکی پر اپنے اصحاب کے ساتھ "حلقۂ ذکر"، "مراقبہ وسکوت" میں بیٹھے ہوئے تھے کہ فرمانے لگے۔ کہ اس مجلس میں ایسی "غیبت" و "ربودگی" کی حالت تھی کہ اس میں کسی نے مجھے "عظیم عنایات وعطایاتِ الٰہیہ" کے ورود سے

آگاہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ ایسا "فاخرہ لباس" جلیل القدر خلعت اور اس سے ضیا اور انوار کی اس قدر شعاعیں ظاہر ہو رہی تھیں کہ ان کی کوئی مثال نہیں بلکہ صرف نور ہی نظر آتا تھا، جو مجھے پہنا دیا گیا۔ اس کے بعد وہ بقعۂ نور برخاستہ ہو گیا اور میں مسجد سے باہر آکر لیٹ[1] گیا تو مذکورہ خلعت کو اپنے اُوپر پایا۔ اس کے بعد پھر وہی "غیبت" کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اسی اثنار میں یہ ندا آئی کہ حضرتِ حق سبحانہ وتعالیٰ یہی لباس پہنتا ہے جو اس کے شایانِ شان نہیں ہے چنانچہ حدیثِ قدسی میں اس طرح آیا ہے۔ کبریائی اور عظمت میری دو چادریں ہیں (یعنی دو صفات ہیں)

جان لینا چاہیے کہ اس قسم کے معاملات اسرار میں داخل ہیں اور ظاہری معنی بیان کرتے وقت ان کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ (ظاہر معروف)

فصل سوم

آپ کے ان مکاشفات اور الہامات کا بیان جو مدینۂ رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ الف الف صلوٰۃ والسلام میں اور وہاں سے مراجعت کے دوران اور مکہ معظمہ پہنچنے تک (وارد ہوئے)

یہ فصل ۲۶ یواقیت پر مشتمل ہے۔

یاقوتیہ

حضرت خواجہ دامت برکاتہ مکہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے راستے بھر مقاماتِ مقدسہ (مشاہد) کی دریافت اور تجسس کرتے رہے خواہ وہ آثار ہوں یا مساجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

[1] "دراز کشیدن" کا یہ مفہوم فرہنگ معین سے ماخوذ ہے۔

جہاں تک ممکن ہوتا تھا اپنے آپ کو وہاں تک پہنچاتے تھے، اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات کی زیارت کے لیے بھی بہت کوشش کی، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کوئی چیز چاہے۔ جب وادیٔ بدر سے صفرا کے لیے روانہ ہوئے تو راستے سے ورے آپ حضرت عبیدہ بن حارثؓ جو کہ غزوۂ بدر میں زخمی ہو کر شہید ہوئے تھے اور صفرا میں مدفون ہیں کے مزار کی زیارت کیلئے گئے ۔۔۔۔۔ آپ نے کچھ دیر اپنے ساتھیوں سمیت وہاں مراقبہ کیا اس کے بعد آپ اپنے قافلہ میں واپس آگئے، تو فرمایا میں نے ان کی قبر پر توجہ کی، انہیں اس میں نہیں پایا لیکن ایک ساعت کے بعد ہی کمال شان و مرتبہ سے ظاہر ہوتے اور ہماری طرف آئے اور بڑی خندہ پیشانی سے ملاقات کی۔ تھوڑی دیر ہمارے ساتھ ٹھہرے پھر چلے گئے۔ گویا کسی امر الٰہی میں مصروف تھے یعنی مہمان نوازی کے لیے آئے تھے اور پھر اسی کام کے لیے چلے گئے ۔۔۔۔۔ جوں جوں مدینۂ معطرہ نزدیک آ رہا تھا "کثرتِ شوق" اور انوار کی شعاعوں کے "شدتِ ظہور" سے غالباً بیدار رہے، علی الصبح مدینۂ رسول علیہ وعلیٰ آلہٖ الف الف صلوٰۃ والسلام میں پہنچے، "روضۂ منورہ" اور مسجد شریف کی زیارت کے آداب بجالائے۔ "روضۂ معطرۂ شریفہ" سے انتہائی مہربانی اور عنایات ہوئیں، غیر حاضری کا سبب دریافت فرمایا اور انعامات و عطیات کا ظہور ہوا۔

تین چار روز کے بعد مدینہ منورہ کے چند لوگوں نے آپ سے بیعت ہونے کی استدعا کی، آپ نے کمال ادب سے ان جلیل القدر امور کے بارے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی اور مواجہہ کریمہ پر اس سلسلہ میں مراقبہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امر عظیم کے لیے کامل رضامندی اور اس کام کے لیے "انتہائی اہتمام" کا ظہور ہوا، چنانچہ اسی طرح کعبۂ حسنا میں ہوا تھا۔ نہایت عالی شان خلعتِ ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ مقدس سے عنایت ہوا۔ اسی طرح حضرات شیخین (حضرت سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے "انوار و عنایات" بھی ۔۔۔۔ ان اصحاب کا قرب

سرور انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰت والبرکات کے کمالات سے مزین ہو کر ظاہر ہوا۔ اور اکثر مشاہد و مقاماتِ مقدسہ خصوصاً مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰت والتحیۃ، مواجہہ شریفہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جائے سکونت پر "ظہور انوار" کا ورود اور ان مقامات پر "اسرارِ مکنونہ" جس کمالِ ظہور کے ساتھ موجزن ہوتے؛ بیان فرماتے رہتے تھے اور حضرتِ امام اجل مجدد الف ثانی قدس سرہ کے کمالات اور حضرت خواجہ محمد معصوم کا مرتبہ ان مقاماتِ مقدسہ پر معلوم ہو گیا۔

اس کے بعد آپ جنت البقیع کے مزارات پر گئے، حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عنایات اور الطاف، اہلِ بیت اور امہات مومنات نے مہربانیاں کیں۔ اسی طرح حضرت صدیقہ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کمالات نے لامحدود کمالات کا اظہار فرمایا، فرماتے تھے اگرچہ حضرت صدیقہ کا مدفن بقیع ہے لیکن حجرہ شریفہ جو آپ کا گھر ہے اور اکثر اوقات ام المومنین کو حجرہ شریفہ نبوی میں پایا اور "مسجد شریف" کو بھی ان کے انوار سے مملو دیکھا۔ فرماتے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قدر الطاف محسوس کئے اور میرے حال پر ان عنایات کا اتنا اہتمام فرمایا کہ کیا بیان کیا جائے؟

حضرتِ صدیقہ نے حضرتِ خواجہ کی "متنی" امداد و اعانت" فرمائی اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرتِ خواجہ نے حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے توسل سے حضرت خیر البریہ علیہ الصلوٰت والسلام والتحیۃ کے حضور "شفاعت" کی درخواست کی، جب شفاعت کا اثر بہت جلد ظاہر ہو گیا تو یہ راز معلوم ہوا کہ وہ "توسل" بہ عجلت تمام خود حضرت صدیقہ حبیبہ نے اپنی طرف منتقل کر لیا تھا اور ام المومنین فوراً یہ التماس لے کر جنابِ مطہرِ رسول اللہ علیہ وعلی آلہ الف الف صلوٰۃ والسلام کے حضور پہنچ گئیں۔ اور خود آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلو مبارک میں جلوہ افروز ہو ئیں۔ "لوازم محبت اور موانست کے آثار" کا ظہور ہوا، اور حضرتِ خواجہ کی التماس جنابِ مقدس نبوی علیہ وعلی آلہ الصلوٰت

والبرکات کے حضور عرض کر دی۔ آپ نے جو کچھ چاہا اس "درگاہِ معلیٰ" سے حاصل کر لیا۔

حضرت فاطمۃ زہرا علی ابیہا و علیہا السلام کے کمالات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے "شب مولد" میں ظاہر ہوتے اور اس شب کو "حجرۂ شریفہ" میں اہلِ بیت کا "اجتماعِ عظیم" اور بے پایاں سرور کا معائنہ کیا۔

یاقوتیہ

ان جملہ عنایاتِ الٰہی جل شانہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت خواجہ کو اپنے مریدین کی کثیر تعداد کے ساتھ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے "حجرۂ مقصورہ منورہ" کے اندر داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ جب آپ اس عالی شان مقام کے اندر داخل ہوتے تو آپ اور آپ کے ساتھیوں پر عجیب رقت اور بہت ہی "فرد رفتگی" طاری ہوئی۔ دیر تک مراقبہ کی حالت میں کھڑے رہے اور سر اور چہرے کو خاص پردے اور حجاب کے اندر ہی رکھ کر نہایت عاجزی سے اس خاکِ پاک کو پیشانی پر لگایا اور اسے اپنے لیے عزت اور اپنی انتہائی معراج خیال کیا۔ اس کے بعد اس "مقامِ عالی" سے باہر آ گئے۔

کچھ دیر حضرت فاطمہ زہرا کے روضہ جو کہ "حجرۂ شریفہ" کے متصل ہے، کھڑے رہے۔ فرماتے تھے کہ جب میں اس مقام پر پہنچا تو محسوس کیا کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوٰۃ والسلام نے نہایت ہی شان و شکوہ والا خلعت جس پر سونے اور چاندی کا کام کیا ہوا تھا اور جواہرات و یواقیت سے مرصع تھا، عطا کیا۔

فرماتے تھے اگرچہ میں "روضۂ منورہ" سے دُور سے دُور تر جا رہا تھا لیکن اس خلعت کے "ضیاء و انوار" زیادہ ہوتے جاتے تھے۔ گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے وقت وہ "انوارِ کریمہ" مستور و مغلوب تھے۔

یاقوتیہ

ایک روز مدینہ منورہ کے قیام کے دوران حضرت خواجہ کے اصحاب میں سے ایک

نے آپ کی خدمت میں اس وقت کے دوسرے مشائخ کے "احوال و مقامات" بیان کیے
بتقاضای غیرت آپ کے مبارک دل میں خطرہ گزرا ہوگا، اس لیے نسبتوں کا اندازہ لگانے
کے لیے توجہ کی، تو آپ کی نسبت کی تجلی ظاہر ہوئی جس کے انوار سے تمام عالم پُر ہو گیا۔
اور اس "قربِ خاص اور منزلتِ مخصوص" سے جس سے "جنابِ اقدس معلیٰ عزشانہٗ" نے
آپ کو ممتاز کیا ہے ظہور فرمایا۔ اور افرادِ عالم کی نسبت، ان کا جس قدر انکسار و احتیاج
اس عارفِ کامل (خواجہ محمد معصوم) کے ساتھ ہے ظاہر ہوا۔ اور محسوس ہوا کہ وقت کے
امام و عالم حضرتِ خواجہ ہی ہیں اور "افراد عالم" آپ کے گرداگرد صف بستہ کھڑے فیض
کے منتظر ہیں۔

اسی اثنا میں یہ القا ہوا کہ ایسی عالی مقام ہستی کو یہ حق حاصل ہے (ایسے مواقع پر)
کہ دوسروں پر غیرت کھائے۔

یاقوتیہ

ایک روز حضرتِ خواجہ نے عشاء کی نماز "شافعی طریقہ" پر پڑھی، فرماتے ہیں کہ
اس وقت امام اجل محی السنۃ محمد بن ادریس شافعی تشریف لائے تو کمال خندہ پیشانی
اور سرور سے ملاقات فرمائی۔ اور اس "موافقت" پر خوشی و فرحت کا اظہار کیا۔

یاقوتیہ

وہ عظیم عطیات جن سے آپ کو وہاں ممتاز کیا گیا ایک یہ بھی تھا کہ آپ کو اپنے
تمام اصحاب سمیت مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰت والسلام میں دو دن اور ایک رات
اعتکاف کرنے کی اجازت مل گئی۔ جب عشاء کی نماز سے فارغ ہوئے اور ہر کس و ناکس
مسجد سے باہر آیا، اس طرح آپ کو اس "بقعۂ شریفہ" میں خلوتِ خاص حاصل ہو گئی۔
حضرت خواجہ مواجہہ شریفہ پر حاضر ہوتے دیر تک مراقبہ کیا۔ اسی طرح آخرِ شب میں تہجد
کے وقت بھی حاضر ہوتے اور مراقبہ میں بیٹھے، فرماتے تھے کہ حضرت رسالت خاتمیت

علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کمال بندہ نوازی اور نہایت کرم سے "حجرۂ خاص" اور "حجابِ مخصوص" سے باہر تشریف لائے اور مجھ پر "نزول" فرمایا اور آنجناب معلی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر "شرف" حاصل ہوا کہ اس طرح کسی اور چیز کا ظہور نہیں ہوا تھا، اسی طرح تہجد کے وقت محسوس ہوا کہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوٰۃ والسلام اپنے "مقصورۂ منورہ" سے باہر تشریف لاتے ہیں اور کمال درجہ کی "عنایت ولطف" سے اس "کمترین" کے ساتھ معانقہ فرمایا کہ اس حقیر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقتِ مبارک کے ساتھ "خاص الحاق" میسر آیا۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

یاقوتیہ

جمادی الاول کے آغاز میں جب حضرت خواجہ جنت البقیع کی زیارت کے لیے گئے تو حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبتِ علیہ "کمالِ شان اور نہایت لطافت" کے ساتھ متجلی ہوئی۔ اور حضرتِ عباس کثیر عنایات اور الطافِ وافرہ کے ساتھ اس اہتمام سے حضرتِ خواجہ پر جلوہ گر ہوتے کہ اُسی طرح آپ کے "الطاف" کو محسوس بھی کیا جا سکتا تھا۔

جب حضرتِ فاطمۂ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار کی زیارت کے لیے پہنچے تو معلوم ہوا کہ "نسبتِ علیہ" کا تلاطم موجزن ہے اور "بے شمار لطف وکرم" کا احساس ہوا اور ایسا محسوس ہوا کہ حضرت زہرا خود توجہ فرما رہی ہیں گویا فرماتی ہیں کہ تو ہم میں سے ہے اور ہمارا مہمان ہے اور اس سے قبل کثرتِ عنایات کے اعتبار سے ایسا ہی معاملہ حضرت صدیقۂ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضری کے وقت پیش آیا تھا۔

جب جنت البقیع سے فارغ ہو کر مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچے اور حضرت فاطمۂ زہرا کے بحرِ نسبت میں مستغرق تھے کہ حضرت صدیقہ حبیبہ کی "نسبتِ علیہ" نے ظہور کا شرف فرمایا، اور وہ چھا گئی اور "تحقیق واستہلاک" اور پہلی حالت کے باوجود

حضرت صدیقہ حبیبہ کی نسبتِ شریفہ کا استغراق بھی حاصل ہوگیا اور پھر ہر مقام پر یہ دونوں بزرگ امہات المومنین رضی اللہ عنہما بہ نفسِ نفیس ظہور فرماتی رہیں اور خود ہی متوجہ کرتی رہیں، حضرت فاطمہ زہرا دائیں طرف سے اور حضرت صدیقہ بائیں جانب سے ظہور فرمائیں اور نمازِ مغرب سے عشا تک یہی معاملہ رہا۔ اس کے بعد "مسجدِ شریف" میں ایسا معلوم ہوا کہ نسبتِ حضرتِ زہرا بتول غالب آگئی ہے اور ان کی نسبت کو "بیاض" کی مانند اور نسبتِ صدیقہ حبیبہ "حجرہ" کی صورت میں نظر آئی۔ اس کے بعد حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے "مواجہہ شریفہ" پر حاضر ہوئے تو یہی معاملہ وہاں بھی ظاہر ہوا۔ کہ دونوں میں سے ہر ایک کی نسبت مجھے اپنی طرف کھینچتی تھی، آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور شریف میں حضرت صدیقہ کی نسبت نے قوت اور غلبہ پیدا کر لیا، گویا دونوں نسبتوں کی بُنیاد ایک ہی ہوگئی ہو۔

عشا کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم واپس اپنے مسکن میں آئے تو مخدوم زادگانِ کبار کے ساتھ ان حکایات کا بیان ہوا۔ فرمانے لگے کہ اس وقت تک وہی معاملہ ہے اس مسکین ضعیف پر ان دونوں رُوحانی بادشاہوں کی کثرتِ عنایات کے باعث اس وقت میں ایسی فرحت اور سرور میں ہوں کہ اس سے اعلیٰ کا ہرگز تصور نہیں کیا جاسکتا۔

یاقوتیہ

حضرتِ خواجہ طالت حیٰوۃ و دامت برکاتہ ۱۶ جمادی الاوّل کو نماز جمعہ سے فراغت کے بعد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لیے گئے اور "مواجہہ کریمہ" کے قریب کھڑے ہو کر فرمانے لگے جب میں صلوٰۃ و سلام سے فارغ ہوا تو مجھے ایک خلعت عنایت ہوا، اور ایسا محسوس کیا کہ یہ خلعت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عنایات میں سے ہے۔ اس کے بعد اسی مجلس اور مقام پر اپنے اوپر دُوسرے خلعت کو پاکر سمجھا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہربانیوں میں سے ہے، ان دونوں خلعتوں

کے الگ الگ رنگ تھے۔ اوّل سُرخ اور دوم زرد فام تھا اور اس مقام متبرکہ سے واپسی کے وقت سبز رنگ کے تیسرے خلعت نے مجھ پر نزول فرمایا تو القا ہوا کہ یہ حضرت خیر البریہ علیہ وعلی آلہ الف الف صلوٰۃ والسلام وتحیۃ کا عطیہ ہے۔

یاقوتیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، "استغنا، محبوبی" اور آپ کی رحمت عامہ کے بیان میں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا "وجود شریف" "تمام عالمیان" کا مرکز ہے اور "دورۂ عرش" سے لے کر مرکزِ فرش (زمین) تک تمام مخلوقات فرشتے، حوریں، انسان، جن اور اللہ جل شانہ کی مخلوق کے تمام طبقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں اور یہیں سے فیض پاتے ہیں، بیشک حقیقی فیض رساں وہابِ مطلق (اللہ تعالیٰ) ہے، لیکن تمام قسم کے فیوض جو لوگوں کو پہنچتے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے "توسل شریف" سے ہوتے ہیں، ملک وملکوت کی تمام مہمات آپ کے اہتمام سے انجام پذیر ہوتی ہیں اور اس امر کا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ روضۂ مطہرۂ حضرت نبی اکرم علی ساکنہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے شب و روز تمام مخلوقات پر انعام رسانی کا عمل اس طرح جاری ہے گویا آپ کے ساتھ ان کا دائمی رابطہ (بسبیل الاتصال) ہے (کہ انوار و فیوض کی ایک سبیل یا سیل رواں ہو) جیسے مشکیزوں کے منہ کھول دیئے گئے ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا" فرماتے تھے کہ یہ "رحمت عامہ" "شمولِ شفقت"، "استغنا و عظمتِ محبوبیت" کے مقامِ خاصہ کا لازمہ ہے جو بہ تحقیق ثابت ہے۔ لہٰذا جناب کے حضور اپنی حاجات کا عرض کرنا دراصل احتیاج میں وسیلہ کے طور پر ہے اور کسی مشکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کے بغیر امور کے حل کے لیے التجا کرنا نافرمانبرداری وگستاخی[1] ہے۔

---

[1] لفظ "صعب" کا یہ بہترین ترجمہ شاہ آن گاس کے مرتبہ عربی لغت سے ماخوذ ہے۔

یاقوتیہ

۱۲ جمادی الاوّل شنبہ کی رات کو عشاکی نماز سے فراغت کے بعد عالی مقام مخدوم زادے (اللہ ان کی عمر دراز کرے) خلوت میں حضرت خواجہ سلمہ سبحانہ سے مصروفِ افادہ ہوتے۔ گزشتہ شب جوکہ جمعہ کی رات تھی گویا ظہورِ اسرار اور بحرِ انوار میں موجوں کا تلاطم تھا۔ آج مجھ پر جو اسرار وا ہوئے جن کی طرف میں نے اشارہ بھی نہیں کیا اور اگر ان میں سے کچھ ظاہر ہو جائے تو حلق میں لقمہ اٹک جائے اور گلے کٹ جائیں۔ ہاں اگر اس میں سے کچھ اشارہ کیا جا سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ شیخ کامل اور مستعد مرید کے مابین اثبات کیا جا سکتا ہے یعنی جب شیخ کامل چاہے کہ اپنے کمالات کو ایک مرید صادق میں منتقل کر دے تو ایسا ممکن ہے اور وہ خود غائب ہو کر مرید میں ظاہر ہو جائے گا اور اس دوران مرید پر مرشد کا مکمل "رنگ" چڑھ جاتا ہے، اور اس پر دقائق و حقائق متحقق ہو جاتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اس معاملہ میں حضرت خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی نسبت کا اثبات کیا تھا۔ اس وقت اس فقیر کے ساتھ بھی یہی عظیم معاملہ درپیش ہوا کہ جناب عالی کی نسبت کو اپنے میں محسوس کیا اور "معاملہ" یہاں تک پہنچا کہ نہ میں اپنی آنکھوں سے کچھ دیکھتا تھا اور نہ ہی اپنے کانوں سے سنتا تھا۔ فرماتے تھے کہ اس وقت جو نعتیہ اشعار اور مدحیہ قصیدے قدیم طریقے پر پڑھے جاتے تھے وہ میں سب اپنی طرف منسوب کرتا تھا۔ اس اثنا میں مخدوم زادہ عالی درجہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ اللہ سبحانہ نے حضرت خواجہ کی خدمت میں سوال کیا کہ آیا یہ "کون" وہی اس طبقۂ صوفیہ میں متعارف "فنا و بقا" ہے یا اس سے بالاتر "امر" ہے؟ فرمایا کہ یہ "معاملہ" فنا و بقا کے علاوہ ہے اور وہ ایسے "خصائص" سے ممتاز ہے جو وہاں نہیں پائے جا سکتے۔ حضرتِ خواجہ دامت برکاتہ فرماتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدس پر اکثر روحوں اور آسمانی مخلوقات وغیرہ کی حاضری کا مشاہدہ ہوتا ہے ——

خاص طور پر قبۂ مبارکہ کے اُوپر اور مسجدِ شریف کے باہر "جنود اللہ" (عساکرِ الٰہی) کا اتنا اجتماع ہوتا ہے کہ اندر اس طرح دیکھنے میں نہیں آتا۔

اس راز کے معنی یہ ہیں کہ (مقاماتِ مقدسہ کے) اندرونی انوار میں جو تلاطم ہوتا ہے انسان ان کے ادراک سے قاصر ہے لیکن اس کے برعکس باہر یہ انوار اندر کی نسبت بہت کم ظاہر ہوتے ہیں۔

یاقوتیہ

فرماتے تھے کہ قبلۃ الاولیاء امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے مجھے اسرارِ خفیہ سے آگاہ کیا تھا اور میں اپنے میں ہر چند ان معاملات کو پاتا تھا اور ان اسرار و معاملات کے انتہائی بلند ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی ندامت ہوتی تھی اور تردد بھی ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ "حجرۂ منورۂ مطہرہ" میں ان اسرار سے نقاب ہٹا دیا گیا اور ظاہر کر دیا گیا کہ "مطلوب" تک پہنچنے کے لیے میرے لیے دو طریقے ہیں۔ اول وہ طریقہ ہے کہ اصالت کے اعتبار سے جس کا حصول ممکن ہے اور وہ "طریقۂ احسار"[1] ہے۔ دُوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی کے "توسط اور ضمنیت" سے سلوک کی منازل طے کی جائیں۔ اسے "طریقۂ انابت" کہتے ہیں، لیکن پہلا طریقہ جیسا کہ ظاہر ہے وصول کے قریب ترین ہے اور طریقۂ ثانی میں حضرت خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف و عنایات حد سے زیادہ ہیں۔

یاقوتیہ

۶ جمادی الاخریٰ بروز دوشنبہ حضرتِ خواجہ اہلِ بقیع کی زیارت کے لیے گئے، واپس آکر فرمایا کہ قبور متبرکہ میں سے ہر اُس قبر پر جہاں میں بیٹھا صاحبِ قبر کی عنایات کا اپنے اندر مشاہدہ کیا۔ اسی طرح دیگر اہلِ قبور جن کی زیارت کا ارادہ تھا، کو منتظر پایا اور میری

---

[1] احسار کے لغوی معنی "پینا" ہیں۔ چونکہ کسی بھی چیز کے پینے کے لیے صرف ذاتی حرکت درکار ہوتی ہے۔ گویا اس میں توسط اور ضمنیت نہیں ہوتی۔

ملاقات کے لیے ان کا اجتماع بالکل اسی طرح تھا جس طرح ایک مہمانِ عزیز کے لیے کیا جاتا ہے اور ان حضرات کی غایت درجہ عنایات کے مسلسل ورود کو محسوس کیا۔

جب امیر المومنین حضرت عثمان علیہ الرضوان کے مزار کی زیارت سے فارغ ہوا تو اپنے اُوپر ایک تازہ خلعت کو پایا، معلوم ہوا کہ یہ حضرت عثمان رضؓ کا عطیہ ہے۔ جب سیدنا ابراہیم علی ابیہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ منورہ پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ میری طرف تشریف لا کر مجھے اپنے ساتھ منسلک کر لیا۔ کبھی میرے پہلو میں آتے اور کبھی بہت مہربانی کرتے ہوئے مجھ سے معانقہ فرماتے اور آپ مجھے خالص نور نظر آتے، اور ایسا کیوں نہ ہو کہ اس جگر گوشہ کے حق میں آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔

فرماتے تھے حضرت ابراہیم (جگر گوشہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت کے ظہور اور عنایات کی جو لذت میں نے پائی ہے اور ان کے القار نسبت کی جو لذت ہے وہ مجھ سے جُدا ہونے والی نہیں ہے۔ اسی طرح وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو اس روضۂ منورہ میں مدفون ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ سبھی تشریف لائے اور بیشمار عنایات و مہربانیوں کے ساتھ میرا احاطہ کر لیا۔ اس کے بعد امام اجل مالک بن انس کے مرقد پر پہنچا تو آپ بعجلت تمام میری طرف تشریف لائے اور عرب کی رسم ملاقات کے مطابق انتہائی بشاشت اور فرحت سے ملاقات کی کیونکہ ان کی ملاقات انتہائی مسرت میں ہے اور یہ طریقۂ ملاقات کسی اور میں نہیں، اس کے بعد ازواجِ مطہرات کی بے حد عنایات و مہربانیوں کو محسوس کیا۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ ماں کی شفقت اپنے بیٹے کے لیے ہوتی ہے۔ خصوصاً حضرت صدیقۂ حبیبہ کہ جن کی عنایات محض مخصوص وقت کے لیے نہیں تھیں بلکہ میں نے خود کو اُن کے ساتھ منسلک پایا، حضرت زہرا بتول علیٰ ابیہا و علیہا الصلوٰت والسلام کے کثیر الطاف کا ظہور، اہلِ بیت کی بنات مطہرات کی شفقتیں،

امیرالمومنین حضرت عباس اور حضرت حسن اسی طرح آئمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عنایاتِ لاتعداد کا علم ہوا۔

جب میں عارف ربانی خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کے مزار مبارک پہ پہنچا تو وہ انتہائی خندہ پیشانی اور "خصوصیت" سے باہر آئے اور نہایت گرمجوشی و کرم فرمایا، اس وقت میں نے ان کی نسبت کو کمال درجہ "صفا اور لطافت" کے ساتھ "ذوقِ ظلال" پر پایا۔

جب بقیع سے باہر آئے تو کچھ دیر قلعہ کے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر امام اسمٰعیل بن امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو کہ قلعہ کے اندر دفن ہیں، کی روحانیت پر متوجہ ہوئے۔ حضرتِ امام بڑی شان اور نہایت لطف و احسان کے ساتھ حضرت خواجہ پر ظاہر ہوئے۔

یہ مخفی نہ رہے کہ جامع رسالہ ہذا (حضرت مخدوم زادہ محمد عبید اللہ) نے حقائق آگاہ شیخ آدم (بنوڑی) کے احوال اصل (عربی) رسالہ (ہذا) میں اس طرح لکھے ہیں، جن کا میں (مترجم) اقتدار کرتے ہوئے انہیں الفاظ میں نقل کر رہا ہوں:

اگرچہ شیخ آدم کے بعض احوال انشاء اللہ الگ ورق پر لکھے جائیں گے لیکن اتنا سنا ہے کہ حضرت خواجہ جب کبھی بقیع جاتے تو شیخ مذکور کی "تربت" پر ضرور جاتے اور مراقبہ بھی کرتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز چاہے اور اس سلسلہ میں بہت غور فرمایا ہے۔

ذیل (یاقوتیہ ہذا): ان کلمات کے القاء کے بعد حضرت خواجہ دامت برکاتہ نے فرمایا کہ بقیع کے بقعاتِ مبارک اور مزاراتِ متبرک کی زیارت نے میری نسبت میں "عجب ظہور" اور انوکھی جلاء پیدا کر دی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنے قرب و منزلت کا مشاہدہ کیا تو محسوس ہوا کہ سارا عالم میری اس نسبت سے پُر ہو گیا ہے۔ اور مخلوقات عالم میرے سامنے صف بستہ کھڑی ہے کبھی لباس میں اور کبھی میرے گرداگرد نمودار ہوتے ہیں اور میں ان کے درمیان امام ہوں۔ اور ایسا نظر آیا کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کے گوناگوں

فیوض و برکات جو تمام خلائق تک پہنچتے ہیں، وہ تمام اس درویش (حضرت خواجہ) کے توسط سے بھیجے جاتے ہیں اور تمام مخلوق خواہ اولیاء ہوں یا عام لوگ حصولِ برکات اور ترقیاتِ (باطنی) کے لیے اس ضعیف کے منتظر ہیں۔ ملکی مہمات کی تصحیح کے لیے قلم دوات کو اکثر اپنے نزدیک حاضر پایا۔ گویا ایک سلطان ذی شان کے دربار میں وزیر اعظم کا جو تعلق اور اختیار ہوتا ہے، اپنی یہی کیفیت میں نے اس مقام پر محسوس کی۔ یہ جلیل القدر خدمت جو مجھے مرحمت کی گئی، اس سے بھی عجیب اسرار کے ظہور کے باوجود "اصالت و محبوبیت" کے اسرار جو اس سے بلند تر ہیں عطا ہوئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگرچہ اس نسبت نے مجھ پر ظہور و غلبہ کر لیا تھا تو میں متعجب و نادم تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حضور اس دوسری نسبت کے ظہور کی کیا گنجائش تھی؟ (تو معلوم ہوا کہ) یہ حالت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات کا اثر اور برکات کا جزء ہے اور یہ سب کچھ ان اکابر کے طفیل ہوا۔ اس طرح مجھے تسلی و خوشی ہوئی۔

یاقوتیہ

ایک مرتبہ حضرتِ خواجہ بقیع کے مزارات کی زیارت سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ان مزاراتِ متبرکہ سے جو بکثرت خلعت حاصل ہوتے ہیں وہ دراصل ان صاحبِ مزارات کی نسبتوں کا حصول مراد ہے، متعجب ہوں کہ مختلف نوع کے رنگا رنگ خلعت جو ایک دوسرے سے ممتاز بھی تھے، کو اپنے اُوپر پایا اور ان کے انوار کی درخشندگی سے فرحت ہوئی۔ اس کے بعد زبان گوہر فشاں سے فرمایا کہ حضرات شیخین (سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما و افاض علینا برکاتہما) نے جناب سروری علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات میں اس قدر "فنا و الحاق" کر لیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "حضور شریف" میں اپنا درجہ اتنا گم کر لیا ہے کہ عام زائرین کے لیے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے ظہور عنایات

اور اخذِ فیوض کی درخواست کرنا بہت دشوار ہے۔ مگر وہ شخص جس پر آنحضرت کا بہت زیادہ الطاف ہو وہ بہت ہی غور کے بعد حصول عنایات کا امیدوار ہوتا ہے۔ چنانچہ نہایت ہی کمال وکرم سے اپنے خاص خلعت اس حقیر (حضرت خواجہ) کو مرحمت کیے بخلاف حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ فاصلے پر مدفون ہیں، کا ظہور جُدا ہے۔ لہٰذا میں جب بھی آپ کی زیارت کے لیے گیا تو "معاملات و اسرار" کا ذکر ضرور رہا۔

یاقوتیہ

۱۶ رجمادی الاخریٰ بروز پنجشنبہ کو حضرت خواجہ مدفونین بقیع کی زیارت اور اس مقام کے اکابر (مدفونین) سے رخصت کی اجازت لینے گئے، اور امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مزار پُرانوار کے قریب جا بیٹھے اور معدنِ حیا حضرت عثمان سے وداع ہونے کے بعد دوسرے مزارات پر بھی گئے، فرمایا کہ امیر المومنینؓ کمالِ الطاف ومہربانی سے الوداع کہنے کے لیے باہر تشریف لائے، مجھے بوسہ دیا اور مختلف قسم کے خلعت پہنائے اور رخصت فرمایا۔ اسی طرح ہر مزار سے بہت ہی "عنایات" اور بے شمار "الطاف" کا مشاہدہ کیا۔

اس کے بعد بروز دوشنبہ اہلِ بقیع سے اجازتِ رخصت کے لیے دوسری مرتبہ گئے، فرمایا کہ حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ سے رخصت لینے کے بعد میں بڑا مغموم و نادم ہوا اور معدن حلم کے مزار پُرانوار پر بیٹھ کر دل میں خیال آیا کہ اس سے قبل تو رخصت کے وقت "خلوت" حاصل ہوا تھا لیکن آج فقط "صحبتِ حضور" ہی کا نصیب ہوا ہے، لیکن "برخواستِ صحبت" کے بعد دُوسرا خلعت مرحمت ہوا جو "لطافت" میں پہلے خلعتوں سے بہت بہتر تھا۔ فرمانے لگے کہ مزاراتِ متبرکہ میں سے حضرت امیر المومنین کا "معاملہ" سب سے جُداگانہ ہے اور اپنی منزلت و مرتبہ کے اعتبار سے دوسروں سے ممتاز ہیں۔ اگرچہ بعض اُمہات المومنین بزرگی اور انوار میں آپ کے برابر ہیں لیکن اس قسم کے افاضات وعطیات اور کثرت عنایات

جوکہ خلافتِ نبوی کا ثمرہ ہے اور جداگانہ حقیقت بھی۔

یاقوتیہ

حضرتِ خواجہ سیدالشہدا۔ امیرالمومنین حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا مرقد شریف جبلِ اُحد کے قریب مدینہ منورہ سے تین منزل کے فاصلہ پر ہے، کی زیارت کے لیے دو مرتبہ گئے۔ آپ جناب سرور علیہ الصلوات والسلام والتحیات کی "نسبتِ شریف" اور "قربِ منزلت" کے ساتھ حضرتِ خواجہ پر ظاہر ہوتے اور ان کی عنایات والطاف کو محسوس کیا۔

فرماتے تھے کہ بعض اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اس قدر "عنایات" اور الطاف و دلجوئی کا احساس و مشاہدہ ہوا کہ کیا بیان کیا جائے؟ اور بقیعِ متبرک میں حضرت امیرالمومنین عثمان، صدیقہ حبیبہ، سیدنا ابراہیم، عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن مسعود جوکہ روضۂ سیدنا ابراہیم میں مدفون ہیں، امام اسمٰعیل بن امام جعفر صادق اور محمد زکی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اس حقیر کو اس قدر الطاف سے فائز کیا جو دوسروں کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھے۔

یاقوتیہ

حضرت خواجہ سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہ نے اپنے دونوں عالی درجہ مخدوم زادوں یعنی حضرت خواجہ محمد نقشبند اور حضرت محمد عبیداللہ (مولف کتاب ہذا) سلمہا اللہ سبحانہ سے خطاب کرتے ہوتے فرمایا کہ تم دونوں کے لیے جناب سرور کائنات علیہ و علیٰ آلہ الف الف صلوات والسلام کی طرف سے "سیم و زر" سے مرصع دو دستار مرحمت ہوئی ہیں، چونکہ ان دونوں مخدوم زادوں نے پورے قرآن پاک کا ختم کیا تھا اور اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ معلیٰ میں بطور "ہدیہ و تحفہ" پیش کیا تھا جس کے صلہ میں یہ خلعت عطا ہوتے۔

یاقوتیہ

حضرتِ خواجہ سلمہ اللہ سبحانہ فجر کی نماز کے بعد مواجہہ کریمۂ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام

میں حاضر ہوتے۔ محرابِ حضرتِ عثمان میں اپنے اصحاب سمیت قاعدہ کے مطابق "حلقۂ ذکر" منعقد کیا۔ ایک دن نمازِ اشراق سے فراغت کے بعد فرمایا کہ آج مشاہدہ ہوا کہ گویا حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰت والسلام والتحیۃ روضۂ منورہ سے باہر اس حلقہ کی طرف دبدبۂ سلطنت اور خدام و افواج کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں اور بعض خواصان جنہیں "منزلت و مکانت" میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہے، بھی ہمراہ باہر آتے ہیں میرے فرزندِ ارجمند محمد عبید اللہ بھی شاندار لباس اور زیور سے آراستہ ان خواص میں شامل ہیں اور نزدیک آ گئے ہیں۔ للہ سبحانہ الحمد۔

یاقوتیہ

فرماتے تھے کہ اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں خواتین میں سے حضرتِ خدیجۃ کبریٰ، عائشہ صدیقہ اور زہرا بتول رضی اللہ عنہن علیحدہ علیحدہ شان کی مالک ہیں اور حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات کے قرب و منزلت کے باعث دوسروں کو یہ "شان و منزلت" میسر نہیں ہے، اور یہ تینوں بزرگ مستورات "علوِ شان" میں ایک دوسرے پر سبقت کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔ اس قدر مشاہدہ ہوا کہ حضرتِ صدیقہ کو "معاملاتِ واردہ" میں دوسروں سے زیادہ مداخلت کا وصف حاصل ہے اور حضرت خدیجہ و حضرت زہرا کا کمال درجہ کے قرب کی وجہ سے پورے وقار اور مسکنت سے ظہور ہوتا ہے۔ ہر ایک کے لیے ایک وجہ فضیلت ہے۔ حقیقی علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

یاقوتیہ

حضرت خواجہ کے مدینہ منورہ میں اقامت کے دوران ایک روز مولانا بدرالدین سلطانپوری سے، جو کہ آپ کے اجل خلفاء اور عظیم علماء میں شمار ہوتے ہیں، خلوت میں متوجہ تھے کہ سیدنا خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خواجہ پر ظاہر ہوتے اور حضرت

ابراہیم خلیل علیہ السلام نہایت کرم سے بہت مسرت کے ساتھ مولانا کے عقب سے حجاب سے باہر تشریف لائے اور مولانا کو اپنی گرفت میں لے کر بخشش فرمائی، اس سے پہلے جبکہ مولانا "دائرہ ولایتِ ابراہیمی" میں داخل ہو کر اس ولایت سے بشر ہوتے تھے، یہی معاملہ پیش آیا تھا۔ نیز ایک روز حضرتِ خواجہ مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اعتکاف کے ایام میں مولانا کے ہمراہ مواجہہ شریف میں "مجلس سکوت" میں تھے، مجلس ختم ہونے کے بعد فرمایا کہ انہیں "خلعت" مرحمت ہو گئی ہے۔ الحمد للہ سبحانہ علیٰ ذٰلک۔

یاقوتیہ

عالی درجات مخدوم زادوں سے منقول ہے کہ بروز دوشنبہ ۲۰ جمادی الاخریٰ کو مدینہ سکینہ سے رخصت کی اجازت کے لیے حضرتِ خواجہ، حضور فخر موجودات و سرورِ کائنات خواجۂ دین و دُنیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ بابرکات میں گئے۔ فرمایا کہ نماز ظہر میں ہی محراب نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک مجھ پر جدائی کے غم سے گریہ طاری تھا۔ اسی غم و اندوہ کے عالم میں تھا کہ روضۂ معطرہ سے آفتابِ رسالت کے انوار سطوت و حشمت سے طلوع ہوتے اور حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات کمال شان و عظمت سے حجرۂ کریمہ سے باہر تشریف لائے، مجھ پر نزول فرمایا اور نہایت کرم سے خلعت اور تاج شاہی جو ایسی شان و رفعت والا تھا کہ ہرگز اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا تھا، اس حقیر کو پہنایا۔ ایسا محسوس ہوا کہ اس تاج پر طرۂ شاہی ہے اور اس کے اوپر لعل و جواہر جڑے ہوتے ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ یہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے "بدنِ شریف" کا خلعتِ خاص ہے، جو (عطا شدہ) خلعتوں کی طرح نہیں ہے۔ اس کے بعد اپنے ان فرزندوں کے لیے بھی جو اس سفر میں ہمرکاب تھے۔ جناب عالی حضرت میں التجا کی، تو کمال بندہ نوازی سے ہر ایک کے لیے کی خلعت مرحمت فرمائے۔ اس کے بعد مواجہہ شریفہ پر حاضر ہوا تو اس معاملہ کا مشاہدہ کیا۔ فرمانے لگے کہ ان دونوں مقامات یعنی محراب جامع

اور مواجہہ کریمہ میں ایک دوست پہلو میں کھڑا اور حصولِ اجازت کے لیے ہمراہ آیا تھا۔ میں نے اس کے لیے بھی خلعت کی التجا کی تو یہ درخواست قبول نہ ہوئی۔ تو مزید التجا و تضرع کے بعد اس کے لیے بھی خلعت کی قسم کی کوئی چیز عطا ہوئی۔ چنانچہ اس وقت اُسے دستار سے ممتاز کیا گیا۔

یہ حقیر (مترجم محمد شاکر) عفی عنہ کہتا ہے کہ یہ مکاشفہ دراصل اس واقعہ کی تعبیر ہے کہ حضرت خواجہ نے اس سفر کے دوران شاہجہان آباد کے راستے میں مشاہدہ کیا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نماز میں امامت کر رہے ہیں۔ اور بہت سے لوگ آپ کی اقتدار میں صف بستہ ہیں۔ میرے دونوں بڑے بھائی خواجہ محمد صادق و خواجہ محمد سعید قدس سرہما، صفِ اول میں کھڑے ہیں۔ حضرت مجدد عین نماز کی حالت میں ہی فرمانے لگے کہ ہمیں محمد معصوم کی طرف سے یہ پہنچا اور یہ بھی پہنچا گویا گنتی فرماتے تھے۔

اسی طرح دونوں بڑے بھائیوں نے بھی کہا کہ محمد معصوم سے حضرت مجدد الف ثانی کو فلاں فلاں ملا۔ اس اثنار میں حضرت وہاب عزشانہ کی طرف سے آپ کو "مجدد الف ثانی" کا خطاب ملا کہ اس کی آرائش کی جائے گویا حضرت مجدد عرض کر رہے ہیں کہ کس قسم کی آرائش کی جائے؟ حکم ملا کہ لعل و جواہر سے آراستہ تاج ان کے سر پر رکھا جائے اور جو لعل و جواہر اس پر لگے ہوئے ہیں ان کی روشنی سر سے لے کر قدموں تک ہے، گویا نورٌ علیٰ نور ہے۔

یاقوتیہ

فرماتے تھے کہ خلعت کے عطا ہونے سے مراد ہے "نسبت خاصہ" کا افاضہ اور معاملہ مخصوصہ جس کی اولین دلیل شاہد ہے جو عطا کرنے والے کی کمال عنایت سے بندہ کی نظر کشفی میں اس عطیہ کو خلعت کی صورت میں متمثل کر دیا۔ وہ عنایات جو اس خصوصیت کی حامل نہیں تھیں وہ خلعت کی صورت میں نمودار نہ ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ "مواجہہ شریف" میں اپنے مخصوص مریدین کے لیے حصولِ خلعت کے لیے جو التجا کی تھی اس کا اثر ظاہر نہیں

ہوا تھا۔ اگرچہ ان اصحاب پر التفات و عنایت کا احساس ہوا تھا مگر بعض فقیر زادوں کو محض اللہ کے فضل و کرم سے خلعت عنایت ہوئے۔

یاقوتیہ

حضرت خواجہ سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہ جب حرمین الشریفین کے متبرک مقامات پر پہنچے تو ان مقامات کی محبت کا آپ پر اتنا غلبہ ہوا کہ دیارِ ہند کی طرف واپس جانے میں خاصا توقف اور تردد فرمایا۔ جب قافلہ کے مدینہ منورہ سے روانہ ہونے کا وقت قریب آیا تو حضرتِ خواجہ مواجہہ کریمہ در روضہ منورہ پر حاضر ہوئے کہ حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مرضیٔ مبارک معلوم کریں کہ بندہ کی درگاہِ معلیٰ پر اقامت منظور ہے یا وطن واپسی؟ تو کمالِ رضا کے ساتھ واپسی کا امر ہوا اور رخصت کا واضح اشارہ فرما دیا۔

اس اثناء میں حضرتِ خواجہ کے دل میں آیا کہ سلطانِ وقت (شاہ جہان) کا بڑا بیٹا (دارا شکوہ) جو شریعت کا دشمن اور متشرع اصحاب خصوصاً سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک اور خاندانِ حضرت مجدد الف ثانی سے خاص عداوت رکھتا ہے، اور اس جماعت کو نقصان پہنچانے کے درپے ہے، تو تردد ہوا۔ اس لیے اس معاملہ میں آپ نے جنابِ معلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں التجا کی۔ فرماتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوا کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات دستِ مبارک میں برہنہ تلوار لیے ہوئے ظاہر ہوئے اور دارا کے قتل کے لیے اشارہ فرمایا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اشارہ فرمایا تھا، ایسا ہی ہوا۔

اس واقعہ سے چند سال قبل حضرت خواجہ سلمہ اللہ تعالیٰ نے نہایت مسرت و شادمانی کے ساتھ روضہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (سرہند شریف) میں اس معاملہ کے ظہور کی امیر المومنین اورنگ زیب کو بشارت دی تھی۔ چنانچہ اب ایسا ہی ہوا جس کا مشاہدہ کیا گیا تھا۔ یہ حضرتِ خواجہ کی کرامت بھی ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی۔

یاقوتیہ

جب حضرت خواجہ مدینہ منورہ کی حدود سے باہر نکلے اور مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں آپ کو جوڑوں کے درد کی شکایت ہوگئی۔ ایک روز شدتِ مرض میں فرمایا کہ حضرات عالیات زہرا بتول، صدیقہ، حبیبہ اور ابراہیم بن حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات تشریف لائے تھے۔ گویا میری عیادت کے لیے آئے ہیں حضرتِ فاطمہؓ کا ظہور بھی ہوا، حضرت صدیقہ دائیں جانب سے اور حضرت ابراہیم میرے سینہ سے نمودار ہوئے۔ ان تمام بزرگوں نے بے شمار عنایات والطاف فرمائے خصوصاً حضرتِ صدیقہ نے لاتعداد مہربانیوں، عطیات اور الطاف سے نوازا ——— حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر تشریف لاتی تھیں۔

یاقوتیہ

جب وادیٔ صفرا[1] میں پہنچے تو نماز عصر کے بعد حضرت ابوذر غفاری کے مزار پر گئے کچھ دیر مراقبہ کیا تو ان کی نسبتِ شریف "کمال لطافت" سے ظاہر ہوئی۔ فرماتے تھے کہ اس وقت مجھے اپنی نسبت میں ان کے کسی "ہدیہ" کے عطا ہونے کا احساس نہ ہوا، لیکن جب نماز سے فارغ ہوا تو اپنے اوپر خلعت جدید کو پاکر معلوم ہوا کہ یہ آنجناب کا تحفہ ہے۔

یاقوتیہ

حضرت خواجہ سلمہ اللہ سبحانہ جب خلیص[2] کے نواح میں جو کہ مکہ مبارکہ سے تین منزل کے فاصلہ پر ہے، میں پہنچے تو فرمانے لگے کہ مشاہدہ ہوا ہے کہ اس وادی کے تمام مقامات متبرکہ کعبۂ حسنا کے انوار سے پر ہیں اور فرشتوں وارواح کا اس صحرا میں ہجوم محسوس ہوا۔

---

[1] وادیٔ صفرا۔ مدینہ کے نواح میں ہے۔ زراعت اور پیداوار کے اعتبار سے حجاج کے لیے مفید ہے (یاقوت ۳/۴۱۳، مراصد الاطلاع ۲/۸۴۴)

[2] خلیص۔ مکہ اور مدینہ کے مابین ایک قلعہ ہے (یاقوت: معجم البلدان ۲/۳۸۷، مراصد الاطلاع ۱/۴۴۹)

اس کے بعد فرمایا کہ کعبۂ مبارکہ کی طرف متوجہ ہوا تو اس کے مجھ پر الطاف کا احساس ہوا۔

یاقوتیہ

جتنا حضرت خواجہ سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہ حرم محترم سے نزدیک ہو رہے تھے اتنا ہی معلوم ہوتا تھا کہ اطراف و اکناف سے "انوار عظیمہ" نے مکہ مکرمہ کو گھیر لیا ہے اور طواف کے دوران "حضرتِ کعبہ" سے عظیم عنایات ہوئیں، فرماتے تھے جب مقام (ابراہیم) کے پیچھے "دوگانہ طواف" ادا کیا تو حضرت خلیل الرحمٰن علی نبینا وعلیہ والصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہوا۔ اس مقام اعلیٰ پر "حضورِ خاص اور اتفاقِ عجیب" محسوس کیے اور "اسرارِ خُلت" نے شرف ظہور کیا۔ فرمانے لگے، سارے مقام کو ان اسرار خلت سے مملو پایا۔

جاننا چاہیئے کہ حضرتِ خواجہ کے مدینہ منورہ سے مراجعت کے بعد مکہ شریف میں جو معاملات ہوئے ان کا تفصیلی ذکر فصلِ اول میں کیا جا چکا ہے۔

خاتمہ

(عنایات کے) ان تمتوں اور ضمیموں کا بیان جو حضرتِ خواجہ پر عرب میں ظاہر ہوئے۔

یہ خاتمہ چار یواقیت پر مشتمل ہے۔

یاقوتیہ

۲۷ رمضان المبارک کی شب کو بندرگاہ مخا پر مخدوم زادہ عالی منزلت حضرت خواجہ محمد عبید اللہ (مؤلف رسالہ ہذا) نماز تراویح میں امامت کر رہے تھے کہ حضرت خواجہ پر وافر برکات و کثیر عنایات کا ظہور ہوا، اس مخدوم زادہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت میں تم بھائیوں پر متوجہ ہوا اور بارگاہِ الٰہی میں التجا کی تو دیکھا کہ اسی وقت تم

پر برکات کا نزول ہونے لگا۔ اس کے بعد دوسرے اصحاب کے لیے توجہ کی تو ان پر بھی
بارانِ برکات ہوئی۔ چنانچہ وہ ہر ایک پر برسی اور اس کے قطرے دوسروں پر بھی پڑے۔
گویا سخیوں کے جام سے زمین کے لیے بھی حصہ ہوتا ہے۔

یاقوتیہ

اللہ جل شانہٗ کی عنایت سے سمندری سفر طے ہوگیا اور بندرگاہ سورت میں پہنچ گئے
تو بے شمار طالبانِ حق مردوں اور عورتوں نے حصولِ طریقت (بیعت) کے لیے ہجوم کیا۔
اور حلقۂ ذکر میں عجیب قسم کا اجتماع ہوا۔ گویا اس آیت کا عملی ظہور ہوا" اور تو لوگوں کو
گروہ در گروہ دین میں داخل ہوتے ہوتے دیکھے"۔

ایک روز خلوت میں مخدوم زادوں سے فرمانے لگے۔ آج رات سحر کے قریب اس
حالت میں فکر مند تھا کہ شغلِ ارشاد اور بندگانِ خدا کے معاملات میں میرا اس قدر تصرف
کرنے میں اللہ جل شانہٗ کی رضامندی ہے یا نہیں؟ اس کے بعد میں نے اسے ترک کرنے
کا عزم کر لیا اور گوشہ نشینی اختیار کرنی چاہی، اور تمہیں بھی ترکِ ارشاد کی وصیت کرنے کا
ارادہ کر لیا۔ جب ایک ساعت اسی حالت میں گزر گئی اور میں اس ارادہ کا عزم کیے ہوتے
تھا کہ اللہ تعالیٰ عز برہانہٗ وعم انعامہٗ کی لاتعداد عنایات و الطاف ظاہر ہوتے اور" تجلی خاص و
ظہور مخصوص" واقع ہوا کہ اس قسم کی تجلی بہت کم ظہور پذیر ہوئی ہوگی۔ الہام ہوا کہ ارشاد
کا معاملہ اور اس سلسلہ میں جو کچھ تم سے صادر ہو رہا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے
ہے" اور ہم کرتے ہیں تمہاری طرف سے درمیان کچھ اثر نہیں ہے"۔

فرماتے تھے کہ اس وقت یہ مشاہدہ ہوا کہ جو کچھ مجھ سے سرزد ہو رہا ہے وہ میں سب
کچھ اس ذات سبحانہٗ و تعالیٰ سے منسوب کرنے لگا حتیٰ کہ طالبانِ حق کو کلاہ اور شجرہ دینے
کے عمل کو بھی اس سے" مخصوص و منسوب" پایا۔

صاحب اسرار مخدوم زادہ عالی درجہ (مؤلف رسالہ ہذا) نے اصل عربی رسالہ میں

اس مکاشفہ کے اختتام پر یہ عبارت تحریر کی ہے :

راقم الحروف، اللہ تعالیٰ اُسے خطا اور لغزش سے محفوظ رکھے، کہتا ہے کہ یہ صحیح اور صریح الہام ہے، ہر اس شخص کے لیے مکمل بشارت ہے جس نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی اور ان کے طالبوں کا مرتبہ اور ان کے مریدوں کا مقام سمجھا جاتا ہے، کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف بلا واسطہ منسوب ہے۔ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جو رب العالمین ہے۔

یاقوتیہ

ہم حرمین الشریفین کے عطیات کو دو عنایات کے ذکر پر ختم کرتے ہیں جو ہمارے امام اور قبلہ سید شیخ (خواجہ محمد معصوم) نے بارگاہِ عالی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیں۔ ایک خود حضرت خواجہ کے حق میں اور دوسری آپ کے شیخ، دُنیا کے امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے حق میں ہے۔

اول، ایک روز حضرت خواجہ اپنوں اور پرائیوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ دیکھا کہ حضرت سید الاولین والآخرین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات نے آسمان سے نزول فرمایا اور کمال شان اور کمال نورانیت کی شعاعوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیئت مبارک متشخص نہیں تھی گویا "نورِ صرف" متمثل ہے۔ رحمتِ سروری حضرت نے بوسہ دیا اور پھر آسمان کی طرف عروج فرمایا۔

دوسرے یہ کہ ایک روز سرہند کی اقامت کے دوران "واقعہ" میں دیکھا کہ حضرت محبوب رب العالمین علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوٰۃ والسلام، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے گھر میں کھڑے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انوارِ عظیم اُمڈ رہے ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی اس کے صحن میں ایک کونے میں کھڑے اپنی نسبت میں مستغرق ہیں حضرتِ رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کمالِ بندہ نوازی سے حضرت مجددؒ کی تعریف میں بہت سے کلمات فرما رہے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ ان لوگوں

کے درمیان اور اس جہان میں حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس قسم کے بندہ کو پابند کر رکھا ہے کہ اللہ سبحانہ کے مقرب فرشتے اس کے پاس آتے ہیں لیکن وہ ان کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتا۔

یاقوتیہ

یہ رسالہ شریف جب مکمل ہوگیا تو حضرت خواجہ سلمہ اللہ سبحانہ کے حضور پیش کیا گیا۔ آپ نے سارا رسالہ پڑھوا کر سنا اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے روضہ منورہ پر حاضر ہوئے اور مخزنِ اسرار مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ (جامع رسالہ ہٰذا) سے فرمایا کہ میں اپنے حضرت پیر دستگیر (حضرت مجدد) کے حضور اس لیے گیا اور متوجہ ہوا تھا کہ آیا ان تمام معارف کا تحریر کیا جانا آپ کی مرضی ہے یا نہیں ؟

حضرت مجدد قدس سرہ ظاہر ہوئے اور ایسی مہربانی و عنایات فرمائیں کہ اس وقت تک اس قسم کی بہت کم عنایات کا ظہور ہوا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کمال مہربانی سے میرے گرد چکر لگا کر فرحت و سرور کا اظہار فرما رہے ہیں۔ اس صبح نماز کے بعد حلقہ ذکر میں مراقبہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ دو افراد جنہوں نے دو خوان ہاتھ میں اٹھائے ہوئے مسجد کے دونوں دروازوں سے اندر داخل ہو کر میرے سامنے آگئے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ واضح نہ ہو سکا کہ وہ کیا لائے اور میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے دیکھا کہ ان میں جواہر و یواقیت کی مانند درخشندہ چیزیں پڑی ہوئی ہیں۔ اسی اثناء میں اس شخص نے ایک جواہر سے مرصع تاج میرے سر پر رکھا۔ انتہا۔

راقم حروف عفی عنہ کہتا ہے کہ اس رسالہ کی وجہ تسمیہ "یواقیت" اسی معرفت کے مطابق ہے اور اس نام کے تجویز کرنے کے لیے یہی موزوں ترین وجہ بھی۔ تیرے رب کی ذات پاک ہے۔ وہ عزت والا پروردگار پاک ہے ان باتوں سے جو بیان کرتے ہیں، اور رسولوں پر سلام ہے، اور تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

مآخذ مقدمہ و حواشی

مخطوطات

۱۔ باہو، سلطان باہو : کلید التوحید۔ کتاب خانہ گنج بخش مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، راولپنڈی۔ پاکستان۔ نمبر ۲۰۸۶

۲۔ بدخشی، محمد امین : نتائج الحرمین۔ کتب خانہ انڈیا آفس لندن نمبر ۶۵۲۔ نسخہ ۲ کتب خانہ مدرسہ رفیع الاسلام بہانہ ماڑی پشاور۔ پاکستان

۳۔ ایضاً : المفاضلہ بین الانسان والکعبہ۔ کتب خانہ بہانہ ماڑی۔ پشاور

۴۔ بدرالدین سرہندی، سنوات الاتقیاء۔ کتب خانہ خانقاہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری قصور۔ پاکستان

۵۔ توکل بیگ، نسخہ احوال شاہی (حالات ملا شاہ بدخشی) کتب خانہ برٹش میوزیم نمبر ۱۳۰/۳۲۰۲

۶۔ صفر احمد معصومی، مقاماتِ معصومیہ (حالات حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ) مرتبہ محمد اقبال مجددی۔ زیر طبع

۷۔ عبداللہ خویشگی عبدی قصوری، معارج الولایت۔ ذخیرۂ آذر کتب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور۔ نمبر ۲۵۔ ا ایچ

لہ ایتھے نے فہرستِ مخطوطاتِ فارسی انڈیا آفس (۱ / ۲۱۷) میں اس کا نام مناقب الحضرات اور اس کے مولف کا نام محمد مراد بن حبیب اللہ بن سعدی کشمیری بتلایا ہے جو سراسر غلط فہمی ہے۔ در اصل یہ نسخہ نتائج الحرمین کی تیسری جلد ہے۔ اس نسخہ کے آخر میں اس کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ عہد حاضر کے بعض مولفین نے ایتھے کے اس بیان پر بلا تردد یقین کر لیا ہے اور اس جلد کو محمد مراد کی تالیف لکھ دیا ہے۔ ہم نے ایک مقالہ میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔

۸ — عبدالفتاح بن محمد نعمر : مفتاح العارفین (تذکرۂ صوفیہ بترتیب سنہ وفات) ذخیرۂ شیرانی۔
کتب خانہ دانشگاہ پنجاب۔ لاہور نمبر ۱۶۱۳/ ۶۳ ۴۲

۹ — کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ۔ پنجاب پبلک لائبریری۔ لاہور، نمبر ۶۹،
۲۹۷ ۔ احسا

۱۰ — محمد اشرف شطاری لاہوری : تحفۃ الحسینی۔ ذخیرۂ مولوی شمس الدین مرحوم۔ نیشنل میوزیم
کراچی۔

۱۱ — مروج الشریعت، محمد عبیداللہ : رسالہ فی قرأت خلف الامام۔ کتب خانہ خانقاہ مجددیہ۔
کابل (افغانستان)

۱۲ — ملا شاہ بدخشی : کلیاتِ ملا شاہ۔ کتب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور نمبر ۸۷ SPI VI

۱۳ — منزوی، احمد منزوی : فہرستِ نسخہ ہای خطی۔ جلد ہفتم۔ مملوکہ جناب احمد منزوی۔ تہران
ایران۔

۱۴ — ایضاً (مرتب) فہرستِ مشترک نسخہ ہای خطی کتابخانہای پاکستان۔ مملوکہ کتاب خانہ
گنج بخش۔ راولپنڈی۔

۱۵ — وحدت، عبدالاحد سرہندی : لطائف المدینہ (در حالات و مکاشفات و رُوداد سفر
حرمین حضرتِ خواجہ محمد سعید ابن حضرت مجدد الف ثانی) مرتبہ محمد اقبال مجددی
زیر طبع

مطبوعاتِ عربی

۱۶ — ابن جوزی : صِفۃ الصفوۃ (۴ جلد) بیروت ۱۹۷۹ء

۱۷ — ابن عربی، شیخ اکبر محی الدین : فصوص الحکم مرتبہ ابوالعلاء العفیفی۔ بیروت ۱۹۸۰ء

۱۸ — اصبہانی، ابونعیم حافظ : حلیۃ الاولیاء (عشر مجلداً) بیروت ۱۹۸۰ء

۱۹ — احمد سعید مجددی : اثبات المولد والقیام۔ مرتبہ محمد اقبال مجددی۔ مکتبہ سراجیہ،
موسیٰ زئی ۱۹۷۹ء

۲۰۔ بغدادی، اسماعیل پاشا، ہدیۃ العارفین (ذیل کشف الظنون)۔ بیروت
۲۱۔ سلمی عبدالرحمٰن شیخ، طبقات الصوفیہ۔ مرتبہ نور الدین شریبہ۔ دار الکتب مصر۔ ۱۹۵۳ء
۲۲۔ عبدالحیٔ حسنی: نزہۃ الخواطر (۸۔ جلد) حیدر آباد۔ دکن ۱۹۶۲۔ ۱۹۷۰ء
۲۳۔ قشیری، امام ابوالقاسم: رسالۂ قشیریہ۔ مصر (س۔ن)
۲۴۔ کاشی، عبدالرزاق: اصطلاحات الصوفیہ۔ مرتبہ سپرنگر۔ لاہور ۱۹۷۴ء
۲۵۔ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین (۱۵ جلد) بیروت (۱۹۵۷ء کا عکس)
۲۶۔ محبی، محمد بن فضل اللہ: خلاصۃ الاثر۔ بیروت (طبع قدیم عکسی طباعت)
۲۷۔ محمد مظہر مجددی: رشحاتِ عنبریہ (حالات حضرت شاہ احمد سعید مجددی) مرتبہ محمد اقبال
مجددی۔ دار المبلغین شرقپور۔ ۱۹۷۹ء
۲۸۔ مرادی، محمد خلیل: سلک الدرر۔ مکتبہ المثنیٰ۔ بغداد۔ (طبع عکسی۔ س۔ن)
۲۹۔ نبہانی، یوسف بن اسمٰعیل شیخ: جامع کرامات الاولیاء۔ مصر ۱۳۲۹ھ (طبع عکسی جدید بیروت)
۳۰۔ ونسنک: المعجم المفہرس لالفاظ الاحادیث۔ طبع بریل (۷ جلد) ۱۹۳۶۔ ۱۹۶۹ء
۳۱۔ یاقوت حموی: معجم البلدان۔ (۵۔ جلد) بیروت (س۔ن)

مطبوعاتِ فارسی

۳۲۔ آزاد، غلام علی بلگرامی: مآثر الکرام۔ لاہور ۱۹۷۱ء
۳۳۔ احمد ابوالخیر مکی: ہدیۂ احمدیہ (انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانی) کانپور ۱۳۱۳ھ
۳۴۔ انصاری، خواجہ عبداللہ ہروی: طبقات الصوفیہ۔ مرتبہ عبدالحیٔ حبیبی کابل ۱۳۴۱ غ
۳۵۔ بختاور خان: مراۃ العالم۔ مرتبہ ساجدہ علوی۔ لاہور ۱۹۷۹ء
۳۶۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس۔ مرتبہ محبوب الٰہی۔ لاہور ۱۹۷۱ء
۳۷۔ برہان الدین شطاری برہانپوری: ثمرات الحیات (ملفوظات شیخ برہان الدین

شعاری)، جامع عاقل خان رازی۔ مطبع شمس الاسلام، حیدر آباد، دکن۔
۳۸۔ برہمن، چندر بھان: دیوان برہمن۔ مرتبہ عبدالحمید فاروقی۔ احمد آباد گجرات ۱۹۶۷ء
۳۹۔ تقی حیدر قلندر (مرتب) تعلیماتِ قلندریہ (مجموعہ مکتوبات صوفیہ سلسلۂ قلندریہ) لکھنؤ (س-ن)
۴۰۔ تقی علی قلندر کاکوری: روض الازہر فی مآثر القلندریہ۔ رام پور ۱۳۳۶ھ
۴۱۔ جامی، مولانا عبدالرحمٰن: نفحات الانس۔ طبع نولکشور۔ ۱۳۱۷ھ
۴۲۔ ایضاً: نقد النصوص۔ مرتب ولیم چیتیک۔ تہران۔ ایران ۱۳۹۸ھ
۴۳۔ جہاں آرا بیگم بنت شاہجہان: رسالۂ صاحبیہ (حالاتِ ملاشاہ بدخشی) مرتبہ محمد اسلم جنرل ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان جلد ۱۶ شمارہ۔۴، جلد ۱۷ شمارہ۔ ۱
۴۴۔ حجۃ اللہ، محمد نقشبند ثانی: وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول۔ مرتب غلام مصطفیٰ احسان۔ حیدر آباد۔ سندھ ۱۹۶۲ء
۴۵۔ خافی خان، محمد ہاشم: منتخب اللباب۔ جلد دوم، حصہ دوم، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ ۱۸۷۴ء
۴۶۔ دارا شکوہ: سفینۃ الاولیاء۔ نولکشور۔ کانپور ۱۹۰۰ء
۴۷۔ ایضاً: سکینۃ الاولیاء۔ مرتبہ تارا چند۔ جلالی نائینی۔ تہران ۱۹۶۵ء
۴۸۔ ایضاً: حسنات العارفین۔ مرتبہ مخدوم رہین۔ تہران ۱۳۵۲ خ
۴۹۔ ایضاً: مجمع البحرین۔ مرتب محفوظ الحق۔ ایشیاٹک سوسائٹی۔ کلکتہ ۱۹۲۹ء
۵۰۔ ایضاً: جوگ بششٹ۔ مرتبہ امیر حسن عابدی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ۱۹۶۸ء
۵۱۔ ایضاً: سرِ اکبر (ترجمہ اپنشد) مرتبہ تارا چند۔ جلالی نائینی۔ تہران ۱۹۶۱ء
۵۲۔ ایضاً: دیوان دارا شکوہ۔ مرتبہ احمد نبی خان۔ ریسرچ سوسائٹی۔ لاہور ۱۹۶۹ء
۵۳۔ دبستانِ مذاہب۔ بمبئی ۱۲۶۷ھ

۵۴ ۔ رحمٰن علی مولوی : تذکرہ علمائے ہند۔ لکھنؤ نولکشور ۱۹۱۴ء

۵۵ ۔ سجادی، سید جعفر: فرہنگِ لغات واصطلاحات وتعبیرات عرفانی تہران ۱۳۵۴ ش

۵۶ ۔ سیف الدین خواجہ : مکتوبات سیفیہ۔ طبع غلام مصطفیٰ خان۔ کراچی (س۔ن)

۵۷ ۔ طاہر نصر آبادی : تذکرہ تہران ۔ ۱۳۱۷ ۔ خ

۵۸ ۔ عاقل خان رازی : "واقعات عالمگیری" مرتبہ عبداللہ چغتائی۔ لاہور ۱۹۳۶ء

۵۹ ۔ عبدالحق دہلوی شیخ محدث : جذب القلوب الی دیار المحبوب ۔ نولکشور ۱۹۱۶ء

۶۰ ۔ عطاردی قوچانی، عزیز اللہ : مخطوطاتِ فارسی در مدینہ منورہ تہران ۱۳۴۶ ش

۶۱ ۔ غلام سرور لاہوری : خزینۃ الاصفیا ۔ مطبع ثمر ہند۔ لکھنؤ ۱۸۷۳ء

۶۲ ۔ غلام علی دہلوی : رسائل سبعہ سیارہ ۔ مطبع علوی ۱۲۹۴ھ

۶۳ ۔ ایضاً : مقاماتِ مظہری ۔ مطبع احمدی ۔ دہلی ۱۲۶۹ھ

۶۴ ۔ ایضاً : ملفوظات شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی جامع مولانا غلام محی الدین قصوری۔ مرتبہ محمد اقبال مجددی، مع ترجمہ اردو اقبال احمد فاروقی۔ لاہور ۱۹۷۸ء

۶۵ ۔ فانی، محسن فانی کشمیری : مثنویاتِ فانی مرتبہ امیر حسن عابدی۔ اکیڈمی آف کلچر۔ جموں و کشمیر ۱۹۶۴ء

۶۶ ۔ قابل خان، ابوالفتح : آداب عالمگیری مرتب عبدالغفور چودھری۔ ریسرچ سوسائٹی لاہور۔ ۱۹۷۱ء

۶۷ ۔ کاشفی، علی بن حسین : رشحات عین الحیات۔ تہران ۱۹۷۷ء

۶۸ ۔ کنبوہ، محمد صالح : عمل صالح۔ مرتبہ وحید قریشی و دیگر ۔ لاہور ۷۲ ۔ ۱۹۶۷ء

۶۹ ۔ لودھی، شیر خان : مراۃ الخیال ۔ مطبع فتح الاخبار کول (علیگڑھ) ۱۸۴۸ء

۷۰ ۔ مجدد الف ثانی امام ربانی ، مکتوبات ۔ مرتب نور احمد امرتسری طبع عکسی کراچی ۱۳۹۲ھ

۷۱ ۔ ایضاً : مکاشفات غیبیہ (جامع خواجہ محمد معصوم سرہندی) مرتب غلام مصطفیٰ خان حیدرآباد سندھ ۔ ۱۹۶۵ء

۷۲۔۔ ایضاً : معارف لدنیہ۔ بجنور ۱۳۵۱ھ

۷۳۔۔ ایضاً : مبدا، و معاد۔ لاہور ۱۳۷۶ھ

۷۴۔۔ ایضاً : ردِّ روافض۔ مرتب غلام مصطفےٰ خان۔ استنبول، ترکی ۱۹۷۷ء

۷۵۔۔ محمد اعظم دیدہ مری کشمیری : واقعاتِ کشمیر (تاریخ کشمیر اعظمی) مرتب مفتی سعادت۔ مقبوضہ کشمیر ۱۳۵۵ھ

۷۶۔۔ محمد پارسا بخاری، خواجہ : رسالۂ قدسیہ مرتبہ احمد طاہری عراقی۔ تہران ۱۹۷۵ء

۷۷۔۔ محمد حسن جان مجددی : انساب الانجاب۔ سندھ ۱۳۴۰ھ

۷۸۔۔ محمد ساقی مستعد خان : مآثر عالمگیری۔ ایشیاٹک سوسائٹی۔ کلکتہ ۱۸۷۱ء

۷۹۔۔ محمد سعید خواجہ : مکتوبات سعیدیہ۔ مرتبہ عبد المجید سیفی۔ لاہور ۱۳۸۵ھ

۸۰۔۔ محمد فضل اللہ مجددی : عمدۃ المقامات۔ ٹنڈو سائیں داد۔ سندھ ۱۳۵۵ھ

۸۱۔۔ محمد کاظم شیرازی : عالمگیر نامہ۔ ایشیاٹک سوسائٹی۔ کلکتہ ۱۸۶۸ء

۸۲۔۔ محمد مظہر مجددی : مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ۔ اکمل المطابع دہلی ۱۲۷۷ھ

۸۳۔۔ محمد معصوم سرہندی : مکتوبات معصومیہ۔ جلد اوّل، دوم۔ مرتب غلام مصطفےٰ احسان
جلد سوم مرتب نور احمد امرتسری۔ حیدرآباد۔ سندھ ۱۹۷۶ء
جلد اوّل۔ مطبع نظامی کانپور ۱۳۰۴ھ

۸۴۔۔ محمد ہاشم کشمی : زبدۃ المقامات۔ نولکشور۔ ۱۳۰۷ھ

۸۵۔۔ مروج الشریعۃ محمد عبید اللہ : خزینۃ المعارف۔ مرتب غلام مصطفےٰ خان۔ حیدرآباد۔ سندھ ۱۹۷۳ء

۸۶۔۔ نجیب اشرف ندوی (مرتب) : رقعات عالمگیر۔ دار المصنفین۔ اعظم گڑھ ۱۹۳۰ء

۸۷۔۔ نعمت خان عالی : وقائع محاصرۂ گولکنڈہ۔ نولکشور ۱۹۲۸ء

۸۸۔۔ وڈیرہ گنیش داس : چار باغ پنجاب۔ مرتبہ کرپال سنگھ۔ امرتسر ۱۹۶۵ء

۸۹۔۔ وکیل احمد سکندرپوری : ہدیۂ مجددیہ۔ مطبع مجتبائی۔ دہلی ۱۳۰۹ھ
۹۰۔۔ ہجویری، حضرت داتا گنج بخش لاہوری : کشف المحجوب۔ ثمرقند۔ ۱۹۱۰ء

مطبوعاتِ اردو

۹۱۔۔ ابوالحسن علی ندوی : تاریخ دعوت و عزیمت جلد چہارم (حالات حضرت مجددؒ الف ثانیؒ)
کراچی ۱۹۸۰ء
۹۲۔۔ احمد حسین خان امروہوی : جواہر معصومیہ (سوانح حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ)
لاہور (س۔ن)
۹۳۔۔ اکرام، ایس ایم : رودِ کوثر۔ لاہور ۱۹۶۸ء
۹۴۔۔ بدرعالم میرٹھی : ترجمان السنہ۔ ندوۃ المصنفین۔ دہلی ۱۹۴۸ء
۹۵۔۔ بدخشی، محمد امین : مقاماتِ احمدیہ و ملفوظاتِ معصومیہ (مترجم نامعلوم) لاہور
(س۔ن)
۹۶۔۔ ڈار، محمد ابراہیم : جہان آرا کی ایک غیر معروف تصنیف "صاحبیہ"۔ اورنٹیل کالج
میگزین۔ اگست ۱۹۳۷ء
۹۷۔۔ راشد، محمد مطیع اللہ : برہانپور کے سندھی اولیاء۔ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۷ء
۹۸۔۔ رافت روف احمد مجددی : جواہر علویہ۔ لاہور (مترجم نامعلوم، س۔ن)
۹۹۔۔ زوار حسین : حضرت مجدد الف ثانی۔ کراچی ۱۹۷۲ء
۱۰۰۔۔ زید ابوالحسن فاروقی : رسالہ وحدت الوجود تالیف ملا عبدالعلی بحرالعلوم ندوۃ المصنفین
دہلی ۱۹۷۱ء
۱۰۱۔۔ ایضاً : مقاماتِ خیر (سوانح حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی)، دہلی ۱۳۹۲ھ
۱۰۲۔۔ سراج احمد خان : مکتوبات امام ربانی کی دینی و معاشرتی اہمیت حیدرآباد سندھ، ۱۹۷۷ء

۱۰۳۔۔ شبلی نعمانی : مضامین عالمگیر۔ کانپور۔۱۹۱۱ء
۱۰۴۔۔ ایضاً : مقالاتِ شبلی۔ جلد ہفتم۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۲۸ء
۱۰۵۔۔ صباح الدین عبدالرحمٰن : بزم تیموریہ۔ دارالمصنفین۔ ۱۹۴۸ء
۱۰۶ ایضاً : ہندوستان کے سلاطین، علماؔ اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر۔ دارالمصنفین ۱۹۶۴ء
۱۰۷۔۔ ایضاً : اورنگ زیب اور اس کے معاصر مشائخ۔ مقالات یوم عالمگیر۔ کراچی ۱۹۶۶ء ۸۶-۱۱۰
۱۰۸۔۔ ظہورالدین احمد : پاکستان میں فارسی ادب۔ جلد دوم۔ لاہور۔۱۹۷۴ء
۱۰۹۔۔ غلام سرور لاہوری مفتی : حدیقۃ الاولیا۔ مرتبہ محمد اقبال مجددی۔ لاہور ۱۹۷۵ء
۱۱۰ ۔۔ کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ۔ لاہور ۱۳۳۵ھ
۱۱۱ ۔۔ گریوال، شیر محمد : محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر (مقالہ شامل اردو دائرۂ معارف اسلامیہ۔ ج ۱۸/ ۲)
۱۱۲۔۔ لال بابا و داراشکوہ : مقالمۂ لال بابا و دارا۔ لاہور (س۔ن)
۱۱۳۔۔ محمد اسلم : اورنگ زیب کی تخت نشینی میں علماؔ و مشائخ کا کردار۔ مقالہ مشمولہ تاریخی مقالات لاہور۔ ۱۹۷۰ء، ۲۲۶ - ۲۴۲
د المعارف۔ لاہور۔ اگست ۱۹۶۸ء
۱۱۴۔۔ ایضاً : داراشکوہ کے مذہبی رجحانات۔ مقالہ شامل سرمایۂ عمر۔ لاہور ۱۹۷۶ء ۱۷۵-۱۹۷
۱۱۵۔۔ محمد اقبال مجددی : احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری۔ لاہور ۱۹۷۲ء
۱۱۶۔۔ ایضاً : مقامات مظہری تالیف شاہ غلام علی دہلوی تحقیق و تعلیق و ترجمہ۔ لاہور
۱۱۷۔۔ ایضاً : شیخ محمد مراد تنگ کشمیری۔ (مضمون شامل نورِ اسلام شرقپور۔ اولیائے نقشبند نمبر ۱۹۷۹ء)

۱۱۸۔۔۔ ایضاً : حضرت مجدد الف ثانی کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں۔ (مقالہ) شامل
معارف اعظم گڑھ ۱۹۸۲ء

۱۱۹۔۔۔ محمد ایوب قادری : مآثر الامرا۔ تالیف صمصام الدولہ شاہ نواز خان۔ لاہور ۱۹۶۸ء۔ ۱۹۷۰ء

۱۲۰۔۔۔ ایضاً : فرحۃ الناظرین از محمد اسلم پسروری۔ کراچی ۱۹۷۲ء

۱۲۱۔۔۔ ایضاً : تذکرہ علمائے ہند از مولوی رحمٰن علی، کراچی۔ ۱۹۶۱ء

۱۲۲۔۔۔ محمد عمران، قاضی لوکی : معین بن محمود کشمیری اور اُن کی تصانیف۔ مقالہ مشمولہ
معارف مارچ ۱۹۶۷ء

۱۲۳۔۔۔ ملکاپوری، عبدالجبار : محبوب ذی المنن۔ حیدرآباد۔ دکن ۱۳۳۱ھ

۱۲۴۔۔۔ نجیب اشرف ندوی ، مقدمہ رقعاتِ عالمگیر۔ دارالمصنفین۔ اعظم گڑھ ۱۹۳۰ء

۱۲۵۔۔۔ نظامی، خلیق احمد : تاریخ مشائخ چشت (جلد چہارم) لاہور ۱۹۷۱ء

۱۲۶۔۔۔ ایضاً : تاریخی مقالات۔ ندوۃ المصنفین۔ دہلی ۱۹۶۶ء

ENGLISH:

Agrawal, C, M: Wazirs of Aurangzeb, Gaya (India), 1978.

Annes Jahan, S: Aurangzeb in Muntakhab-Al-Lubab, Bombay, 1977.

Athar Ali, M: Mughal Nobility under Aurangzeb, Aligarh, 1970.

Basham, A, L: (Ed.) Cultural History of India, Oxford University Press, London, 1975.

Bernier, F: Travels in the Mughal Empire, Londin, 1891.

Bilimoria, J. H: Letters of Aurangzeb (Ruka'at-i-Alamgiri) Dehli, 1972.

Faruki, Zahiruddin: Aurangzeb and his Times, Lahore, 1977.

Friedmann, Yohanan: Shaykh Ahmad Sirhindi McGill University, Montreal, Canada, 1971.

Fuja Singh: — The Martyrdom of Guru Tegh Bahadur. Punjab Past and Present, (Panjabi University Patiala) Vo. IX, Part I, No. 17, April, 1975, pp. 137—157. (Guru Tegh Bahadur Commemoration Volume)

Ganda Sing: — Banda Singh Bahadur, Amritsar, 1935.

Ghauri, Iftikhar Ahmad: War of Succession Between the sons of Shah Jahan, Lahore, 1964.

Hasrat, B. J: Dara Shikuh, Life and Works, Allahabad, 1953.

Ishwardas Nagar: Futuhat-i Alamgiri, (Trans.) Tasneem Ahmad, Delhi, 1978.

Khushwant Singh:	History of the Sikhs, Oxfor University Press, Delhi, 1977.
Lane-Pole:	Aurangzeb, Delhi (n.d)
Manucci, N:	Travels through Mughal India, (trans.) W. Irvine, Lahore, 1976.
Muhammad Yasin:	Social History of Islamic India, Lucknow, 1958.
Mujeeb, M:	The Indian Muslims, London, 1967.
Nizami, K, A:	Naqshbandi Influence on Mughal Rulers and Politics, Islamic Culture, H. Deccan. Vol. 39 (No. 1) January; 1965. pp. 41–52.
Refai, Ghulam Muhammad:	Aurangzeb and Dara Shikoh, Conflict of Ideologies, (included, Essays in Indian History, in honour of C. C. Davies, Ed., Donovan Williams, Bombay, 1973, pp. 137–151.
Riazul Islam:	Indo-Persian Relations, Tehran, 1970.
Rizvi, S. Athar Abbas.	Muslim Revivalist Movements in Northern India, Agra University, Agra, 1965.
Ibid: –	Religious and Intellectual History of the
Ibid: –	Religious and Intellectual History of the Muslims in Akbar's Reign, Delhi, 1975.
Ibid: –	Shah Wali Allah and his Times, Australia, 1980.
Ibid. –	Islam in Medieval India, (Cultural History of India, Ed, Basham, Oxford, 1975. pp. 281–293)
Ibid: –	India and the Medieval Islamic World. (Cultural History of India. pp. 461–469).

Pearson, J, D: Index Islamicus (1906–1975) London.

Qanungo, K: — Dara Shikoh, Calcutta, 1935.

Qureshi, 1, H: — Ulama in Politics, Karachi, 1974.

Saran, P: — Provincial Government of the Mughals, Lahore.

Sarkar, J. N: History of Aurangzeb. (5. Vols) Calcutta, 1925.

Sharma, S, R: Religious Policy of Mughal Emprors, Lahore, 1975.

Sheo Narain, P: Dara Shikoh as an Author, J. Punjab Historical Society (1913-14) Vol. II, pp. 21–38.

Smith, W. C: — The Crystallization of Religious Communities in Mughal, India (Yad Nama-ye-Irani-ye-Minorsky, Tehran. 1969, pp. 197-220)

Srivastava, M. P: Social Life under the Great Mughals, Allahabad. 1978.

Tara Chand: — Influence of Islam on Indian Culture, Lahore. 1979.

Tasneem Ahmad: (Trans-Notes) Futuhat-i-Alamgiri by Ishwardas Nagar, Dehli, 1977.

Yar Muhammad Khan: The Deccan Policy of the Mughals, Lahore, 1971.

Yusuf Hussain Khan: Glimpses of Medieval Indian Culture, Bombay, 1962.

Zubaid Ahmad: — Contribution of Indo-Pakistan to Arabic Literature, Lahore, 1968.

مرتبہ

محمد سعد سراجی مرشد بابا

ایم اے (گولڈ میڈلسٹ) بی ایڈ

رجال

آ

ا

ب

پ

ت

س

ش

ص

ط

ظ

ع

غ

---

[۱] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء و القاب متنوعہ اسی ایک اسم مبارک اقدس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تحت جمع کئے گئے ہیں۔

ن

کتب

آ — ا

ب

پ

ف

ق

ک

ل

م

ن

و

ہ

اماکن

ج

چ

ح

خ

د

ڈ

ر